درویشانِ احمدیت

..... جلد دوم .....

☆

بزرگان سلسلہ عالیہ احمدیہ کے وجودوں میں

ظاہر ہونے والے

علمی معجزات اور نشانات کا مجموعہ

از

فضل الٰہی انوری

درویشانِ احمدیت

جلد دوم

یعنی

بزرگانِ سلسلۂ عالیہ احمدیہ
کے وجودوں میں ظاہر ہونے والے
علمی و عقلی معجزات اور نشانات کا مجموعہ

از

فضل الٰہی انوری

نام کتاب : درویشان احمدیت۔جلد دوم
نام مؤلف : فضل الٰہی انوری
طبع اوّل وتعداد : 2004ء۔ایک ہزار
طابع وناشر : نصر پبلیکیشنز

مجوزہ زیر تالیف عنوانات

درویشان احمدیت۔جلد اوّل (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام: ینصرك رجالٌ نوحی الیھم من السماء کی عملی تعبیر کے نمونے)

درویشان احمدیت۔ جلد سوم (حفاظتِ الٰہی یعنی بزرگانِ سلسلۂ احمدیہ کے وجودوں میں ظاہر ہونے والے غیبی حفاظت کے واقعات

درویشان احمدیت۔ جلد چہارم (نصرتِ الٰہی یعنی افرادِ جماعتِ احمدیہ کے حق میں مالی تائید و نصرت کے اعجازی نمونے)

درویشان احمدیت۔ جلد پنجم (اخبارِ سماویہ یعنی غلامانِ احمد کو ملنے والی آسمانی بشارات کے واقعات)

درویشان احمدیت۔ جلد ششم (قبولیتِ دعا کے اعجازی نمونے یعنی غلامانِ احمد کی دعاؤں کی قبولیت کے اعجازی واقعات)

درویشان احمدیت۔ جلد ھفتم (غیرت الٰہی کے عبرتناک نمونے۔یعنی مخالفینِ احمدیت کو پیش آنے والے عبرت کے واقعات)

وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیم

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ　　　　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمٌ

عرض حال

جس زمانہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے علم پاکر اس زمانے کا مامور ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اپنے مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا تو اس وقت طاغوتی طاقتیں اپنے جملہ وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اسلام کے خلاف صفا آرا ہوچکی تھیں اور ہر قسم کے اوچھے ہتھیاروں سے لیس ہوکر اس پر کاری ضربیں لگا رہی تھیں۔ دوسری طرف آپ کے دعویٰ مہدویت اور آپ کے پیش کردہ مسئلہ وفات مسیحؑ کی وجہ سے خود مسلمانوں کے اندر آپ کے خلاف ایک زبردست جوش پیدا ہوچکا تھا۔ اور کیا ان کے علماء اور کیا ان کے مشائخ اور گدی نشین آپ کی تکذیب میں نکل کھڑے ہوئے تھے اور للکار للکار کر آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو میدان مبارزت کی طرف بلا رہے تھے۔

ایسے حالات میں حضرت بانی سلسلہؑ تن تنہا نکلے اور یہ جلالی اعلان فرمایا:

''میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کردیں گے۔ (تجلیات الٰہیہ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

ان حالات میں کہ جن کا تذکرہ اوپر ہوچکا ہے آپ کا یہ اعلان فرمانا ایسا ہی تھا جیسے کسی خطرناک اور بپھرے ہوئے قوی ہیکل دیو کے مقابل پر ایک بچہ سامنے آئے اور تن کر کھڑا ہوجائے۔ مگر جس عظیم الشان رنگ میں اور جس قوت اور شوکت کے ساتھ اس اعلان کی صداقت آپ پر ایمان لانے والوں کے وجودوں میں ظاہر ہوئی، وہ ایک ایسی حیرت انگیز حقیقت ہے کہ ہر دیکھنے اور سننے والا حیران وششدر رہ کر رہ جاتا ہے۔

جیسا کہ حضرت بانئ سلسلہؑ کے الفاظ بتلا رہے ہیں اس صداقت کا اظہار دو طرح سے ہوا۔

ایک علمی رنگ میں یعنی مباحثات اور مناظرات کے میدان میں دلائل علمیہ اور عقلیہ کی رُو سے اور دوسرے ایسے خارق عادت نشانات کے اعتبار سے جو مخالفین کے مقابل پر ان کے وجودوں میں ظاہر ہوئے اور جنکو دیکھ کر بڑے بڑے شوریدہ سروں اور شعلہ مزاج مخالفوں کی زبانیں گنگ ہو کر رہ گئیں۔ کتاب ھٰذا کے متن میں مستند حوالوں کے ساتھ ایسے بہت سے واقعات جمع کر دیئے گئے ہیں جن کی بدولت حضرت بانی سلسلہؑ کے مذکورہ بالا اعلان کی صداقت ایک زندہ و تابندہ حقیقت کے طور پر سامنے آجاتی ہے۔ واقعات کی نوعیت کے لحاظ سے انہیں دو مختلف حصوں یا ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ باب اوّل میں ایسے واقعات لائے گئے ہیں جو غلامانِ احمد کے علمی اور عقلی میدان میں اپنے مخالفین پر غلبہ پانے سے متعلق ہیں۔ باب دوم میں ان کی قبولیتِ دعا کے واقعات اور خوابوں و کشوف اور الہامات کے ذریعے ان سے ظاہر ہونے والے نشانات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

خدا تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس عاجز کی یہ معمولی کوشش قبول فرمائے اور اسے اپنے دین کی صداقت اور اپنے مامور کی عظمت ظاہر کرنے اور حق کے متلاشیوں کے ہدایت پانے کا موجب بنائے۔ آمین۔

خاکسار

فضل الٰہی انوری

مورخہ یکم جنوری 2004ء

بمقام قادیان دارالامان

باب اوّل

دلائل علمیہ وعقلیہ کے رُو سے

فہرست مضامین

(باب اوّل)

عنوان	صفحہ

عنوان | صفحہ

حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ کے علمی مباحثات

...........☆...........

۱

’’آپ کے پیش کردہ دلائل کا میرے پاس کوئی جواب نہیں‘‘

ملک شام کے چوٹی کے عالم کا اعترافِ حق

اس سلسلے میں سب سے پہلا واقعہ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے ایک ادنیٰ غلام کا ملک شام کے ایک بہت بڑے عالم۔ علامہ عبدالقادر المغربی کو میدان مباحثہ میں بری طرح پچھاڑنے اور ایسی شکست سے دوچار کرنے کا ہے جو نہ صرف حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی مذکورہ بالا پیشگوئی کی صداقت کا عملی ثبوت مہیا کرتی ہے بلکہ آپؑ کے دلائل علمیہ وعقلیہ کی قوت اور عظمت کی شاہد ناطق ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ

جب ۱۹۲۴ء میں حضرت بانیٔ سلسلہ کے دوسرے جانشین یعنی جماعت احمدیہ کے اُس وقت کے امام خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ ایک عالمی مذہبی کانفرنس [1] میں شرکت کی غرض سے انگلستان جاتے ہوئے دمشق سے گذرے تو آپؓ نے وہاں کے اُس وقت کے چوٹی کے عالم السید علامہ عبدالقادر المغربی سے ملاقات کی جس کا مقصد یہ تھا کہ آپؓ انہیں اور ان کے توسط سے اہل شام کو احمدیت کا پیغام پہنچائیں۔ ظاہر ہے کہ احمدیت کا ذکر شروع ہی اس بات سے ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ جو جمہور اہل اسلام کے نزدیک آسمان پر بجسم عنصری زندہ موجود ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے رو سے وفات پا چکے ہیں اور حضرت بانیٔ سلسلہؑ کو خدا تعالیٰ نے ان کے نام پر مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ جب دورانِ ملاقات حضرت بانی سلسلہؑ کے دعویٰ پر گفتگو ہونی شروع ہوئی تو علامہ المغربی جو دیگر ہمعصر علماءِ اسلام کی طرح حضرت مسیح ناصریؑ کی حیاتِ

---

[1] یہ کانفرنس لندن کے ویمبلے ہال میں منعقد ہوئی تھی۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کا جو مضمون 23 ستمبر 1924ء کو مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے پڑھا وہ اردو میں ’’احمدیت یعنی حقیقی اسلام‘‘ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ویمبلے کی نسبت سے یہ کانفرنس ویمبلے کانفرنس بھی کہلاتی ہے۔

جسمانی کے قائل تھے، حضرت امام جماعت احمدیہ سے کہنے لگے کہ یہ ہندوستان کے سادہ لوح اور علم قرآن سے ناواقف مسلمان ہی ہیں جو آپ کے اس دعوے پر ایمان لائے ہیں۔ اہلِ عرب میں سے کوئی بھی اس عقیدہ کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں کیونکہ وہ اہلِ زبان ہونے کی وجہ سے قرآن اور حدیث کو بخوبی سمجھتے ہیں۔

اس پر جو جواب حضرت امام جماعت احمدیہؓ نے انہیں دیا۔ وہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپؓ نے فرمایا:۔

''علامہ صاحب! جہاں تک آپ کا یہ خیال ہے کہ ہندی مسلمان، غیر عرب ہونے کی وجہ سے علمِ قرآن اور حدیث سے ناواقف ہیں تو آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ ہندوستان میں بڑے بڑے علماء موجود ہیں جو آپ لوگوں سے زیادہ قرآن وحدیث کو سمجھتے اور ان کے مطالب ومعانی سے واقفیت رکھتے ہیں اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اہلِ عرب دعویٰ مسیح موعودؑ کو قبول نہیں کر سکتے تو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ احمدیت کا پھیلنا ایک تقدیر الٰہی ہے جو عربوں میں کیا، ساری دنیا میں جاری ہوگی اور اگر آپ کو میری بات کا یقین نہیں تو میں ہندوستان واپس پہنچ کر پہلا کام یہ کروں گا کہ اپنا ایک مبلغ بھجواؤں گا پھر میں دیکھوں گا کہ کس طرح اہلِ عرب احمدیت کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں''۔

چنانچہ انگلستان سے واپس آکر جب آپؓ قادیان تشریف لائے تو آپؓ نے اپنے وعدہ کے مطابق پہلا کام یہ کیا کہ مولانا جلال الدین صاحب شمس [1] جو اس وقت ایک نوجوان مبلغ تھے کو دمشق بھجوادیا۔

مولانا جلال الدین شمس صاحب نے دمشق پہنچتے ہی علامہ عبدالقادر المغربی کو تلاش کیا اور ملنے

---

[1] سلسلہ کے ایک جید عالم جو اُس وقت عین جوانی کے عالم میں تھے۔ بعد میں آپ مبلغ انگلستان وامام مسجد احمدیہ لندن رہے۔ لندن میں مقیم مولانا منیر الدین صاحب شمس ایڈیشنل وکیل التصنیف آپ ہی کے فرزند ارجمند ہیں۔

پر انہیں اپنے ساتھ مسئلہ حیات ووفات مسیحؑ ناصری پر مباحثہ کی دعوت دی خاکسار کو معلوم نہیں کہ آیا اس مباحثہ کا ذکر ہمارے سلسلہ کے لٹریچر میں کہیں آیا ہے یا نہیں مگر سلسلہ کے ایک اور بزرگ اور جید عالم، حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ، نے خاکسار کے ۱۹۵۶ء میں دمشق میں قیام کے دوران[ا] اس بارے میں خاکسار کے سامنے مندرجہ ذیل روایت بیان فرمائی۔آپ نے فرمایا:

”یہ گفتگو کئی دن تک جاری رہی ۔مولانا شمس صاحب نے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں عقیدۂ حیاتِ مسیحؑ کے بطلان اور وفات مسیحؑ کے اثبات میں کافی وشافی دلائل دئے۔علامہ المغربی صاحب یہ جملہ دلائل سنتے اور اپنی طرف سے ان کا رد بھی پیش کرتے رہے۔بالآخر کہنے لگے کہ میں اب ان سب دلائل کا تحریری جواب پیش کروں گا۔کچھ دنوں کے بعد جب دونوں علماء کی آپس میں دوبارہ ملاقات ہوئی تو علامہ صاحب اوراق کا ایک بہت بڑا پلندہ اٹھائے ہوئے سامنے آتے ہی بولے: ’لیجئے یہ ہے میرا جواب‘ ۔اور یہ کہکر انہوں نے وہ کاغذوں کا پلندہ مولانا شمس صاحب کے سامنے رکھ دیا ۔مولانا شمس صاحب نے جب پہلا ورق اٹھایا تو دیکھا کہ اس کے اوپر جو کچھ تحریر تھا، اس پر کاٹا لگا ہوا تھا ۔دوسرا ورق الٹا تو اس کے اوپر بھی یہی کچھ تھا ۔یعنی مضمون لکھے جانے کے بعد اس پر قلم پھری ہوئی تھی ۔تیسرا ورق اٹھایا تو اس کے اوپر بھی جو

[ا] خاکسار ان دنوں اپنے پہلے تبلیغی سفر پر غانا (مغربی افریقہ) جاتے ہوئے جب چند ماہ کیلئے دمشق میں مقیم تھا تو حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ بھی اپنی شامی بیوی اور بچوں کے ہمراہ پاکستان سے تشریف لے آئے اور اس طرح ان کی صحبت سے متعدد بار مستفیض ہونے کا موقع خاکسار کو ملا (اس قیام کے دوران کے دیگر دلچسپ واقعات کا ذکر خاکسار نے اپنے تبلیغی اسفار کے سلسلے میں کیا ہے)

کچھ لکھا تھا اس کے اوپر پھر قلم پھری ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر مولانا شمس صاحب حیرت سے علامہ المغربی کا منہ تکنے لگے۔ اس پر علامہ المغربی، کمال عالی ظرفی سے کام لیتے ہوئے اور اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے بولے بات یہ ہے کہ میں جب آپ کے پیش کردہ دلائل کا جواب لکھنے بیٹھا تو میں نے جو کچھ لکھا مجھے خیال آیا کہ اس پر فلاں اعتراض پڑتا ہے تو میں نے وہ کاٹ کر دوسرا جواب لکھنا شروع کر دیا۔ جب دوسرا جواب لکھا تو میں نے سوچا کہ اس کے خلاف تو فلاں آیت قرآنیہ جاتی ہے۔ چنانچہ وہ جواب بھی میں نے کاٹ دیا۔ پھر تیسرا جواب لکھا تو اسے فلاں حدیث نبویہ کے خلاف پایا۔ اور اس طرح میں جواب پر جواب لکھتا گیا اور کوئی نہ کوئی کمزوری یا (سقم) نظر آنے پر میں اسے کاٹتا گیا یہاں تک کہ میں ایک دلیل بھی ایسی نہیں لا سکا جو مجھے مطمئن کرتی ہو۔ لہٰذا میں اپنی شکست کا اعتراف کرتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں کہ آپ کے دلائل کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔[1]

یہ احمدیت کی پہلی فتح تھی جو عربوں کی سرزمین میں عربوں کے ہی ایک چوٹی کے عالم کے مقابلے میں حضرت بانی سلسلہؑ کی قوتِ استدلال کے طفیل آپؑ کے ایک غلام کو حاصل ہوئی۔

---

[1] اگرچہ خاکسار کو معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت مولانا شمس صاحب اور علامہ المغربی کے مابین ہونے والی محولہ بالا بحث کا ذکر سلسلہ کے لٹریچر میں کہیں آیا ہے یا نہیں تاہم سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ۱۹۵۵ء میں سفر دمشق کے ذکر میں آپ کی علامہ المغربی کے ساتھ گفتگو کے بارے میں "سوانح فضل عمر" کے مؤلف مکرم مولوی عبدالباسط شاہد صاحب نے چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ (مرحوم) کے حوالے سے ان کی روزنامہ الفضل مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۵۵ء میں چھپنے والی ایک رپورٹ کے مندرجہ ذیل الفاظ نقل کئے ہیں: "جب حضور ۱۹۲۴ء میں یہاں تشریف لائے تو یہاں کے مشہور فاضل جناب عبدالقادر مغربی سے ملے۔ انہوں نے گو اُس بد خلقی کا اظہار نہ کیا جو بعض دوسرے مُلّاں کرتے تھے، لیکن حضور سے کہا کہ آپ ہرگز یہ امید نہ رکھیں کہ یہ لوگ جن کی زبان عربی ہے اور جو خود دِین کو بخوبی سمجھتے ہیں، کسی وقت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ السلام) پر ایمان لاویں گے۔ یہ ہرگز ممکن نہیں۔ اُولُوالعزم فضل عمر اس چیلنج پر خاموش نہ رہ سکے اور فرمایا کہ میں اب قادیان واپس جاتے ہی یہاں مبلغ بھیج دونگا اور اِنشاءاللہ! یہاں لوگ احمدیت کو قبول کریں گے"۔

۲

''وہ راتوں رات بھاگ کر مقابلہ سے فرار ہو گئے''

زیرہ کے علماء کا احمدی مبلغ کے سامنے آنے سے انکار

دوسرا واقعہ سلسلہ کے عالی مرتبہ بزرگ حضرت مولنا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کا بیان کردہ درج کیا جاتا ہے جو آپ کو بمقام زیرہ ضلع فیروز پور میں پیش آیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

''سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ و ارضاہ کے عہدِ سعادت میں جب میں لاہور میں مقیم تھا تو حضور کی طرف سے مجھے ارشاد پہنچا کہ آپ فوراً زیرہ پہنچ جائیں۔ وہاں کے احمدیوں نے درخواست کی ہے۔ اور آپ کو بلایا ہے۔ جب یہ حکم پہنچا تو میں اسہال کی وجہ سے سخت بیمار اور بہت کمزور تھا۔ گھر والوں نے بھی کہا کہ آپ زیادہ بیمار ہیں۔ اس حالت میں سفر خطرناک ہے۔ لیکن میں نے تعمیلِ ارشاد میں توقف کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور سفر پر روانہ ہو گیا۔'' آگے فرماتے ہیں:

'' جب میں زیرہ پہنچا تو وہاں میاں محمد صادق صاحب سب انسپکٹر پولیس۔ حکیم مولوی الہ بخش صاحب اور دوسرے احمدی احباب سے ملاقات ہوئی۔ (میاں محمدؐ صادق صاحب آجکل ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔ آپ نے مع جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب غیر مبائعین سے علیحدہ ہو کر خلافت حقہ کی بیعت کی سعادت حاصل کر لی ہے)

'' احمدی احباب سے معلوم ہوا کہ زیرہ کے بڑے تحصیلدار مولوی جان محمد صاحب اور (شیخ) میاں محمد صادق صاحب احمدی کے درمیان کچھ عرصہ سے مذہبی مسائل پر بحث جاری ہے۔ مولوی جان محمد صاحب نے یہ پسند کیا کہ وہ اپنے حنفی علماء کو اور شیخ صاحب اپنے کسی احمدی عالم کو بلوالیں۔ تاکہ مسائل متنازعہ میں (بحث) کے ذریعہ سے احقاقِ حق ہو سکے۔ چنانچہ مولوی جان محمد صاحب کی

دعوت پر چھ سات علماء زیرہ آچکے تھے۔ خاکسار کو مباحثہ کا قطعاً علم نہ تھا۔ اور میرے پاس اس وقت صرف ایک حمائل شریف تھی۔ جس دن میں وہاں پہنچا اُسی رات حنفی علماء کا جلسہ تھا جن کے امیر الوفد مولوی محمد عظیم صاحب تھے۔ غیر احمدی علماء کی تقاریر سننے کیلئے ہم احمدی بھی جلسہ گاہ میں پہنچے۔ مولوی محمد عظیم صاحب نے اپنی تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ احمدیوں کی بات سننے سے پرہیز کرنی چاہیئے۔ ان کی بات سننا کفر ہے۔ اور سخت گناہ ہے۔ احمدی لوگ اور ان کے علماء سخت جاہل اور اسلام سے ناواقف ہیں۔ اور عربی زبان تو بالکل نہیں جانتے۔

" جلسہ کے بعد واپس قیام گاہ پر آکر میں نے احمدی احباب سے مشورہ کیا کہ غیر احمدی علماء لوگوں میں احمدیوں کے خلاف اشتعال اور نفرت پیدا کر رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ ان کو مناظرہ کے لئے چیلنج دیا جائے۔ تا کہ اعتراضات کا جواب دینے کا ہمیں موقعہ مل سکے۔ چنانچہ میں نے شیخ مولوی جان محمد تحصیلدار کی معرفت حنفی علماء کو عربی میں ایک خط لکھا جس میں ان کو مقابلہ کا چیلنج دیا۔ اور عربی میں مناظرہ کرنے یا قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کے لئے درخواست کی۔ یہ خط مکرمی شیخ محمدؓ صادق صاحب سب انسپکٹر کے ہاتھ تحصیلدار صاحب کو بھجوایا گیا۔ انہوں نے اس کو دیکھ کر اپنے علماء کو دیا اور کہا کہ میں بھی عربی کافی جانتا ہوں۔ لیکن مجھ سے تو یہ خط پڑھا نہیں جاتا۔ اور نہ اس کے معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ آپ اس کو پڑھ کر ترجمہ کر دیں۔ چنانچہ سب علماء نے اس خط کو باری باری لے کر پڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن پڑھ نہ سکے۔ اس پر تحصیلدار صاحب نے بہت افسوس کیا۔ کہ جب تم سے احمدی عالم کا عربی خط بھی نہیں پڑھا جاتا۔ تو تم رات کو اپنی عظمت اور تبحرّ علمی کی ڈینگیں کیوں مارتے تھے۔

" وہ سب علماء اس وجہ سے بہت پریشان اور شرمندہ ہوئے اور خط ساتھ لے جا کر اسی دن فیروز پور روانہ ہو گئے۔ فیروز پور پہنچ کر انہوں نے جلی حروف میں پوسٹر شائع کروایا کہ احمدی علماء زیرہ میں ہمارے مقابل میں بھاگ گئے ہیں۔ جب فیروز پور کے احمدی احباب کو اس پوسٹر کی اطلاع ملی تو وہ بہت متحیرّ ہوئے۔ اور جناب خاں صاحب منشی فرزند علی صاحب امیر جماعت احمدیہ فیروز پور سے دریافت حالات کے لئے زیرہ پہنچے۔ اور جماعت کو اشتہار دکھایا۔ جب ان کو اصل حالات کا علم ہوا۔ تو خاں صاحب اور شیخ محمد صادق صاحب دونوں تحصیلدار صاحب کے پاس

گئے۔اوران کوعلماء کی طرف سے شائع کردہ اشتہار دکھایا۔شیخ جان محمد صاحب اس دروغ گوئی کو دیکھ کراپنے علماء سے سخت بدظن ہوئے۔اوران کی اخلاقی پستی اورروحانی گراوٹ پر سخت افسوس کرنے لگے۔چنانچہ رات کواحمدیوں کی طرف سے ایک جلسہ میں جملہ حالات کواچھی طرح واضح کیا گیا۔اوراللہ تعالیٰ کے فضل سے بارہ افراد نے اس موقعہ پراحمدیت کوقبول کیا۔جن میں سے ایک منشی فیض محمد صاحب پٹواری بھی تھے۔جودیر سے احمدیت کے متعلق تحقیق کررہے تھے۔فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔" (حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ٦٠۔٥٩)

۳

’’ہمیں امید نہ تھی کہ آپ یوں مسکت اور مدلّل جواب دے سکیں گے‘‘

آریوں کیساتھ مناظرہ میں اہل اسلام کی طرف سے خوشی کا اظہار

ایک اور موقع پر حضرت بانی سلسلہؑ کے اِسی درویش غلام یعنی حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے آریوں کے ایک سنسکرت اور عربی کے عالم و فاضل پنڈت کالیچرن کے کیسے دانت کھٹے کئے جبکہ دیگر علماء اسلام نے جواب دینا تو کجا اس کی طرف سے دیئے گئے مناظرہ کے چیلنج کو قبول کرنے کی بھی جرأت نہ کی۔ یہ بھی ایک ایسا واقعہ ہے جو پیشگوئی مذکورہ بالا کی صداقت پر چار چاند روشن کر رہا ہے۔ اسلام اور آریہ سماج کا یہ دنگل کانپور میں ۱۹۱۹ء میں ہوا۔ جہاں مختلف مذہبی فرقے اپنے اپنے جلسے کرنے کیلئے جمع ہو چکے تھے۔ فرقہ اہل حدیث کے دو نامی اور حضرت بانی سلسلہؑ کے چوٹی کے مخالف علماء مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری[1] اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی بھی عوام سے اپنے زورِ خطابت کی داد حاصل کرنے کیلئے وہاں پہنچے ہوئے تھے[2]۔ دوسری طرف آریہ سماج کے مناد، تمام اہلِ احناف۔ اہل حدیث اور اہل تشیع کو للکار للکار کر کہہ رہے تھے کہ اگر ان کے علماء میں سے کوئی شخص ان سے مناظرہ کرنا چاہے تو پنڈت کالیچرن اس کیلئے حاضر ہے۔ لیکن جہاں دیگر مسلمان فرقوں نے ان کو جواب تک دینے کی تکلیف بھی گوارا نہ کی وہاں اہل حدیث نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑائی کہ انہیں اپنی کانفرنس کی وجہ سے فرصت نہیں ہے[2]۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آریہ سماج والے اس قسم کے یہ اشتہار شائع کر کے اپنی فتح کا ڈنکا بجانے لگے کہ ’’آریہ سماج کی عظیم الشان فتح اور اہل اسلام کا کھلا فرار اور شکست‘‘ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کی غیرت کو للکارنے والے اس چیلنج کے بعد بھی ان نام نہاد علماء اسلام کی رگِ حمیت نہ پھڑکی یہ وہی

---

[1] اہل حدیث کی اس کانفرنس میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کی تقریر کا عنوان ’’اسلام اور قادیان‘‘ رکھا گیا تھا۔

[2] یہ دو اشخاص وہ ہیں جو عمر بھر حضرت بانیٔ سلسلہ کی مخالفت میں ایڑی سے چوٹی تک زور لگاتے رہے۔

افسوسناک کیفیت تھی جس کا نقشہ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے اپنے ایک شعر میں یوں کھینچا ہے۔

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید

دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

کہ کفر کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سیلاب ہر طرف سے یزید کی فوجوں کی مانند بڑھتا چلا آ رہا ہے اور خدا کا سچا دین حضرت زین العابدین کی مانند بیمار پڑا ہوا ہے اور کسی کو اس کی پرواہ تک نہیں۔

غرض ہندوستان کے تمام مشہور فرقوں کے علماء اپنی اپنی ڈگڈگی بجانے میں اتنے مصروف تھے کہ آریوں کے اس غیرت دلانے والے اشتہار پر بھی ان کے سروں پر جوں تک نہ رینگی۔ ہاں اگر کسی کو غیرت آئی تو احمدیت کے اس جری پہلوان کو جو اپنے تبلیغی سفر پر جاتے ہوئے حسنِ اتفاق سے وہاں سے گذر رہا تھا۔ اسلام کا یہ غیور مردِ میدان حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ [1] تھا۔ آپ کو جب اس اشتہار کا علم ہوا تو آپ نے پنڈت کالیچرن کو ایک رقعہ لکھا کہ اہل اسلام کی طرف سے مناظرہ کرنے کیلئے یہ عاجز حاضر ہے۔ جب آریوں کی طرف سے آمادگی پر آپ وقت مقررہ پر میدان مناظرہ میں پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ آریوں نے اپنے لئے تو عظیم الشان سٹیج تیار کی ہوئی ہے لیکن مسلمانوں کے لئے صرف ایک چھوٹی سی میز اور کرسی رکھ دی۔ چونکہ شہر میں اس مناظرہ کی اچھی طرح منادی ہو چکی تھی۔ اس لئے لوگ دوسرے جلسوں اور تقریروں کو چھوڑ کر جوق در جوق میدانِ مناظرہ میں آنے لگے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزار ہا کا اجتماع ہو گیا۔ پہلی تقریر پنڈت کالیچرن صاحب کی تھی۔ اول اس نے اپنی عربی دانی کا اظہار کرنے کیلئے اپنے تصنیف کردہ دو عربی رسائل جن میں سے ایک کا نام ''تحقیق الادیان'' تھا آپ کی طرف بھیجے۔ پھر آیت یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ ۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا پڑھ کر اعتراض شروع کیا کہ جب پیغمبر اسلام (صلعم) سے سوال کیا گیا کہ رُوح کیا

---

[1] آپ کو مرکز کی طرف سے مالاآبار جانے کی ہدایت کے ساتھ یہ ارشاد بھی موصول ہوا تھا کہ ہفتہ عشرہ کیلئے کانپور بھی جائیں۔ شاید وہاں تبلیغ کا موقع مل جائے۔

ہے اور اس کی ماہیت کیا ہے تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ روح امرِ ربیّ سے ہے۔ اور تمہیں روح کے متعلق جو علم دیا گیا ہے وہ بہت تھوڑا ہے۔ یہ دونوں فقرے علم میں کچھ بھی اضافہ نہیں کرتے۔ اور نہ اس جواب سے قرآن اور پیغمبر اسلام (صلعم) منجانب اللہ ثابت ہوتے ہیں۔

آپ نے اوّل تو پنڈت صاحب کی عربی دانی پر مسرّت کا اظہار کیا اور بتایا کہ میں بھی عربی۔ فارسی اور اُردو کا شاعر ہوں۔ اگر آپ چاہیں تو اسی وقت عربی نثر یا نظم میں میرے ساتھ مناظرہ کر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ از روئے وید اگر روح کی ماہیت بیان کردی جاتی تو وید کے حقائق و معارف بھی ظاہر ہو جاتے۔ اور قرآنی جواب کا نقص بھی واضح ہو جاتا۔

اس کے بعد آپ نے پیش کردہ آیت کی تشریح کرتے ہوئے اس کے پہلے حصہ یعنی یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ یَسْئَلُوْنَکَ مضارع کا صیغہ ہے۔ جو حال اور مستقبل دونوں زمانوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس صورت میں سوال کرنے والے بھی دونوں زمانوں سے متعلق ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے زمانۂ حال یعنی نزولِ قرآنِ کریم کے وقت سوال کیا۔ اور وہ اہلِ کتاب یعنی یہودی علماء تھے۔ اُس وقت یعنی قرآنی وحی کے نزول کے وقت ان کا سوال کلامِ الٰہی کے متعلق تھا کیونکہ قرآن کریم میں کلام الٰہی کو بھی رُوح کہا گیا ہے جیسا کہ آیت وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (سورۃ شُوریٰ) سے اور آیت یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ کے ماقبل اور مابعد کی آیات سے ظاہر ہے۔ اس سوال کا جواب خدا تعالیٰ نے یہ دیا کہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ یعنی کلام الٰہی کا نزول یونہی نہیں۔ اور نہ کسی شخص کو اختیار ہے کہ جب چاہے اپنے اوپر خدا کا کلام نازل کرلے۔ بلکہ یہ کلام جو حاملِ علوم الٰہیہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے امر اور حکم سے نازل ہوتا ہے جیسا کہ آیت وَاللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ سے ظاہر ہے۔ اس کی تصدیق تمام کتب سماویہ سے ہوتی ہے۔ یہ سب کے سب کلام مُنزّل علیہ نبیوں کے اختیار یا ارادہ سے نازل نہیں ہوئے۔ بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی مشیت اور امر سے نازل ہوئے ہیں۔

آیت کے دوسرے حصہ یعنی وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا کی تشریح میں فرمایا

کہ اس میں کلام الٰہی کی ضرورت بتائی گئی ہے چونکہ مادی علوم خواہ جس قدر بھی ترقی کر جائیں قلیل اور ناکافی ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی تکمیل کیلئے آسمانی علم اور معرفت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ضرورت آسمان سے کلامِ الٰہی نازل ہو کر پوری کرتا ہے۔ یہی مضمون آیتِ کریمہ بیان فرما رہی ہے کہ جو علم تمہیں حاصل ہے وہ بہت ہی قلیل ہے۔

پھر فرمایا کہ الٰہیات کے بارے میں فلسفیانہ علم بھی بہت قلیل اور کوتاہ ہوتا ہے۔ وہ ایک خالق ہستی کے وجود کے متعلق صرف ''ہونا چاہیئے'' کے ظنّی مقام تک ہی پہنچا سکتا ہے۔ یہ کہ وہ ہستی فی الواقعہ موجود ہے۔ اس یقینی مقام تک صرف کلامِ الٰہی ہی پہنچاتا ہے۔ اِسی کے ذریعے ''انا الموجود'' کی وہ آواز آتی ہے جو خدا کے وجود کو ظنّی مقام سے نکال کر حقّ الیقین کے مرتبہ تک پہنچا دیتی ہے۔ وحی الٰہی اور عقل میں دراصل وہی تعلق ہے جو سورج اور آنکھ میں پایا جاتا ہے۔ آنکھ میں اگرچہ بینائی کا نُور موجود ہے لیکن جب تک خارجی روشنی نہ ہو آنکھ کی بینائی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ انسان یونہی چیزوں کو ٹٹولتا اور اندازے لگاتا رہتا ہے۔

پھر اہل کتاب کی نسبت سے وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا میں یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ اُن کے پاس جو علم توریت یا انجیل کی شکل میں موجود ہے وہ مختصّ الزّمان اور مختصّ القوم ہونے کے لحاظ سے قلیل اور محدود ہے اور عالمگیر ضرورت کو پورا نہیں کرسکتا لہٰذا اَلرّوح یعنی قرآن مجید کی کامل اور عالمگیر وحی کو نازل کیا گیا۔

زمانۂ مستقبل یعنی آئندہ آنے والے دَور کے لحاظ سے آپ نے آیت زیر بحث کی یہ تشریح فرمائی کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جب رُوح کے بارے میں بڑے بڑے فلاسفر اور سائنسدان اپنے نظریات پیش کریں گے۔ دوسری طرف ایسے لوگ بھی پیدا ہو جائیں گے جو کہنے لگ جائیں گے کہ جس طرح پرمیشر ازلی ہے۔ روح بھی ازلی ہے۔ جیسا کہ دورِ حاضر میں آریہ سماج اور برہمو سماج والے یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو پہلے ہی سے یہ جواب دے دیا کہ اے رسول۔ ان کو بتا دے کہ روح انادی اور غیر مخلوق نہیں بلکہ یہ اَمر ربی سے ہے یعنی میرے رب کے حکم سے پیدا کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم کے رُو سے دراصل پیدائش کیلئے دو عالم ہیں۔ ایک عالمِ

خلق جس کا تعلق مادیات سے ہے اور ایک عالم امر جس کا تعلق روحانیات سے ہے۔ اور یہ دونوں عالم خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ جیسا کہ فرمایا اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔ اور آیت زیر بحث میں قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی فرما کر بتایا کہ روح کی پیدائش عالمِ امر سے ہے۔ عالم امر کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا اَرَادَ شَيْئاً اَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُون یعنی جو پیدائش عالمِ امر سے تعلق رکھتی ہے اس کے متعلق سنّتِ الٰہی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کیلئے کُنْ فرماتا ہے پس وہ ہو جاتی ہے۔ پس رُوح کی پیدائش کو اس آیت میں عالمِ امر سے قرار دیا گیا ہے۔ مِنْ اَمْرِ رَبِّی کے الفاظ سے اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ جو کام تمام جہانوں کی ربوبیت کا ربّ کر رہا ہے۔ وہی کام روحِ انسانی، انسان کے محدود جسم میں کر رہی ہے اور جس طرح جسم اپنے اعضا اور جوارح کے لحاظ سے محدود ہے اسی طرح روح بھی اپنی قوتوں اور گُنوں میں محدود ہے۔ سوامی دیانند صاحب نے بھی اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں ویدک دھرم کا روح کے متعلق یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ اس کے گُن محدود ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ محدود گُنوں والی چیز بغیر کسی محدّد کے محدود نہیں ہو سکتی۔ اور یہ امر روح کو حادث اور مخلوق ثابت کرتا ہے۔

اَمْرِ رَبِّی کے الفاظ میں رَبّ کا قرینہ آنے سے اس امر کی کہ روح انادی اور خود بخود نہیں بلکہ مخلوق ہے مزید وضاحت ہوتی ہے کیونکہ قرآن کریم اور لغت کے رُو سے ربّ کے معنی خالق اور پیدا کرنے والے کے بھی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ یعنی اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔ پس اس آیت میں ربّ کا لفظ استعمال کر کے آریہ مت کے اس عقیدہ کی مزید تردید کی کہ روح غیر مخلوق اور انادی ہے۔ علاوہ ازیں ربّ کے لفظ سے اس طرف بھی اشارہ کیا کہ روح کو ادنےٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی ملتی ہے۔ کیونکہ رَبّ کے معنے ادنیٰ حالت سے حسنِ تربیت کے ذریعہ اعلیٰ مدارج تک پہنچانے والی ہستی کے ہیں جیسا کہ قرآن کریم کی آیت رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِىْ صَغِيْرًا سے ظاہر ہے۔

پسُ رُوح امر ربّ سے ہے فرما کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ رُوح کی حالت تغیر پذیر ہے۔ اور ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی کرنے والی ہے۔ اور جب رُوح کا تغیر پذیر ہونا ثابت ہوگیا تو منطق کے قضیہ کے مطابق کہ اَلعَالَم مُتغیّرٌ وَکُلّ مُتغیرٍ حَادثٌ فَالعَالَم حَادِثٌ روح کا حادث ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ پس اس چھوٹے سے فقرہ میں آریہ مت کے عقیدے کا نہایت عمدگی سے بطلان کیا گیا ہے۔

اسی طرح آیت کے دوسرے حصہ یعنی وَمَا اُوتیتم من الْعِلْمِ اِلّا قَلیلاً کی زمانہُ حاضرہ کی نسبت سے آپ نے یہ تشریح فرمائی کہ

اوّل : یہ جملہ اِنسانی رُوح کے کمال علم سے محروم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور کمال علم سے محرومی اسکے مخلوق اور حادث ہونے کا ثبوت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سوامی دیانند نے بھی اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں جہاں ایشور کو سرب شکتیمان (یعنی قادر مطلق اور علیم کل) قرار دیا ہے وہاں جیو اور پرکرتی (یعنی مادہ اور روح) کے متعلق تسلیم نہیں کیا کہ وہ قادر مطلق اور علیم کل ہیں اور ظاہر ہے کہ جو ہستی علم کلی سے محروم ہو وہ ازلی نہیں ہوسکتی۔

دوم: وَمَا اُوْتِیتُم (یعنی جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے) کے الفاظ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو علمِ قلیل رُوح کو حاصل ہے وہ بھی اس کا ذاتی نہیں۔ بلکہ کسی اور ہستی کا عطا کردہ ہے۔ واقعات سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ مثلاً انسان بغیر پڑھانے اور سمجھانے کے کچھ علم نہیں رکھتا۔ پس جب رُوح کا ناقص علم بھی اس کا ذاتی نہیں تو وہ ازلی ابدی اور انادی کس طرح ہوسکتی ہے۔

اسی طرح اُوْتِیتُم میں فعل ماضی استعمال کر کے زمانہ کی قید لگا کر بھی اسے رُوح کے انادی اور ازلی ہونے کے خلاف ثبوت کے طور پر پیش کیا کیونکہ جس چیز پر زمانہ کی قید لگتی ہے وہ ازلی اور ابدی نہیں ہوسکتی۔

ان تمام دلائل سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جس آیت پر پنڈت صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ اس سے علم کی کوئی زیادتی نہیں ہوتی اس میں نہ صرف زمانہ حال بلکہ زمانۂ مستقبل

کے غلط عقائد کا کافی اور شافی بطلان کیا گیا ہے بلکہ چند الفاظ میں عظیم الشان حقائق بیان کر کے خدا تعالیٰ کے علیمِ کل ہونے اور قرآن کریم کے منجانبِ اللہ ہونے کا ثبوت مہیا کیا گیا ہے۔

آپ کی ان تشریحات پر پنڈت کالی چرن صاحب نے صرف یہ کہا کہ مولوی غلام رسول صاحب نے جو تشریح رُوح کے متعلق اس آیت سے پیش کی ہے۔ اور رُوح کے مخلوق اور حادث ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ یہ استدلال نیا ہے۔ پہلی تفاسیر میں اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا گیا۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ تفسیر کبیر امام رازیؒ کے متعلقہ مقام کو نکال کر دیکھو۔ اس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ یہ آیت براہمۂ ہند کے عقیدہ قدامتِ رُوح کی تردید کرتی ہے۔ یہ سن کر پنڈت صاحب خاموش ہو گئے اور مناظرہ ختم کر دیا گیا۔ مسلمانوں کو یہ امید نہ تھی کہ اس سادہ وضع قطع کا احمدی پنڈت کا لیچرن کے اعتراضات کا یوں مُسکت اور مدلّل جواب دے سکے گا۔ مگر جب مناظرہ ختم ہوا تو غیر احمدی مسلمان جو اِس موقع پر موجود تھے انہوں نے آپ کے سامنے بہت ہی خوشی کا اظہار کیا اور یوں حضرت بانئ سلسلہؑ کے ایک درویش غلام نے مخالفینِ اسلام پر یہ ثابت کر کے دکھا دیا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ اس کی کتاب خدا کا زندہ کلام ہے جس میں ہر زمانے کے فلسفیانہ وساوس کا کافی وشافی جواب موجود ہے۔

(ملخص از حُیات قدسی' حصہ چہارم صفحہ ۷۶-۷۵)

۴

''ایک عجیب نورِ معرفت میرے قلب پر نازل ہوا''

حضرت مولانا غلام رسول راجیکیؓ کی ایک عیسائی پادری کے ساتھ کامیاب گفتگو

مذکورہ بالا مناظرہ میں آریوں کے خلاف اہلِ اسلام کی کھلی فتح کے ساتھ خدا تعالیٰ نے عیسائیت کے علمبرداروں پر بھی اتمام حجت کا ایک موقعہ پیدا فرما دیا۔ اس کی تقریب کیسے پیدا ہوئی یہ بھی ایک دلچسپ داستان ہے جس کی تفصیل احمدیت کے یہی فتح نصیب فرزند یوں بیان فرماتے ہیں:۔

''جب میں آریہ سماج کے پنڈال سے مع اپنے احباب کے باہر نکلا تو دروازہ کے باہر بعض پادری صاحبان ملے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے بڑے پادری صاحب آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے بڑے پادری صاحب سے دریافت کیا کہ فرمائیے۔ کس موضوع پر آپ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے کہ آیت یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ کے متعلق کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ خدائے ذوالعجائب کے یہ عجیب تصرفات ہیں کہ جس وقت پادری صاحب نے یہ آیت پڑھی۔ تو اسی وقت ایک عجیب نورِ معرفت میرے قلب پر نازل ہوا۔ اور ایک نئی حقیقت کا انکشاف ہوا۔

'' میں نے پادری صاحب سے دریافت کیا کہ اس آیت کے متعلق آپ کیا استفسار کرنا چاہتے ہیں، کہنے لگے'' یَسْئَلُوْنَ میں جن سائلین کا ذکر ہے۔ وہ کون لوگ ہیں۔ اور روح سے کیا مراد ہے۔ میں نے عرض کیا کہ قرآن کریم چونکہ ہر زمانہ کے لوگوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے اِس وقت تو رُوح کے متعلق سوال کرنے والے پادری صاحبان ہی ہو سکتے ہیں۔ پادری صاحب فرمانے لگے کہ پھر یَسْئَلُوْنَکَ میں جو ''کَ'' خطاب کا پایا جاتا ہے۔ اس سے کون مراد ہوگا۔

میں نے کہا کہ قرآن کریم کے نزول کے وقت تو خدا کا رسولِ تھا۔ اور اب خدا کے رسول کی نمائندگی کرنے والا کوئی غلام رسول ہی ہوسکتا ہے۔ پادری صاحب کہنے لگے کہ آپ غلام رسول ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اگرچہ معناً بھی یہ خاکسار غلام رسول ہے لیکن حسنِ اتفاق سے میرا نام بھی غلام رسول ہے۔ پادری صاحب اس پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے۔ رُوح سے آپ کے نزدیک کون سی رُوح مراد ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہی رُوح جسے انجیل یوحنا میں رُوحِ حق کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ باب ۴ آیت ۱۶۔ ۱۷ میں اس طرح مرقوم ہے:۔ ’’اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا۔ کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی رُوحِ حق جسے دنیا حاصل نہیں کرسکتی۔ کیوں کہ نہ اُسے دیکھتی اور نہ جانتی ہے‘‘۔

اسی طرح باب ۱۶ آیت ۷ سے ۱۳ تک یہ الفاظ ہیں:۔

’’میں تم سے سچ کہتا ہوں میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن میں اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آنکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ راستبازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں۔ اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کرسکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آئے گا۔ تو تمہیں تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ وہ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ اور میرا جلال ظاہر کرے گا‘‘۔

پس یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ میں رُوحِ حق کا ہی ذکر ہے۔ پادری صاحب نے یہ سن کر کہا کہ اس آیت میں تو صرف الرّوح کا ذکر ہے نہ کہ رُوحِ حق کا۔ میں نے کہا کہ عربی زبان کے

قواعد میں یہ بھی ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ سے بعض دفعہ ایک کو حذف کر دینا جائز سمجھا جاتا ہے۔ اور بصورت نکرہ بحالت حذف اسے معرف باللام کی صورت میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پادری صاحب نے کہا کہ یہاں پر اس حذف کے لئے کیا قرینہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کلام سابق میں قرینہ موجود ہے۔ ماقبل کی عبارت میں قُلْ جَاءَ الحق کا فقرہ ہے جس میں الحق کو روح الحق کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اور روح کو حذف کر دیا گیا ہے۔

پس اس فقرہ میں اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ وہ رُوح حق جس کی پیشگوئی کی گئی تھی اور جس کے عیسائی منتظر تھے۔ امر ربی سے آچکا ہے اور چونکہ انجیل کی تعلیم ناقص اور نامکمل ہے جیسا کہ خود مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں ”مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے۔ مگر تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آئے گا تو تمہیں تمام سچائی کی راہ دکھائے گا“۔ اس لئے فرمایا وَمَا اُوْتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيلًا یعنی تمہارا علم جو تمہیں انجیل کے ذریعہ دیا گیا ہے بہت تھوڑا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے تمام سچائی کو پیش کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ جیسے کہ آیات تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ اور مَافَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ۔ وغیرہ سے ظاہر ہے۔

پس اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ وہ روحِ حق جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ وہ امرِ ربّ سے نازل ہو چکا ہے اور جو کچھ انجیل کی تعلیم میں کمی اور نقص تھا۔ خواہ مخصوص القوم ہونے کے اعتبار سے یا مخصوص الزمان ہونے کے اعتبار سے وہ قرآن کریم کے ذریعہ سے اُس نے دور کر دیا ہے جیسا کہ اس بات کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔ الخ۔

جب میں نے مذکورہ بالا مضمون کو شرح وبسط سے بیان کیا تو پادری صاحبان کہنے لگے کہ آپ قادیانی تو نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ خدا کے فضل سے احمدی ہوں۔

کئی مسلمان جو اس آیت کے متعلق آریوں کے ساتھ مناظرہ میں بھی میری تشریح کو سن چکے تھے کہنے لگے کہ آپ نے قرآن کریم کہاں سے پڑھا ہے میں نے کہا کہ فی زمانہ قرآنی علوم کا سرچشمہ حضرت مسیح قادیانی علیہ السلام ہیں۔ اور یہ علوم وفیوض مرکز قادیان سے حاصل ہوتے ہیں۔

(ملخّص از حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۷۶ تا ۷۸)

۵

"غلامِ رسول" اور "غلامِ مسیح" کے مابین ایک کامیاب علمی دنگل

"اہل اسلام کے پژمردہ چہروں پر فتح وشادمانی کے چراغ روشن ہو گئے"

بیسویں صدی کے متحدہ ہندوستان میں جبکہ مسیحیت کے علمبرداروں کی یلغار کے سامنے مسلمان اپنے آپ کو بے دست و پاسمجھ رہے تھے۔عروس البلاد لاہور میں ایک دلچسپ معرکہ ہوا۔جس میں حضرت مسیح محمدی علیہ السلام کے اسی غلامِ درویش۔حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ۔نے اسلام سے مرتد ہونے والے ایک تیز وطرار پادری غلام مسیح کو ایسالاجواب کیا کہ مسلمانوں کے دل باغ باغ ہو گئے۔اس معرکہ کی روئداد حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ یوں بیان فرماتے ہیں۔

۱۹۰۹ء میں خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے ارشاد کے ماتحت لاہور میں مقیم تھا۔ان دنوں لاہور میں گاہے گاہے مختلف مذاہب کی طرف سے جلسے کئے جاتے جن میں اشتہارات کے ذریعہ دیگر اہلِ مذاہب کو بلایا جاتا۔دوسرے اسلامی فرقوں کے علماء میں سے تو بہت کم اس طرف توجہ کرتے۔لیکن ہم احمدی جب بھی عیسائیوں یا آریوں کی طرف سے دعوت دی جاتی ان جلسوں اور مناظروں میں شمولیت اختیار کرتے۔۱۹۰۹ء میں مَیں ابھی نیا نیا لاہور پہنچا تھا[1] کہ عیسائیوں کی طرف سے ایک بڑا پوسٹر شائع کیا گیا۔جس میں ایک مرتد عیسائی غلام مسیح (اس کا پہلا نام غلام محمدؐ تھا) نے مسلمانوں کو بحث کیلئے چیلنج دیا تھا۔اور لکھا تھا کہ وہ قرآن کریم کے ذریعہ حضرت مسیح علیہ السلام کی فضیلت تمام انبیاء پر ثابت کرے گا۔اور مسلمانوں کو بھی بتایا جائے گا کہ وہ غلام محمدؐ سے غلام مسیح کیسے بنا۔۔

---

[1] اُس وقت آپ کی عمر بمشکل 29/30 سال ہوگی۔

اس جلسہ کا انتظام نیلا گنبد کے پاس ایک بہت بڑے ہال میں کیا گیا تھا۔ اس کی بہت بڑے پیمانے پر تشہیر کی گئی اور مسلمانوں کو چیلنج دیا گیا کہ اگر ان کا کوئی عالم ہمارے پادری صاحب کی تقریر کے بعد اُس کے فضیلت مسیح پر دئے ہوئے دلائل کا جواب دینا چاہے تو اسے اجازت ہوگی چنانچہ اس مذہبی دنگل کو دیکھنے کیلئے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد بھی اپنے علماء کو لیکر پہنچی ہوئی تھی۔ ان علماء میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری [1] جیسے جُبہ پوش مولویوں کے علاوہ مولوی محمد ابراھیم صاحب وکیل لاہور اور دیگر نامور علماء اہل اسلام بھی تھے۔ اس لیکچر کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی صدارت لاہور کے بڑے بشپ نے کی جس کے ساتھ دیگر بہت سے انگریز پادری بھی دائیں بائیں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے گویا دجال کا سارا لشکر اپنے زعم باطل میں، اسلام پر کاری ضرب لگنے کا نظارہ دیکھنے کیلئے بنفسِ نفیس وہاں موجود تھا۔

پادری غلام مسیح نے تقریر شروع کرنے سے پہلے اس امر کی وضاحت کی کہ وہ فضیلتِ مسیحؑ از روئے قرآن ثابت کریگا۔ لھذا جو علماء اسلام اس کے دلائل کی تردید میں کچھ کہنا چاہیں ان کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اپنے دلائل بھی قرآن کریم میں سے دیں۔ اس کے علاوہ ان کی کوئی دلیل قابل قبول نہ ہوگی۔ پادری مذکور نے فضیلتِ مسیحؑ از روئے قرآن کے ثبوت میں جو دلائل دئے ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱) مسیحؑ کے سوا کوئی اور نبی بن باپ پیدا نہیں ہوا۔ یہ فضیلت صرف مسیحؑ کو حاصل ہے۔ بیشک آدم کی پیدائش بھی بن باپ ہوئی مگر عصیٰ آدم رَبّہ فغویٰ کے رو سے وہ گنہگار اور گمراہ ثابت ہوتے ہیں۔ لہٰذا اُن کا مقابلہ معصوم مسیحؑ سے نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) مسیح کو قرآن میں غلاماً زکیاً کہا گیا ہے۔ یعنی پاک اور زکی بچہ۔ یہ خصوصیت بھی کسی اور نبی کے حق میں بیان نہیں کی گئی۔

(۴) تمام انبیاء میں سے صرف مسیحؑ کی والدہ کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اور کسی نبی کی

---

[1] یہ دو علماء بوجہ اس کے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے شدید مخالفین میں سے تھے۔ اس وقت چوٹی کے علماء سمجھے جاتے تھے مگر عیسائیوں کے مقابل پر جیسا کہ آگے لکھا گیا ہے اُن کا کوئی بس نہ چل سکا۔

والدہ کا ذکر قرآن میں نہیں۔

(۵) مسیحؑ کو اللہ تعالیٰ نے خود توریت۔انجیل کتاب اور حکمت سکھائی (اس تعلق میں پادری غلام مسیح کا اشارہ سورۃ آل عمران کی آیت ۴۹ کی طرف تھا[1])

(۶) مسیح کو قرآن کریم میں کَلِمَۃُ اللّٰہِ کا خطاب دیا گیا ہے۔یہ خطاب بھی مسیحؑ کے سوا کسی اور نبی کو نہیں دیا گیا۔

پادری موصوف کی اس تقریر کا جواب دینے کیلئے جو علماءِ اسلام سٹیج پر آئے انہوں نے اپنے دلائل قرآن کریم سے دینے کی بجائے توریت اور انجیل کی عبارات پڑھ پڑھ کر اپنا وقت ختم کیا چنانچہ ان کی ہر تقریر کے بعد پادری غلام مسیح اُٹھ کر کہہ دیتا کہ میری مطلوبہ شرط کے مطابق جواب نہیں آیا۔چونکہ قرآن سے مسیحؑ کی فضیلت سب انبیاء پر ثابت ہوتی ہے۔لہٰذا اس کی تردید بھی قرآن ہی سے ہونی چاہیئے۔اِن علماء کا ایسا نہ کرسکنا بتاتا ہے کہ ان کے پاس میرے دلائل کا کوئی توڑ نہیں۔چنانچہ اس نے بار بار اُٹھ کر علماءِ اسلام کی اِس کمزوری کو واضح کیا اور اپنے دلائل کی برتری ثابت کی۔جس سے اہلِ اسلام کی بہت خفّت ہوئی۔اِدھر عیسائی تھے کہ فخر اور خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے۔

حضرت مولانا غلام رسول راجیکیؓ صاحب جو اس جلسہ میں بعض دیگر احمدی احباب کے ہمراہ سٹیج کے قریب ہی بیٹھے تھے (آپ کی عمر اس وقت بمشکل ۲۹۔۳۰ سال کی ہوگی۔یعنی آپ عمر کے لحاظ سے مذکورہ بالا علماء میں سب سے چھوٹے تھے) یہ سب کچھ سن اور دیکھ رہے تھے کہ اچانک صاحب صدر نے ان کا نام پکارا۔آپ حیران ہوئے کہ میرا نام کس نے پیش کیا ہے۔مگر فرماتے ہیں کہ میرے مکرم دوست ملک خدا بخش صاحب (مرحوم و مغفور) نے جو قریب ہی بیٹھے تھے میرا نام خود ہی لکھ کر بھجوا دیا تھا۔اب جونہی آپ خدا کا نام لیکر اٹھے۔تو ایک عجیب منظر دیکھنے میں آیا۔ایک تو آپ عمر کے لحاظ سے دیگر سب علماء سے چھوٹے تھے۔دوسرے آپ نہ جبّہ پوش تھے۔نہ کسی اور قسم کا فاخرہ لباس زیب تن رکھتے تھے۔لہٰذا انہیں سٹیج کی طرف آتا دیکھ کر مسلمانوں کے اندر زبردست بے چینی پیدا ہوئی۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

---

[1] جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ

’’جونہی میں سٹیج کی طرف بڑھا تو بہت سے غیر احمدی علماء میرے ارد گرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے۔ اور میری وضع اور لباس کی سادگی دیکھ کر مجھے حقارت سے کہنے لگے۔ کہ تم نے سٹیج پر جا کر کیا بولنا ہے۔ اپنا وقت ہمیں دے دو۔ میں نے عرض کیا کہ دوسرے علماء جو اب تک بولتے رہے ہیں وہ آپ کے بڑے بھائی اور آپ سے بڑھ کر تھے۔ انہوں نے کیا کر لیا ہے جو آپ کر سکیں گے۔ جس وقت اِن علماء کے ساتھ میری تکرار ہو رہی تھی۔ تو صاحب صدر نے خیال کیا کہ اس شخص کا بولنا ہمارے لئے اَور بھی مفید ہوگا۔ چنانچہ اس نے اُونچی آواز سے دوبارہ میرا نام پکارا۔ اور سٹیج پر بلا لیا۔

’’میں جب سٹیج پر کھڑا ہوا تو میری وضع اور لباس دیکھ کر لوگوں نے مجھے جبّہ پوش علماء کے مقابل پر بہت ہی حقیر خیال کیا اور سمجھا کہ اس آخری تقریر سے اسلام کی اور بھی رسوائی ہوگی۔ اور بہت سے مسلمان مرتد ہو جائیں گے‘‘۔

مگر خدا کو یہی منظور تھا کہ اس موقع پر اس کے مامور کے ایک غلام کے ذریعے اسلام کی برتری ظاہر ہو اور مسیحیت کے علمبرداروں کا منہ کالا ہو۔ چنانچہ آپ نے سٹیج پر پہنچتے ہی پہلے بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھا اور پھر پادری غلام مسیح کی ایک ایک دلیل کو لیکر جواب دینے لگے۔ آپ کا جواب اتنا مدلّل۔ مضبوط اور دندان شکن تھا کہ جونہی آپ ایک دلیل ختم کرتے ہال جس میں اکثریت مسلمانوں کی تھی خوشی کے نعروں سے گونج اٹھتا۔ آپ کی تقریر کا خلاصہ جسب ذیل ہے۔ آپ نے فرمایا۔

پہلی دلیل پادری غلام مسیح نے فضیلت مسیحؑ کے سلسلہ میں یہ پیش کی ہے کہ وہ بغیر باپ پیدا ہوئے اس کے جواب میں عرض ہے کہ۔

اوّل:۔ قرآن کریم نے بغیر باپ پیدائش کو کہیں بھی وجہ ٔفضیلت قرار نہیں دیا۔ اگر ہے تو قرآن کریم سے اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔

دوم :۔ جو امر باعثِ فضیلت ہوتا ہے وہ مقام مذمّت نہیں ہوسکتا۔ مگر قرآن کریم بتاتا ہے کہ حضرت مریم کو اس کی وجہ سے موردِ سبّ وشتم ٹھہرایا گیا جیسا کہ فرماتا ہے وعلیٰ مریم بہتاناً عظیماً۔ پس یہ کیا فضیلت ہوئی کہ پیدا ہوتے ہی ماں بیٹا دونوں لوگوں کے نزدیک باعث مذمّت بن گئے۔

سوم :۔ حضرت مسیحؑ کو بن باپ پیدا ہونے میں حضرت آدم علیہ السلام کا مثیل قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ان مَثَل عِیسیٰ عِند اللّٰہِ کَمُثَلِ آدم ۔ اس مماثلت میں حضرت آدمؑ کا پلہ بھاری نکلتا ہے کیونکہ ایک تو وہ بغیر ماں اور باپ پیدا ہوئے (یعنی خلق کئے گئے) دوسرے ان پر اس وجہ سے کوئی الزام نہیں لگا۔

چہارم :۔ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت آدمؑ فَعَصیٰ آدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی کے رو سے گنہگار اور گمراہ ٹھہرے۔ اس لئے غلط ہے کہ قرآن کریم نے ہی دوسرے مقام پر فرمایا ہے فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْلَہٗ عَزْماً یعنی حضرت آدمؑ سے بھول ہوئی۔ اس میں ان کا ارادہ شامل نہیں تھا۔ دوسرے ان کی شان یہ ہے کہ ان کے بارے میں قرآن کریم میں لکھا ہے کہ فرشتوں کو کہا گیا۔ انہیں سجدہ کرو۔ اور انہوں نے سجدہ کیا۔ لیکن مسیحؑ معصوم ہوکر بھی اس علوِ مرتبت کو نہ پہنچ سکا۔ بلکہ انجیل کی رو سے شیطان چالیس دن تک ان کے پیچھے پڑا رہا کہ وہ اسے سجدہ کریں۔ پس پادری صاحب خود موازنہ کرلیں کہ وہ ہستی افضل ہے جسے فرشتے سجدہ کریں یا وہ جس کو شیطان کہے کہ مجھے سجدہ کر۔

دوسرے قرآن کریم کی رو سے مسیحؑ آدمؑ کا مثیل ہے اس لئے اگر آدم گنہگار ہے تو مسیحؑ بھی گنہگار ہے۔

دوسری دلیل پادری صاحب نے یہ دی ہے کہ مسیحؑ کی روح القدس سے تائید کی گئی۔ جو کسی اور نبی کے متعلق ثابت نہیں۔ جواباً عرض ہے کہ

اوّل۔ حضرت مسیحؑ کو تو روح القدس کی تائید حاصل ہوئی۔ جو ایک فرشتہ تھا۔ مگر حضرت آدمؑ کے اندر تو خود اللہ کی رُوح پھونکی گئی جیسا کہ فرمایا۔

فَاِذَا سَوَّیتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیهِ مِن رُّوْحِی فَقَعُوالَهٗ سَاجِدِیْن۔

یعنی جب میں اسے بنالوں اوراس کے اندر اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اسے سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ۔ گویا ان کے اندر خدا کی رُوح پھونکے جانے کی وجہ سے فرشتوں کو حکم ہوا کہ ان کو سجدہ کریں اور سجدہ کرنے کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ سارے کے سارے آپ کی تائید پر کمربستہ ہو جائیں۔غرض حضرت مسیح کو تو صرف ایک فرشتہ کی تائید حاصل تھی مگر حضرت آدم کو سب فرشتوں کی۔ اس اعتبار سے حضرت آدمؑ حضرت مسیحؑ سے افضل ٹھہرے

دوم:۔اگر روح القدس (جو ایک فرشتہ ہے) کی تائید حاصل ہونا باعثِ فضیلت ہے تو پادری صاحب صحابہ رُسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہیں گے جن کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ انہیں روح من اللہ کی تائید حاصل تھی۔ جیسا کہ آیت اُولٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیمَانَ وَاَیَّدَهُم بِرُوْحٍ مِّنْهُ سے ظاہر ہے۔ پھر وہ وجہ فضیلت جو آنحضرت ﷺ کے متبعین کو حاصل ہے خود آپ ﷺ کا صاحب فضیلت ہونا بدرجہ اُولیٰ ثابت کرتی ہے کیونکہ تابع کو جو کمال حاصل ہوتا ہے وہ مُتبوع کے کمال کی بدولت ہی ہوتا ہے۔

تیسری دلیل پادری صاحب نے حضرت مسیح کی وجہ فضیلت کی یہ بیان کی ہے کہ انہیں قرآن کریم میں غلاما زکیا یعنی ''پاک لڑکا'' ہونے کا خطاب دیا گیا ہے۔اس کے مقابل پر ہمارے آنحضرت ﷺ کو ''مُزَکّی'' کہا گیا ہے یعنی پاک کرنے والا جیسا کہ قرآن کریم میں مختلف مقامات پر آپؐ کے بارے میں یُزَکِّیهِم (وہ پاک کرتا ہے) کے الفاظ آئے ہیں۔

اب پادری صاحب خود دیکھ لیں کہ وہ افضل ہوتا ہے جو خود پاک ہو یا وہ جس کی صحبت اور قوت قدسیہ سے دوسرے لوگ پاک اور مطہر بنیں۔ آگے فرمایا کہ

دراصل حضرت مسیح کے بارے میں ''زکی'' کا لفظ خاص طور پر اس لئے آیا ہے کہ حضرت مریم پر حضرت مسیح کی پیدائش کے بارے میں جو الزام عائد کیا گیا تھا۔(عَلٰی مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیمًا) اِس الزام کی تردید ضروری تھی ورنہ ہر نبی بچپن میں اور جوانی میں زکی اور پاک ہوتا ہے۔

چوتھی دلیل حضرت مسیحؑ کی فضیلت کی پادری صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ آپ کی والدہ کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اگر پادری صاحب کے اس معیار کو تسلیم کیا جائے تو کیا وہ سارے لوگ اور دشمنانِ انبیاء جن کے نام قرآن کریم میں آتے ہیں وہ سارے کے سارے فضیلت مآب سمجھے جائیں گے۔

دوسرے قرآن کریم کا ایک مقصد اُن قصص اور واقعات کی حقیقت بیان کرنا ہے جن کے بارے میں صُحفِ سابقہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چونکہ حضرت مریمؑ اور ابن مریمؑ کے بارے میں یہود اور نصاریٰ میں بہت اختلاف پائے جاتے ہیں اس لئے ان کا نام لیکر اصل حقیقت واضح کی گئی۔ دوسرے انبیاء کی امہات کا نام لینے کی اس لئے ضرورت نہ تھی کہ ان کے بارے میں اس قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔

پانچویں دلیل مسیحؑ کی فضیلت کے حق میں پادری صاحب نے یہ پیش کی ہے کہ انہیں قرآن کریم کے رُو سے کتاب اور حکمت یعنی توریت اور انجیل سکھائی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ:۔

اوّل۔ حضرت مسیحؑ کو جو تعلیم اور حکمت سکھائی گئی وہ مختص القوم اور مختص الزمان تھی کیونکہ قرآن کریم کے نزدیک آپ صرف بنی اسرائیل کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے (جیسا کہ فرمایا ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل) مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تعلیم دی گئی یعنی قرآن مجید وہ عالمگیر تھی کیونکہ آپ ''رحمۃ للعالمین'' تھے۔ پس وہ نبی جسے ایک جامع اور عالمگیر تعلیم سکھائی گئی اس سے زیادہ افضل ٹھہرا جسے صرف ایک قوم کی طرف بھیجا گیا۔

دوم:۔ حضرت مسیحؑ کے بارے میں تو یہ آتا ہے کہ انہیں کتاب [توریت] اور حکمت سکھائی گئی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ کتاب اور حکمت دوسروں کو سکھانے والے تھے۔ جیسا کہ فرمایا وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ۔ ظاہر ہے کہ سکھانے والا یعنی (مُعلّم) سیکھنے والے کی نسبت زیادہ بہتر اور افضل ہوتا ہے۔

چھٹی دلیل فضیلت مسیحؑ کی پادری صاحب نے یہ دی کہ انہیں قرآن کریم میں کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ اگر مسیحؑ کو کلمۃ اللہ ہونے کی وجہ سے کوئی خصوصیت حاصل ہے تو ان کی اس خصوصیت میں

کائنات کا ہر ذرّہ شریک ہے کیونکہ فرمایا لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي غرض قرآن کریم کے نزدیک کائنات کی ہر شے کلمۃ اللہ ہے۔ پس یہ کوئی وجہ فضیلت نہیں۔

آپ کے ہر جواب پر ہال تحسین و آفرین کے نعروں سے پہلے ہی گونج رہا تھا۔ اب جونہی آپ اپنی تقریر ختم کر کے سٹیج سے اتر کر باہر آئے تو پچاس ساٹھ جوشیلے مسلمان نوجوانوں نے آپ کو کندھوں پر اٹھا لیا۔ اور بار بار جزاکم اللہ جزاکم اللہ کہنے لگے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ احمدی ہیں تو سب کہنے لگے کہ آخر احمدی بھی تو ہمارے بھائی ہیں۔ ان کے جوابات نے تو آج اسلام کی لاج رکھ لی اور مسلمانوں کا بول بالا ہوا۔

پادری غلام مسیح اسلام کے اس جری پہلوان کے جواب میں تردیداً تو کچھ نہ کہہ سکا۔ صرف اتنا کہا کہ اس مجیب نے اَور رنگ میں جوابات دئے ہیں۔ گویا خدا نے اس مرتد کو بالکل لاجواب کر دیا۔ اور خدا کا الہام بڑے جلال سے پورا ہوا کہ۔

”میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانات کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے“۔

(ملخص از حیاتِ قدسی حصہ چہارم صفحہ ۳۹-۴۶)

اب ذیل میں احمدی اور غیر احمدی علماء کے مابین ہونے والے دو ایسے مناظروں کا حال بیان کیا جاتا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے احمدی علماء کو نہ صرف دلائل کے میدان میں فتح عظیم بخشی بلکہ اپنی قدرت کا نشان دکھا کر حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کے پیش کردہ علم کلام کی برتری کا ثبوت بہم پہنچایا۔ اِن دونوں مناظروں کا حال سلسلہ کے اِسی بزرگ درویش حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی زبانی یوں بیان ہوا ہے:

پہلا مناظرہ

''ہم پر احمدیت کی صداقت منکشف ہوگئی ہے''

مناظرہ کے دوران آٹھ تعلیم یافتہ نوجوانوں کا قبول حق

حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں۔

''۱۹۱۲ء کی بات ہے میں آگرہ میں تھا کہ قادیان سے اس مضمون کا تار ملا کہ میں دہلی سے حضرت میر قاسم علیؓ کو ساتھ لیکر مونگھیر (صوبہ بہار) میں پہنچوں کیونکہ وہاں غیر احمدی علماء نے احمدیوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا ہے۔ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح کی یہ بھی ہدایت تھی کہ دعا اور استغفار کثرت سے پڑھتے جائیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سلسلہ کے دو اَور علماء یعنی حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ اور حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ بھی مرکز کی طرف سے عازم مونگھیر ہو چکے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہاں ہندوستان کے طول وعرض سے آئے ہوئے قریباً ڈیڑھ سو غیر احمدی علماء جمع ہیں۔ جن میں علاوہ دیگر عالم و فاضل علماء کے سلسلہ کے شدید معاند مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی بھی پہنچے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے لوگوں میں یہ مشہور کر رکھا تھا کہ احمدی مناظر عربی زبان سے بالکل نابلد ہیں۔ لہٰذا انہوں نے از راہِ شرارت احمدیوں پر فتح پانے کی یہ

ترکیب سوچی کہ انہیں عربی میں مناظرہ کی دعوت دی جائے۔ اور طے یہ پایا کہ احمدی مناظر پہلے عربی میں وفات مسیح پر دلائل لکھ کر ان کو مع ترجمہ و تشریح مجمع میں پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد غیر احمدی مناظر اپنا جوابی پرچہ لکھ کر سنائے گا۔"

اس کے بعد کیا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے غیر احمدی علماء کے اس مکروفریب کو کس طرح انہیں کے اُوپر مار کر اپنا نشان ظاہر فرمایا، ایک دلچسپ روئداد ہے جس کی تفصیل حضرت مولانا صاحب موصوفؒ کی زبانی سننے کے لائق ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"جب ہم وقت پر میدان مناظرہ میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مخلوق کا ایک اژدھام پنڈال میں جمع ہے بعض کے اندازہ میں یہ مجمع ۱۵ ہزار کے قریب تھا اور بعض کے اندازہ میں اس سے بھی زیادہ تھا۔ انتظام کیلئے پولیس کے اعلیٰ افسران تک موجود تھے۔ مناظرہ کی کارروائی کیلئے پانچ صدر مقرر کئے گئے تھے۔ دو احمدیوں کی طرف سے اور دو غیر احمدیوں کی طرف سے اور پانچواں صدر ایک معزز ہندو تھا۔ جو شہر کا رئیس اور آنریری مجسٹریٹ بھی تھا۔ آگے فرماتے ہیں:

"وقت مقررہ پر صدر اعظم نے مجھے پرچہ لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے قلم دوات لیکر پرچہ عربی میں لکھنا شروع کیا اور خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے وفات مسیح کی چار پانچ آیتوں کے ساتھ ساتھ صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل بھی لکھ دیئے۔ پھر عربی عبارت کا اردو ترجمہ اور مفہوم بھی تحریر کیا۔ وقت ختم ہونے پر خاکسار پرچہ کو سنانے کیلئے اٹھا۔ کھڑے ہوتے وقت میں نے محسوس کیا کہ کوئی چیز آسمان سے اتری ہے اور میرے وجود اور قویٰ اور حواس پر مسلط ہوگئی ہے۔ وہ روح القدس کی روحانی تجلّی کا نزول تھا۔" آگے فرماتے ہیں:

''میری آواز زیادہ بلند نہ تھی اور نہ ہی میں خوش الحان تھا۔لیکن اس وقت سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی برکت اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی دعا وتوجہ سے مجھے آسمانی تائید حاصل ہوگئی۔ میری آواز اس قدر بلند ہوئی کہ سارے مجمع میں آسانی سے سنائی دینے لگی اور مجھے خوش الحانی بھی عطا کی گئی۔ یہاں تک کہ مجھے اپنی آواز سے خود لذت اور سرور محسوس ہونے لگا''۔

آگے آپ فرماتے ہیں ''میں نے ابھی پرچہ کا آٹھواں حصہ ہی پڑا ہوگا کہ علماء مخالفین نے فتنہ انگیزی شروع کردی اور شور مچانا شروع کردیا اور کہنے لگے کہ یہ اپنا اثر ڈال رہا ہے اس کو صرف پرچہ پڑھ کر اس کو ختم کرنا چاہیئے۔اُن کی اِن بیجا حرکات کو دیکھ کر صدر اعظم نے ان کو تقریر کے دوران بولنے اور شور ڈالنے سے منع کیا اور مجھے اپنے بیان کو جاری رکھنے کیلئے کہا۔لیکن جب میں کچھ حصہ اور پڑھ چکا تو پھر ان دو غیر احمدیوں صدروں نے شوروغل مچا دیا۔تب صدر اعظم نے بہت ہی رنجیدہ ہو کر کہا کہ اگر غیر احمدی علماء اپنے اس بے جا طریق سے باز نہ آئے تو وہ مناظرہ ختم کر دیں گے اور اپنی صدارت سے مستعفی ہو جائیں گے۔ آگے فرماتے ہیں:

'' اس اثناء میں آٹھ نوجوان جن میں سے بعض گریجویٹ اور اچھے تعلیم یافتہ تھے مجمع میں سے اُٹھکر میری میز کی طرف بڑھے۔ جب ان سے آگے بڑھنے کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ ہم پر احمدیت کی صداقت منکشف ہوگئی ہے۔اور ہم اپنے احمدی ہونے کا اعلان کرنا چاہتے ہیں۔اس پر حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ امیر وفد نے انکو وہاں پر اعلان کرنے سے منع کیا اور قیام گاہ پر حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ وہ قیام گاہ پر آکر مشرف با احمدیت ہوئے اور ان کی درخواست ہائے بیعت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی خدمت میں بھجوادی گئیں فالحمد للہ علی ذالک''۔

اس موقع پر ایک ایسا عبرتناک واقعہ ہوا جو معاندین کی آنکھیں کھولنے والا تھا یعنی یہ بتاتا تھا کہ سلسلہ حقہ کی مخالفت کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اس کی روئداد حضرت مولوی صاحب

موصوف یوں بیان فرماتے ہیں۔

''جب بڑے صدر صاحب نے جلسہ کے برخواست ہونے کا اعلان کیا تو مولوی محمدؐ ابراہیم صاحب جو علماء مخالفین کے پیچھے تھے ایک کرسی پر چڑھ کر نعرے بلند کرنے لگے۔ ابھی نعرے کے پورے الفاظ اُن کی زبان سے نہ نکلے تھے کہ مولوی صاحب کی کرسی ان کے اس بے ہودہ جوش کی وجہ سے الٹ پڑی اور وہ بری طرح زمین پر گرے۔ ان کی ٹانگیں اوپر تھیں اور سر نیچے۔ پگڑی کہیں دُور گری ہوئی تھی اور اس پر ستم ظریفی یہ ہوئی کہ جن لوگوں کے سامنے انہوں نے یہ غلط بیانی کی تھی کہ قادیانی علماء عربی بالکل نہیں جانتے انہوں نے اس دروغ بیانی کے پیش نظر غصے کی حالت میں ان کو گھیر لیا اور مکوں اور لاتوں سے ان کی وہ درگت بنائی کہ الامان والحفیظ۔ الغرض مولوی صاحب کو اپنی کذب آفرینی اور تعلّی اور شیخی کا پورا پورا بدلہ اپنے لوگوں سے مل گیا۔''

(ملخص از 'حیات قدسی' حصہ سوم صفحہ ۵۱ تا ۵۳)

۷

دوسرا مناظرہ

''میں علی وجہ البصیرت اپنے احمدی ہونے کا اعلان کرتا ہوں''

مناظرہ کے بانی چوہدری خان محمد (نمبردار) کا مناظرہ سننے کے بعد اقرارِ حق

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی فرماتے ہیں

''ایک بار موضع چک لوہٹ ضلع لدھیانہ کے احمدی احباب کی خواہش پر میں نے وہاں کچھ دن قیام کر کے تقریریں کیں۔ اور صبح درس دینے کا بھی سلسلہ شروع ہوا۔ اس درس میں بعض غیر احمدی احباب بھی شریک ہونے لگے۔ ایک دن اس گاؤں کے نمبردار چوہدری خاں محمد صاحب بھی حلقہ درس میں شامل ہوئے اور کہنے لگے کہ حقیقت تب معلوم ہو جب آپ ہمارے کسی عالم کے بالمقابل ان کے دلائل کا جواب دیں۔ چنانچہ وہ روپڑ ضلع انبالہ میں جا کر اپنے ساتھ آٹھ غیر احمدی علماء لے آئے۔ وہ علماء اپنے ساتھ بیشمار کتب بھی لیتے آئے۔ ان میں سے سب سے بڑے عالم مولوی محمد عبداللہ صاحب فاضل کے ساتھ میرا مناظرہ مقرر ہوا۔ پہلی تقریر میں نے صداقت مسیح موعودؑ اور دلائل وفات مسیحؑ پر کی۔ مولوی عبداللہ نے اپنی جوابی تقریر میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہیں اس لئے آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ انہوں نے میرے وفات مسیحؑ کے دلائل کا کوئی جواب نہ دیا۔''

آگے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے اپنی تقریر میں جو فرمایا اس کا خلاصہ یہ تھا۔

'مولوی عبداللہ صاحب نے میرے وفات مسیحؑ کے بارے میں دیئے گئے دلائل کی کوئی تردید نہیں کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی حضرت عیسیٰؑ وفات پاچکے ہیں اور اگر یہ درست ہے تو تمام کتب حدیث میں مسیحؑ کی آمد کا جو وعدہ آیا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ بالخصوص جبکہ آنے والے مسیح کو صحیح مسلم میں چار بار ''نبی اللہ'' کے الفاظ میں یاد کیا گیا ہے۔[1] اور پھر یہ بھی ہے کہ جب آنے والا مسیح نبی ہوگا تو آنحضرت کے خاتم النبیین ہونے کے یقیناً وہ معنی نہیں جو غیر احمدی علماء کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ منصب نبوت کلیۃً بند ہے۔ اس سے تو بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اتباع میں اور احکام شریعت کی ترویج واشاعت کیلئے نبی آسکتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے اس

---

[1] یہ صحیح مسلم میں حضرت النواس بن سمعان سے مروی ایک طویل حدیث ہے۔ جس میں آنحضرت ﷺ نے پہلے دجال اور اسکی علامات کا ذکر فرمایا۔ پھر حضرت مسیح کی آمد ثانی کا اور پھر یاجوج و ماجوج کے نکلنے کا۔ حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

''.....و یبعثُ اللّٰہُ یاجُوجَ و ماجُوجَ و ھُم مِن کُلِّ حَدَبٍ ینسِلُون.....و یُحصَرُ عیسٰی نبیُّ اللّٰہِ و اَصحابُہ.. ....فیرغبُ نَبِیُّ اللّٰہِ عیسٰی و اَصحابُہ فیُرسِلُ اللّٰہُ عَلَیھِم النَّغفَ فی رِقابِھِم ......ثُم یھبِطُ نبیُّ اللّٰہ عیسٰی و اَصحابُہٗ اِلی الارضِ......فیرغبُ نبیُّ اللّٰہِ عیسٰی و اصحابُہٗ اِلی اللّٰہِ فیُرسِلُ اللّٰہُ طیرًا کَاَعناقِ البُختِ فتحمِلُھُم فتطرحُھُم حیثُ شاءَ اللّٰہُ ..... ثُم یُقالُ لِلارضِ: اَنبِتِی ثَمرَتَکِ و رُدِّی بَرکَتَکِ''

ان کا مطلب یہ ہے کہ

''ان روح فرسا حالات میں نبی اللہ عیسیٰؑ (یعنی مسیح موعودؑ) اور آپکے ساتھی دشمنوں کے نرغے میں آجائینگے۔ پھر آپ خدا تعالیٰ کے حضور دعا اور تضرع کیساتھ رجوع کرینگے، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کی گردنوں میں طاعون پیدا کردیگا جس سے وہ ہلاک ہوجائینگے.....پھر نبی اللہ عیسیٰ اور آپکے اصحاب میدانوں کی طرف اترینگے تو دیکھیں گے کہ زمین یاجوج و ماجوج کی لاشوں سے بھری پڑی ہے۔ اس پر خدا کا نبی عیسیٰ اور آپکے اصحاب پھر خدا کے حضور دعا کرتے ہوئے جھکیں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا جو ان لاشوں کو اٹھا اٹھا کر وہاں پھینک آئینگے، جہاں اللہ تعالیٰ ان کو حکم دیگا۔ تب زمین کو کہا جائیگا کہ تو اپنے پھل اُگا۔ اور تیری برکت تجھے واپس دی جاتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس عیسیٰ نبی یعنی مسیح موعود اور آپکے صحابہ کی دعاؤں کے طفیل زمین پر پھر امن اور خوشحالی کا دور لے آئیگا۔''

('صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال)

قول سے کہ انا آخر الانبیاء و مسجدی هذا آخر المساجد سے اس تشریح کی تائید ہوتی ہے کیونکہ آخر المساجد (مسجد نبوی) کے بعد ہزار ہا مساجد جو اس کے بعد اسلام میں بنائی گئی ہیں وہ سب کی سب مساجد مسجد نبوی کی نیابت میں بنائی گئی ہیں۔ اسی طرح آنحضرتؐ کے آخر الانبیاء ہونے کے باوجود آپ کی نیابت میں امتی نبی کا آنا آپ کے مقام خاتم النبیین کے منافی نہیں'۔

آپ کی اس تقریر کے جواب میں غیر احمدی مولوی نے اپنے سچا ہونے کی یہ عجیب دلیل دی کہ چونکہ ہم اکثریت میں ہیں اور اکثریت جس پر متفق ہو وہی سچی ہوتی ہے۔ لہذا ہم حق پر ہیں۔

اس کا حضرت مولوی صاحب موصوف نے ایک تو قرآن کریم کے حوالے سے یہ جواب دیا کہ آیت ماکان اَکْثَرُھُمْ مومنین کے مطابق ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ اکثر لوگ شروع میں ایمان نہیں لاتے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ میری اُمت کے بہتّر فرقے ہو جائیں گے ان میں سے سوائے ایک کے باقی سب گمراہی پر ہوں گے۔ اس کے بعد کیا ہوا اس کے بارے میں حضرت مولانا موصوف فرماتے ہیں۔

''ابھی بحث کے مقررہ وقت سے آدھ گھنٹے کے قریب باقی تھا کہ جناب چوہدری خان محمدؐ صاحب جو اُن غیر احمدی علماء کو دعوت دیکر روپڑ سے ساتھ لائے تھے اور ان کے جلسہ کی صدارت کر رہے تھے۔ اپنی جگہ سے اُٹھ کر دونوں فریق کے مناظروں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور اونچی آواز سے کہنے لگے کہ میں علماء کو روپڑ سے خود لایا تھا۔ اس کی غرض ہار جیت نہ تھی اور نہ کوئی تعصب و بغض تھا۔ بلکہ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میری اصلی غرض حق جوئی اور حق طلبی تھی۔ اِس وقت تک جسقدر بحث ہو چکی ہے اس کے سننے سے میرا مقصد بخوبی حاصل ہو گیا ہے اور میں نے منصفانہ طریق سے سمجھ لیا ہے کہ حق کس طرف ہے اور باطل کس طرف۔ میں اپنے علماء کو عالم اور ایماندار سمجھ کر لایا تھا لیکن اب اس بحث کے بعد میرا حسنِ ظن ان کے متعلق بدل گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان علماء نے

احمدی عالم کے سامنے دھوکا اور فریب کی باتوں کو پیش کیا ہے اور بدکلامی اور بدتہذیبی سے کام لیا ہے۔ان کے مقابل پر احمدی مناظر نے نہایت شرافت اور تہذیب کا نمونہ اور عالمانہ شان دکھائی ہے جس سے میرے دل پر گہرا اثر پڑا ہے پس میں علی وجہ البصیرت اپنے احمدی ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔اس کے بعد مجھے کسی بحث کی ضرورت نہیں۔جن علماء کو میں لایا ہوں وہ اب میری طرف سے رخصت ہیں اور میں ان سے علیحدگی کا اظہار کرتا ہوں۔"

چوہدری خان محمدؐ صاحب کے اس اعلان پر کئی اور افراد نے بھی احمدیت کو قبول کرنے کا اعلان کیا اور غیر احمدی علماء چار بجے سے پہلے چک لوہٹ سے بہت حسرت اور بے آبروئی کے ساتھ رخصت ہو کر واپس چلے گئے۔

خدا تعالیٰ کی خاص نصرت اور فضل سے عین اس موقعہ پر آٹھ افراد نے بیعت کر کے سلسلہ حقہ کو قبول کرلیا۔فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

(ملخص از حیاۃ قدسی حصہ سوم صفحہ ۹۳۔تا ۹۴)

۸

''مسلمانوں کے چہرے خوشی سے دمک اٹھے''

ایک ہونہار طالب علم کا ایک ہندو پنڈت دھرم بھکشو سے کامیاب مناظرہ

ذیل میں حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے ایک نوخیز اور نوعمر مرید کی ایک اَور تیز طرار ہندو پنڈت سے کامیاب مناظرہ کی روئداد بیان کی جاتی ہے اس کمسن مقررِ احمدیت کی قوتِ بیانیہ اور روحِ ایمانیہ سے لبریز یہ مناظرہ بھی اسی طرح اہل اسلام کے حوصلوں کو بلند کرنے اور ان کی خوشیوں کو دوبالا کرنے کا موجب بنا جسطرح کہ اس سے قبل بیان کردہ حضرت مولانا راجیکیؓ کا غلام مسیح پادری کے ساتھ کیا ہوا مناظرہ۔ یہ کم سن مجاھد اسلام وہ تھے جو بعد میں سلسلہ میں حضرت مولانا ابوالعطاء اللہ دتہ جالندھری [1] کے نام سے مشہور ہوئے۔ اُس وقت البتہ آپ کو اپنے بچپن کے نام ''اللہ دتہ'' سے ہی پکارا جاتا تھا۔ انہیں کی زبانی آپ کے اِس مناظرہ کی تفصیلی روئداد ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں۔

''جن دنوں میں قادیان میں مبلغین کلاس میں پڑھتا تھا امرتسر میں ایک آریہ پنڈت دھرم بھکشو آئے اور انھوں نے مسلمانوں کو مناظرہ کے چیلنج پر

---

[1] حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری سلسلہ کے ایک نامور اور جید عالم تھے۔ آپ کو بلادِ عربیہ میں بھی بطور مبلغ کام کرنے کا موقع ملا۔ اس طرح مرکزِ سلسلہ میں بھی آپ نظارت واصلاح وارشاد میں بطور ناظر اور مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ میں بطور صدر خدمات بجالاتے رہے جامعہ احمدیہ کے پرنسپل بھی رہے مذکورہ بالا واقعہ اُس وقت کا ہے جب آپ ابھی قادیان میں مبلغین کلاس میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ آپ ہی کے ایک صاحبزادے اِس وقت لندن کی احمدیہ مسجد جو 'مسجد فضل لندن' کے نام سے مشہور ہے کے امام اور اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ کے مصداق ہیں۔ ان کا نام گرامی مکرم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد ہے۔

چیلنج دینے شروع کر دیئے۔ کئی مسلمان علماءِان کے[1] مقابلے میں آئے مگر پنڈت صاحب کی تیزی وطراری کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی حتی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جو حضرت بانی سلسلہ کی مخالفت میں پیش پیش ہونے کی وجہ سے مردِ میدان سمجھے جاتے تھے بھی اپنے جوہر دکھا کر واپس آگئے۔ جب امرتسر کی جماعت نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے جماعت کے سیکرٹری تبلیغ چوہدری غلام محمد صاحب شہید کو قادیان بھجوایا کہ وہاں سے کسی عالم کو لے آئیں کیونکہ مسلمانوں کی سخت سبکی ہو رہی ہے۔ مولانا صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ میں اتفاقاً بازار سے گزر رہا تھا کہ چوہدری غلام محمد صاحب سے میری ملاقات ہوگئی۔ وہ اس قدر گھبرائے ہوئے تھے کہ مجھے ملتے ہی پہلا سوال انہوں نے یہ کیا کہ اگر کوئی آریہ احمدیوں کو مناظرہ کا چیلنج دے تو کیا کرنا چاہیئے۔ میں نے اپنے طالب علمی کے جوش میں بیساختہ کہہ دیا کہ ایسا چیلنج فوراً قبول کر لینا چاہیئے۔ غالباً یہی امر میرے اس مناظرہ کیلئے منتخب کئے جانے کا موجب بن گیا کیونکہ اگلے دن جب وہ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیرؓ نائب ناظر دعوت وتبلیغ کی معیت میں حافظ روشن علی صاحبؓ جو مبلغین کلاس کے استاد تھے کے پاس آئے اور اُن سے اِس موضوع پر ان کی گفتگو ہوئی تو قرعہ خاکسار کے نام ہی پڑا یعنی مکرم حافظ صاحب نے فرمایا کہ اللہ دتہ! تم امرتسر جانے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ اس پر چوہدری غلام محمد صاحب تو مجھے امرتسر کے حالات بتا کر اور اخراجات سفر دیکر رخصت ہو گئے اور میں جلد جلد تیار ہونے لگ گیا۔ مناظرہ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو قرار پایا تھا۔ اس لحاظ سے مجھے

---

[1] پنڈت دھرم بھکشو کے مقابل پر تقریر کرنے والوں میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری جیسے اشد المخالفین بھی تھے مگر یہاں بھی ان کی کوئی دال نہ گلی۔

بہر حال جمعرات کو قادیان سے روانہ ہونا تھا۔ اتفاق یہ ہوا کہ بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب کو قادیان میں موسلا دھار بارش ہوئی جس کی وجہ سے تانگوں کا بٹالہ جانا دشوار ہو گیا مگر میں اسقدر بیقرار تھا کہ میں نے پیدل ہی بہتے پانیوں میں سے گزر کر بٹالہ پہنچنے کا ارادہ کرلیا تا کہ بٹالہ سے گاڑی لیکر شام کو امرتسر پہنچ جاؤں۔ حضرت حافظ صاحب میرے اس عزم کو دیکھ کو بہت خوش ہوئے اور دعا فرمائی۔ مگر میں ابھی روانگی کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ حسن اتفاق سے ایک لاری پانیوں کو چیرتی ہوئی کسی خاص کام کے لئے قادیان پہنچ گئی اور اس طرح مجھے اس پر سوار ہو کر بٹالہ پہنچنے کا موقع مل گیا۔'' آگے فرماتے ہیں:

"بٹالہ سے گاڑی میں سوار ہونے کے بعد مجھے غنودگی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ اس مناظرہ میں خاص تائید الٰہی کا نشان ظاہر ہوگا۔ امرتسر پہنچ کر جب میں جماعت کے دوستوں کی معیت میں آریوں کے مندر میں جہاں مناظرہ ہونا تھا، داخل ہو رہا تھا تو دروازے پر بہت سے غیر از جماعت دوست کھڑے نظر آئے۔ اِن میں سے ایک کو میں نے اپنے ایک احمدی دوست سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ آپ لوگ پنڈت دھرم بھکشو کے مقابلے کیلئے کس کو لے آئے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ جس کے سامنے مولوی ثناء اللہ صاحب کی کچھ پیش نہیں کی گئی وہاں ایک طالب علم کیا کرے گا۔ کسی بڑے عالم یا اپنے خلیفہ صاحب کو ہی لے آتے۔ ان الفاظ کا میرے کانوں میں پڑنا تھا کہ میری روح آستانہ الٰہی پر جھک گئی اور میں نے دل ہی دل میں دعا کی کہ اے خدا تو ہی خاص قدرت نمائی کا جلوہ دکھا اور ہماری لاج رکھ لے۔

"اب مناظرہ شروع ہوا تو پنڈت بھکشو صاحب جو اُردو کے علاوہ عربی۔ فارسی پر بھی اچھی دسترس رکھتے تھے۔ مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ہمارے منتری کو غلطی لگی ہے ہماری بحث مرزا صاحب (حضرت بانی سلسلہؑ) کی صداقت پر نہیں (پہلے انہوں نے اسی مضمون پر بحث کی طرح ڈالی تھی) بلکہ ان کی پیشگوئی درباره پنڈت لیکھرام پر ہوگی۔ میں نے فوراً اٹھ کر کہا کہ ہمیں منظور ہے۔ اس پر

لوگ بالخصوص مسلمان حاضرین بہت متعجب ہوئے کہ پہلے کوئی اور موضوع دیا تھا اور اب آتے ہی موضوع کو بدل دیا۔ مگر یہ ایک تصرف الٰہی تھا کیونکہ یہ تبدیلی عین ہماری منشا اور تیاری کے مطابق تھی۔ دوسرے پنڈت صاحب نے کہا کہ اس مناظرہ میں مدعی ہم ہوں گے جس سے ان کی مراد جیسا کہ جلد معلوم ہوگیا یہ تھی کہ پہلی تقریر بھی ان کی ہوگی اور آخری بھی انہی کی۔ میں نے جواب میں کہا کہ پنڈت صاحب آپ مدعی نہیں ہوسکتے کیونکہ دعویٰ ہمارا ہے کہ پیشگوئی سچی نکلی۔ اس اعتبار سے مدعی ہم ہیں نہ کہ آپ۔ اسپر پنڈت صاحب نے فن مناظرہ کی کتاب رشیدیہ کا ایک بے محل حوالہ پڑھتے ہوئے اپنے تبحّر علمی کا رعب جمانا چاہا۔ مگر جونہی انہوں نے عربی عبارت پڑھی میں نے ان کی عربی کی ایک غلطی پکڑلی جس پر پنڈت جی کھسیانے ہوکر بولے۔ کیا آپ ہماری غلطیاں پکڑنے آئے ہیں۔ میں نے فوراً جواب دیا، اور کس لئے آیا ہوں۔ وہ کہنے لگے لفظی غلطیاں؟ میں نے کہا لفظی بھی اور معنوی بھی۔ میرا یہ کہنا تھا کہ مسلمان حاضرین نے جو پنڈت جی کی گذشتہ تیز طراری سے بہت نالاں تھے۔ جوش سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ یہ دیکھ کر آریوں کے صدر جو ایک شریف ہندو ایڈووکیٹ تھے کہنے لگے کہ نعرے نہ لگائیں کیونکہ یہ ہمارا مندر ہے اور اوپر دیویاں (یعنی خواتین) بھی بیٹھی ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے دوستوں کو مشورہ دیا کہ وہ نعرے نہ لگائیں۔

”اب پنڈت صاحب رشیدیہ سے مایوس ہوکر کہنے لگے کہ مدعی ہم ہیں کیونکہ ہم نے آپ کو دعوت دی ہے۔ میں نے یہ سنکر کہا کہ پنڈت جی۔ آپ کو عربی دان ہونے کا دعویٰ ہے مگر آپ کو اتنا بھی علم نہیں کہ بلانے والے کو ’داعی‘ کہتے ہیں نہ کہ ’مدعی‘۔ مدعی تو دعویٰ کرنے والے کو کہتے ہیں اور وہ ہیں ہم۔ میرا یہ جواب دینا تھا کہ حاضرین نے ایکبار پھر نعرہ تکبیر بلند کیا اور پنڈت صاحب شرمندہ ہوکر رہ گئے۔ تاہم حاضرین کو آئندہ نعرہ لگانے سے سختی سے روک دیا گیا۔ اِدھر صاحب صدر کے مشورے سے اور ان کی شرافت کے پیش نظر ہم ایک متبادل تجویز پر رضامند ہوگئے کہ پہلی تقریر پنڈت صاحب کی ہوگی۔ اور آخری تقریر ہماری ہوگی۔ اور اس طرح پر اصل مباحثہ شروع ہوا۔

”پنڈت دھرم بھکشو نے موضوع زیر بحث یعنی پیشگوئی دربارہ لیکھرام پر چار اعتراض پیش کئے۔ جن میں سے دو مندرجہ ذیل تھے۔ اوّل لیکھرام کے متعلق پیشگوئی قتل کی نہ تھی بلکہ حسب معاہدہ،

پنڈت لیکھرام کو زندہ رہ کرنشان دیکھنا تھا۔اس لئے پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔

دوم۔مرزا صاحب نے سازش کر کے پنڈت جی کو قتل کروایا۔

میں نے اس کے جواب میں کہا کہ ان دو اعتراضوں میں تناقض ہے۔اگر پیشگوئی قتل کی نہ تھی تو حضرت مرزا صاحب پر قتل کی سازش کا الزام غلط ہے کیونکہ یہ قرین قیاس نہیں کہ آپ نے اپنی ہی پیشگوئی کو جھوٹا ثابت کرنے کیلئے قتل کی سازش کی ہو۔اور اگر سازش کا الزام درست مانا جائے تو پہلا اعتراض غلط ٹھہرتا ہے کہ پیشگوئی قتل کی نہ تھی لہٰذا لیکھرام کے قتل ہونے سے وہ پوری نہ ٹھیری۔ اب پنڈت صاحب ہی بتائیں کہ وہ ان دو اعتراضوں میں سے کس پر قائم ہیں اور کس کو واپس لیتے ہیں۔میرے اس بیان پر حاضرین اس قدر خوش ہوئے کہ انہیں بمشکل نعرہ لگانے سے روکا گیا۔

”پھر میں نے تفصیلاً بتایا کہ پیشگوئی قتل کی ہی تھی اور یہ خود لیکھرام کو بھی مسلّم تھا۔باقی رہا اس کا نشان دیکھنے کا سوال تو اس کا اسے کافی وقت مل گیا تھا۔شام کے چھ بجے اس پر حملہ ہوا اور صبح چار بجے تک وہ باہوش وحواس زندہ رہا اس عرصہ میں اس پر نشان کی صداقت اچھی طرح واضح ہوگئی تھی اور اگر وہ چاہتا تو ایمان لاسکتا تھا۔دوسرا اعتراض کہ اسے سازش سے قتل کروایا گیا۔اس بارے میں میں نے کہا کہ حضرت مرزا صاحب (حضرت بانی سلسلہؑ) نے اسکا اپنی کتاب سراجِ منیر میں مفصل جواب دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی آریہ کو اس کا یقین ہے کہ لیکھرام میری سازش سے قتل ہوا ہے تو وہ میرے سامنے حلفیہ اعلان کرے۔پھر اگر وہ ایک سال کے اندر اندر کسی ایسے حادثے سے جو انسانی دستبرد سے بالا ہو نہ مرا تو مجھے قاتل قرار دیکر پھانسی دے دیا جائے۔“

مولانا صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بانی سلسلہؑ کی وہ پر شوکت عبارت پڑھنے کے بعد جب یہ کہا کہ حضرت مرزا صاحب تو اب موجود نہیں لیکن میں آپ کا ایک ادنیٰ ترین خادم ہونے کی حیثیت سے وہ سزا اپنے لئے لینے کیلئے تیار ہوں بشرطیکہ پنڈت دھرم بھکشو صاحب انہی مقررہ الفاظ میں قسم کھا کر اعلان کردیں۔تو پنڈت جی کلیۃً لاجواب ہوکر رہ گئے اور ہر چند کہ ابھی مقررہ وقت ختم ہونے میں تین گھنٹے باقی تھے وہ کہنے لگے کہ مجھے تار ملا ہے جس وجہ سے میرا آج ہی ناگپور پہنچنا ضروری ہے۔لہٰذا آپ خواہ اسے ہماری شکست سمجھیں اب میں مناظرہ یہیں ختم کرتا

ہوں۔اور آپ سب صاحبان سے معافی مانگتا ہوں۔آپ نے کھڑے ہوکر جواباً کہا کہ

"مذہبی مناظرہ میں فتح وشکست کا تصور نہیں ہونا چاہیئے۔ناظرین خود دیکھ لیتے ہیں کہ حق کس کے ساتھ ہے اور باطل کس کے ساتھ۔دوسرے چونکہ آپ نے معذوری ظاہر کرکے معافی مانگ لی ہے اس لئے میں بھی آپ کو معاف کرتا ہوں اگرچہ آریوں کا پرمیشور تو ایسا ہے کہ کسی کا گناہ معاف نہیں کرتا مگر ہم ایسے خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ ہمارا خدا جو ربّ العالمین ہے وہ قصورواروں کے گناہ معاف کردیتا ہے" آگے فرماتے ہیں:

"میرے اس طرح کہنے پر پنڈت جی تلملا اٹھے اور کہنے لگے۔آپ اب بھی چوٹ کررہے ہیں اس لئے میں اپنی معافی واپس لیتا ہوں۔ میں نے کہا۔اچھا اگر یہ بات ہے تو مناظرہ جاری رہے گا۔اور آپ کو جانے کی اجازت نہیں۔ہم بارش کے باوجود قادیان سے آئے ہیں اور سامعین اپنے کاموں کو چھوڑ چھاڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔اسلئے آپ کو بھی بیٹھنا پڑے گا۔

اس پر پنڈت صاحب سے تو کوئی جواب بن نہ پڑا مگر صدر مجلس جو ایک شریف آریہ تھے کی ان کی طرف سے معذرت پر ہم خاموش ہوگئے اور یوں یہ مناظرہ اپنے اختتام کو پہنچا۔"

مناظرہ تو ختم ہوگیا مگر سب مسلمانوں کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔اب وہی لوگ جو پہلے کہہ رہے تھے کہ کس کو لے آئے ہو انہوں نے آپکو اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور وہ اسی حالت میں خوشی سے نعرے بلند کرتے ہوئے آپکو بازار تک لے آئے۔یُوں اللہ تعالیٰ نے ایک دشمن اسلام کے مقابل پر اہلِ اسلام کو فتح اور نصرت سے نوازا۔

(مُلخّص از "برہان ہدایت" صفحہ ۳۷۳۔تا۳۷۸)

۹

’’کیا آپ کا پرمیشور سے تعلق پیدا ہو چکا ہے‘‘

ایک کمسن مجاہد اسلام کا ایک ہندو پنڈت کو خاموش کرانا

ابھی اوپر ایک نوخیز مبلغ اسلام کی طالب علمی کے زمانے کا ایک واقعہ درج کیا گیا ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ماموراوراس کے غلاموں کے ہاتھوں دشمنانِ اسلام کی رسوائی اور ذلت کے کیسے کیسے سامان بہم پہنچاتا ہے۔ ذیل میں ایسے ہی ایک اور کم سن مجاہدِ اسلام کے ایک آزمودہ کار آریہ پنڈت (ہندو فرقے کا عالم اور مذہبی رہنما) کو مذہبی گفتگو میں بالکل خاموش کرانے کا واقعہ درج کیا جاتا ہے۔ میری مراد مکرم شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگرمل) سے ہے جو کم سنی میں ہی مسلمان ہو کر قادیان آگئے تھے اور وہاں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ واقعہ یوں ہوا کہ آپ کے قبول اسلام پر ابھی چند ماہ ہی گذرے تھے کہ دہلی کے ایک مشہور و معروف پنڈت راج نرائن صاحب قادیان میں تشریف لائے۔ وہ سناتم دھرمی تھے اور شیخ صاحب کا سابقہ تعلق بھی سناتن دھرم ہی سے تھا۔ اس لئے ان کی ہندوستان گیر شہرت کی وجہ سے آپ نے ان کا نام سنا ہوا تھا۔ جب پنڈت جی مرکزی اداروں کو دیکھتے ہوئے مدرسہ احمدیہ بھی دیکھنے آئے کیونکہ اس مدرسہ کے فارغ التحصیل بالعموم میدانِ جہاد میں ہندوؤں اور نصاریٰ کے مقابل پر صف آرا ہوتے۔ تو مقامی ہندو جو مکرم شیخ صاحب کے قبول اسلام سے واقف تھے پنڈت جی کو پہلے ہی بتا چکے تھے کہ یہاں ایک لڑکا ہے جو پہلے ہندو تھا اور اب اسلام قبول کر کے اس مدرسہ میں دینی تعلیم حاصل کرتا ہے چنانچہ وہ اپنے ساتھی ہندوؤں اور بعض کارکنان مدرسہ کی معیت میں سیدھے آپ کے پاس آئے۔ اور آتے ہی سوال کیا کہ برخوردار! میں نے سنا ہے کہ تم پہلے ہندو تھے اور اب اسلام قبول کر کے اس مدرسہ میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہو۔ کیا میں تم سے یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ ہندو دھرم میں تمہیں وہ کونسی کمی نظر آئی جس کی وجہ سے تم نے ہندو مت کو چھوڑ کر اسلام کو قبول کر لیا۔

آپ پہلے تو ان کا یہ سوال سنکر حیران سے رہ گئے اور کچھ گھبرا بھی گئے اور اس سوچ میں پڑ گئے کہ انہیں اس وزنی سوال کا کیا جواب دیں لیکن معاً اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی فرمائی اور آپ کو اس سوال کا ایک نہایت ہی لطیف جواب سمجھایا۔ آپ نے کہا پنڈت صاحب! میں نے سنا ہے کہ آپ سناتن دھرمیوں کے ہندوستان کے سب سے مشہور پنڈت ہیں۔ اگر آپ برا نہ منائیں تو اپنے سوال کا جواب سننے سے پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیں۔ فرمانے لگے ہاں۔ ہاں! پوچھئے۔ آپ نے کہا مہربانی فرما کر یہ بتایئے کہ مذہب کا مقصد کیا ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس پنڈت کے منہ سے وہی فقرہ نکلوایا جو آپ چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مذہب کا مقصد یہ ہے کہ انسان کا پرمیشور کے ساتھ تعلق ہو جائے۔ آپ نے کہا اب آپ مہربانی فرما کر بتایئے کہ آپ کا پرمیشور کے ساتھ تعلق پیدا ہو چکا ہے۔ کہنے لگے نہیں۔ آپ نے کہا اگر آپ کا پرمیشور کے ساتھ تعلق پیدا نہیں ہوا تو ہندوستان میں کروڑوں ہندو بستے ہیں۔ مہاتما گاندھی جیسے مشہور و معروف انسان بھی ہیں اور سینکڑوں اور ہزاروں پنڈت قرب الٰہی کے پانے کیلئے ہمالیہ کے جنگلوں میں اور دریاؤں کے کناروں پر تپسیا میں مصروف ہیں۔ کیا اتنے بڑے ملک میں سے آپ نے ایک شخص کا نام بھی نہیں سنا جس کا یہ دعویٰ ہو کہ پرمیشور میرے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے اور مجھ پر اپنے نشان کو ظاہر کرتا ہے۔ کہنے لگے جہاں تک میرا علم ہے اس زمانہ میں مجھے ایک شخص بھی ان صفات کا حامل نظر نہیں آتا۔ البتہ ہمارے پرانے بزرگوں میں سے حضرت رام چندر جی مہاراج اور حضرت کرشن جی مہاراج میں یہ صفات نماں طور پر پائی جاتی تھیں۔ ان کا یہ جملہ سنکر شیخ صاحب کی زبان سے بے اختیار یہ فقرہ نکلا کہ یہ تو پدرم سلطان بود والی بات ہوئی۔ ان بزرگوں کو تو ہم بھی جانتے ہیں اور ان کے اس مقام کے ہم قائل ہیں لیکن میرا سوال تو موجودہ ہندوؤں کے متعلق ہے۔ کہنے لگے اچھا آپ بتایئے کیا مسلمان قوم میں آپ کسی ایسے انسان کا نام لے سکتے ہیں جو اس امر کا مدعی ہو کہ پرمیشور میرے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے اور مجھے آئندہ آنے والے واقعات سے مطلع کرتا ہے۔ اب اس سوال کا جواب تو آپ کے لئے بالکل آسان تھا۔ آپ نے جھٹ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لے لیا۔ اور کہا کہ حضور نے اس زمانہ میں اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے

ساتھ ہمکلام ہوتا ہے اور غیب کی خبروں پر مجھے مطلع کرتا ہے۔ حضورؑ کی کوئی پیشگوئی پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ براہین احمدیہ میں آج سے چھپن سال قبل ان کی ایک پیشگوئی ہے کہ یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ یعنی تیرے پاس دُور دُور سے لوگ آئیں گے اور اس کثرت سے آئیں گے کہ جن رستوں پر وہ چل کر آئیں گے ان میں کثرتِ سفر کی وجہ سے گڑھے پڑ جائیں گے۔ اب آپ بتائیے کہ آپ دہلی کے رہنے والے ہیں کیا دہلی یہاں سے دُور نہیں ہے؟ پھر آپ نے بٹالہ سے قادیان تک کا بھی سفر غالباً یکہ میں ہی کیا ہوگا۔ کیا آپ نے رستہ میں سڑک پر گڑھوں کو دیکھا ہے یا نہیں۔ کہنے لگے۔ یہ تو دونوں باتیں ٹھیک ہیں۔ پھر آپ نے کہا کہ اس قادیان کی بستی کے متعلق حضور نے فرمایا تھا کہ اتنی بڑھے گی۔ اتنی بڑھے گی کہ دریائے بیاس تک جو یہاں سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے اس کا پھیلاؤ ہو جائیگا۔ اور اس کے آثار خدا کے فضل سے ظاہر ہیں۔ اس پر پنڈت جی بالکل خاموش ہو گئے۔ (تابعین اصحاب احمدؑ جلد اول صفحہ ۳۹ تا ۴۰)

۱۰

"رُوت صاحبہ آبدیدہ ہوگئیں"

ایک عیسائی مشنری عورت کا اعترافِ حق

پادریوں کی مسلمانوں کو گمراہ کرنے والی کوششوں کا کسی قدر حال گذشتہ صفحات میں بیان کیا جاچکا ہے۔اس سلسلہ میں حضرت بانی سلسلہؑ کے ایک درویش صفت بزرگ حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی کے متعلق بتایا گیا ہے کہ کس طرح آپ نے اپنے خداداد علم وفضل اور نورِ فراست اور ذہانت کے بل بوتے پر اپنے مقابلہ پر آنے والے ہندو پنڈتوں اور عیسائی منادوں کے دانت کھٹے کر کے اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا۔

اب آپ ہی کا بیان کردہ ایک اور واقعہ درج کیا جاتا ہے جس میں آپ بتاتے ہیں کہ آپ نے ایک عیسائی پادری عورت کو جو مسلمانوں کو للکار للکار کر اپنے مقابلے پر آنے کا چیلنج دے رہی تھی کس طرح نہ صرف خاموش کرایا بلکہ اسے اسلام کی صداقت کا اعتراف کرنے پر مجبور کردیا۔آپ فرماتے ہیں۔

"۱۹۳۳ء میں جب خاکسار بغرض تبلیغ لکھنؤ میں تھا تو مجھے پتہ چلا کہ وہاں ایک عیسائی مشنری عورت آئی ہوئی ہے جو علماء اسلام کو متواتر چیلنج دے رہی ہے مگر کوئی مسلمان ابھی تک اس کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں کرسکا۔ چنانچہ میں نے اس عورت سے خط وکتابت کرکے گفتگو کیلئے وقت اور جگہ طے کی۔اور وقت مقررہ پر بعض احمدی اور غیر احمدی احباب کے ساتھ اس کی قیام گاہ پر پہنچا۔اس مشنری عورت نے جس کا نام رُوت تھا۔اور وہ مشہور پادری مسٹر ایم این ہوز کی لڑکی تھیں۔کئی عیسائی مشنری اپنی اعانت کے لئے بلائے ہوئے تھے۔حاضرین کی کل تعداد تیس پینتیس کے قریب تھی۔"

آپ نے وہاں پہنچ کر پہلے اپنی آمد کی غرض بیان کی اور پھر رُوتؔ صاحبہ سے کہا کہ اگر وہ پسند کریں تو اپنا مدعا یا سوال پہلے پیش کریں۔ یا اگر آپکو اجازت دیں تو آپ اپنی طرف سے پہلے بات کریں۔ رُوتؔ صاحبہ نے یہی پسند کیا کہ پہلے آپ جو بیان کرنا چاہتے ہیں کریں۔

آپ کی اس عورت سے جو بات چیت ہوئی اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

غ۔ (حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی) لعنت اچھی چیز ہے یا بری۔

ر۔ (عیسائی مشنری عورت مس روت) لعنت بہت بری چیز ہے۔

غ۔ کیا شیطان لعنتی ہے۔

ر۔ ہاں شیطان لعنتی ہے اور یہ مسلمہ عقیدہ ہے۔

غ۔ مسیح علیہ السلام جن کے بارے میں یہود و نصاریٰ دونوں قومیں متفق ہیں کہ وہ لعنتی ہوئے (بسبب اس کے کہ ان کے عقیدہ کے مطابق مصلوب ہوئے تھے) کیا ان میں اور شیطان میں بحیثیت لعنتی ہونے کے کچھ فرق ہے؟

ر۔ نہیں۔

غ۔ کیا حضرت مسیح کے علاوہ کسی اور مذہب کا بانی بھی لعنتی اور اس حالت میں شیطان کا شریک ٹھہرایا گیا ہے۔

ر۔ نہیں۔

غ۔ کیا عیسائیت کے علاوہ کسی اور مذہب کے بانی نے بھی اپنے آپ کو لعنت سے چھڑانے کیلئے پیش کیا ہے۔

ر۔ نہیں۔

آپ فرماتے ہیں:۔

"یہاں تک پہنچ کر میں نے یہ سوال اٹھایا کہ اگر عیسائی مذہب کے رُو سے ایک خدا، تین اور تین،

ایک ہیں تو کیا صلیبی موت سے تینوں کی موت واقع ہوئی یا ایک کی۔ التثلیث فی التوحید کے عیسائی مسلمہ کے رو سے تینوں کی موت لازم آتی ہے اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ تینوں ہی لعنتی موت مر کر ملعون ٹھہرے۔ اسی طرح موجودہ انجیلی عقیدہ کے مطابق شریعت کو بھی لعنت قرار دیا گیا ہے۔ اب جس مذہب کا خدا لعنتی ٹھہرا۔ جس کا بانی (مسیحؑ) لعنتی ٹھہرا اور جس کی شریعت لعنت قرار پائی۔ اس کی طرف ایک غیر عیسائی لعنت سے بچنے اور نجات حاصل کرنے کیلئے کیونکر رجوع کر سکتا ہے۔

دوسری بات میں نے یہ بیان فرمائی کہ حضرت مسیحؑ قوم یہود کی طرف بھیجے گئے۔ ان کو قبول کرنے والی قوم عیسائی کہلاتی ہے۔ دونوں قوموں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ مسیحؑ (صلیبی موت مر کر) ملعون ہوئے۔ ان کے مقابل پر ایک اَور قوم ہے جو کہتی ہے کہ مسیح علیہ السلام ملعون نہیں ہوئے تو یقیناً وہ لوگ جو آپؑ کو ملعون نہیں سمجھتے یقیناً ان لوگوں سے بہتر ہیں اور آپؑ کی شان اور عزت کو قائم کرنے والے ہیں جو آپؑ کو ملعون ٹھہراتے ہیں۔ یہاں تک کہہ کر میں نے روت صاحبہ کی فطرت اور عقل کو اپیل کی جس پر اس نے ساتھ اتفاق کیا۔

"آخری بات میں نے یہ بیان کی کہ قوم نصاریٰ اور قوم یہود میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو مسیحؑ کی صلیبی اور لعنتی موت کا اقراری نہ ہو لیکن عرب کے صحرا اور ریگستان سے ایک مقدس وجود نکلا جس نے خدا سے وحی پا کر اعلان کیا کہ یہود اور نصاریٰ دونوں غلطی پر ہیں اور غلط فہمی کا شکار ہیں۔ حقیقت میں حضرت مسیحؑ نہ قتل ہوئے نہ صلیبی موت مرے۔ اب قوم یہود و نصاریٰ ایک طرف جو مسیحؑ کے اپنے ہو کر انہیں ملعون مانتے ہیں دوسری طرف عرب کی سرزمین سے نکلنے والے حضرت سیدنا بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کی حمایت میں اور ان کے لعنتی موت مرنے سے ان کی بریت میں آواز بلند کرتے ہیں اور بڑے زور سے فرماتے ہیں کہ وہ صادق اور مقدس وجود ہرگز مصلوب ہو کر لعنتی موت نہیں مرا۔ ان دونوں میں سے کون بہتر ہے۔"

آپ فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ آخری الفاظ کچھ ایسے مؤثر انداز میں نکلے کہ رُوت صاحبہ آبدیدہ ہو گئیں اور کہنے لگیں آج یہ پہلا دن ہے کہ میرے دل میں حضرت محمد صاحبؐ کے تقدس اور پاکیزگی کے متعلق ایک گہرا اثر پیدا ہوا ہے اور میں آئندہ آنحضرتؐ کے متعلق کوئی کلمۂ تحقیر یا استخفاف

استعمال نہ کروں گی۔

اس کے بعد رُوت صاحبہ نے مناظرانہ رنگ میں کوئی اعتراض پیش نہ کیا اور نہ ہی اسلام پر کوئی نکتہ چینی کی۔ ایک گھنٹہ تک یہ مجلس قائم رہی جس کا حاضرین پر جن میں معزز غیر احمدی بھی تھے خدا کے فضل سے بہت اچھا اثر پڑا۔ (ملخص از حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ ۶۲۔۵۹)

حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کی اپنے مخالفین کے نام ایک دردمندانہ اپیل

جس عظیم الشان طریق پر حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کے ماننے والوں نے عیسائی مناودں کے دانت کھٹے کئے اور ان کے جھوٹے عقائد کا پردہ چاک کر کے اسلام کی عزت اور عظمت کا ڈنکا بجایا (حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ کے مذکورہ واقعات نیز اگلے صفحات میں درج کئے جانے والے چند اور واقعات اِس بات پر شاہد ناطق ہیں) اِس کی مناسبت سے آپؑ کی اپنے وقت کے مخالف علماء کو مخاطب کر کے کی جانے والی ایک دردمندانہ اپیل درج کی جاتی ہے تا معلوم ہو کہ آپؑ کتنے درد اور اِلحاح کے ساتھ اپنے مخالفین کو آپکی تکفیر سے باز رہنے اور آپکے دعاوی پر غور کرنے کی تلقین فرماتے رہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص ہماری جماعت سے نفرت کرتا ہے تو کرے لیکن اسے کم از کم غیرتِ اسلام کے تقاضا سے اور اسلام کی موجودہ حالت کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی ایسی جماعت کو تلاش کرے اور اسکا پتہ دے جو حُجج اور براہین اور خدا تعالیٰ کے تازہ بتازہ نشانات اور روشن آیات سے کسرِ صلیب کر رہی ہو۔ مگر میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ خواہ شرقاً غرباً شمالاً جنوباً کہیں بھی چلے جاؤ، اُس جماعت کا پتہ بجز میرے نہیں ملے گا۔ اِس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اِس غرض کے واسطے مجھے ہی مبعوث کر کے بھیجا ہے۔ میرے دعوی کو سُن کر نری بدظنی اور بدکلامی سے کام نہ لو بلکہ تمہیں چاہئے کہ اس پر غور کرو اور منہاجِ نبوت کے معیار پر اس کی صداقت کو آزماؤ۔ انسان ایک پیسے کا برتن لیتا ہے تو اس کی بھی دیکھ بھال کرتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری باتوں کو سنتے ہی بغیر فکر کے گالیاں دینی شروع کرتے ہیں۔ یہ بہت ہی نامناسب امر ہے...... میں تمہیں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں مفتری نہیں ہوں، کاذب نہیں ہُوں بلکہ میں وہی ہُوں جسکا وعدہ نبیوں کی زبانی ہوتا چلا آیا ہے۔ جسکو آنحضرت ﷺ نے سلام کیا ہے۔ وہی مسیح موعود ہُوں جو چودھویں صدی میں آنیوالا تھا اور جو مہدی بھی ہے"

(الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۵ء بحوالہ مُلفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۴۵ تا ۱۴۶)

۱۱

"ان سے کہہ دینا میں گھر پر نہیں ہوں"

ایک عیسائی مشنری عورت کا مسیح محمدی کے ایک غلام سے بحث کرنے سے فرار

ایک اور عیسائی مشنری عورت کو لاجواب کرنے والا ایک دلچسپ واقعہ الحاج بابو عبد الکریم صاحب (المعروف اے۔ کے احمدی) [1] کا بیان کردہ ہے جو اُس وقت کا ہے جب آپ مصری محاذ پر متعین برٹش آرمی میں بطور کلرک ملازم تھے۔ آپ کی تبلیغ سے آپکی یونٹ کے ہی احمدی ہونے والے ایک مصری دوست سید حسن آپ کے ساتھ تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"ہم دونوں ایک مشنری عورت کے پاس ہر اتوار کو جایا کرتے تھے اور اس سے تبادلۂ خیالات کیا کرتے تھے۔ ایک روز اُس نے بیان کیا کہ خداوند یسوع کی تعلیم ہے کہ دشمن سے محبت کرو۔ یہ تعلیم کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ موجودہ جنگ میں ایک عیسائی حکومت، دوسری عیسائی حکومت کو مٹانے کیلئے تیار بیٹھی ہے۔ دشمن تو کجا عیسائیوں سے بھی محبت نہیں ہے۔ وہ کہنے لگی۔ یہ سچے عیسائی نہیں۔ ہم مشنری طبقہ کے لوگ سچے عیسائی ہیں۔ مَیں نے دریافت کیا کہ آپ دشمن سے محبت کرتی ہیں۔ اُس نے کہا ہاں مَیں نے کہا کہ "میں آپ کا دشمن ہوں"۔ **I declare myself the enemy** وہ کہنے لگی۔ نہیں آپ تو ہمارے دوست ہیں۔ مگر میں نے کہا۔ میں اعلان کر رہا ہوں کہ میں آپ کا دشمن ہوں۔ کیا

[1] الحاج اے کے احمدی صاحب کے بذریعہ آسمانی اخبار احمدی ہونے کا ذکر سلسلۂ "درویشان احمدیت" کی پہلی جلد بعنوان "ینصرک رجال ۔۔۔ میں کیا گیا ہے۔

آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں۔ اُس نے کہا۔ ہاں۔ مَیں نے کہا کہ اچھا تو میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آپ کلمہ پڑھیں لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اور مسلمان ہو جائیں۔ اُس نے کہا یہ تو نہیں ہوسکتا۔ دوسرے اتوار جب ہم اُس کے بنگلہ پر پہنچے تو دربان نے کہا سَیِّدَۃ لَیسَت فِی اَلبَیت (یعنی محترمہ گھر پر نہیں ہیں) پھر دربان نے ہمارے کان میں آہستہ سے کہا کہ وہ ہے تو گھر میں مگر اُس نے پچھلے اتوار کو کہہ دیا تھا کہ جب یہ ملنے آئیں تو ان سے کہہ دینا کہ میں گھر میں نہیں ہوں"

(بحوالہ برہان ہدایت صفحہ ۳۱۱)

۱۲

”خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ سب اسلام پر قائم رہے“

الحاج اے کے احمدی صاحب کی ایک امریکن پادری سے کامیاب گفتگو

غلامانِ احمدؑ کے اپنے مخالفین کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے صرف برصغیر ہندو پاکستان میں ہی دیکھنے میں نہیں آتے بلکہ جہاں کہیں بھی وہ گئے تائید ایزدی ان کے ساتھ رہی جس کی بدولت وہ دشمنانِ اسلام کے دانت کھٹے کرتے رہے اور یوں اپنے وجودوں میں اسلام کی حقانیت کے روشن نشان دکھاتے رہے۔ اس کی ایک اور نہایت درخشندہ مثال الحاج اے کے احمدی کے ذریعہ بلاد عربیہ کے ایک ملک مصر میں قائم ہوئی۔ ایمانوں کو تازگی بخشنے والا یہ واقعہ بھی آپ کے مصر میں فوجی خدمات سرانجام دینے کے دوران ظہور میں آیا۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

”مجھے معلوم ہوا کہ امریکن مشن نے بہت سے مصری مسلمانوں کو عیسائی بنانے کیلئے تیار کیا ہوا ہے۔ میں پادری صاحب کے پاس گیا۔ وہ ۷۵ سالہ بوڑھے تھے۔ میں نے اُن سے کہا I want to become Christian یعنی میں عیسائی ہونا چاہتا ہوں۔ اُس نے کہا۔ بہت اچھا۔ میں نے دریافت کیا۔ کیا کچھ اور لوگ بھی عیسائی ہونے والے ہیں۔ اُس نے کہا۔ ہاں چنانچہ اُس نے بہت سے قبطی مسلمانوں کی فہرست مجھے دکھائی جو پندرہ روز بعد بپتسمہ لینے والے تھے۔ پادری صاحب نے کہا کہ آپ بھی ان کے ساتھ بپتسمہ لے لیں۔ میں نے اُن سے خواہش کی کہ مجھے اُن سے ملا دیا جاوے۔ دو روز بعد انہوں نے ٹی پارٹی پر ان کو دعوت

دی اور مجھے بھی بلایا۔ وہاں پادری صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر اُن سے کہا۔ یہ ہندوستان کے رہنے والے ہیں اور فوج میں اچھا عہدہ رکھتے ہیں۔ یہ بھی آپ کے ساتھ ہمارے خداوند یسوع مسیح پر ایمان لائیں گے۔ اس کے بعد میں نے ان سے مصافحہ کیا اور اپنی نوٹ بک میں ان سب کے نام اور پتے لکھ لئے۔ میں نے حضرت صاحب کو دعا کے لئے لکھا اور خود بھی دُعا کرتا رہا کہ اے پیارے خدا تعالیٰ! ان کو اسلام پر قائم رکھنا۔ میرے دل میں ڈالا گیا کہ ان کی دعوت کرو۔ چنانچہ میں نے ان کو شام کے کھانے پر بلایا اور ایک ہوٹل میں اس دعوت کا انتظام کیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے ان سے دریافت کیا کہ چند روز بعد ہم عیسائی ہو جائیں گے۔ اور ہم اور ہمارے عزیز سب مسلمان ہیں کیا آپ نے پادری صاحب سے دریافت کیا ہے کہ عیسائیت میں کیا امتیازی خوبی ہے جو اسلام میں نہیں ہے تاکہ عیسائی ہونے کے بعد ہم اپنے مسلمان رشتہ داروں اور دوستوں کو بتلا سکیں کہ اس خوبی کی وجہ سے ہم عیسائی ہوئے ہیں۔ سب نے کہا نہیں۔ میں نے تجویز پیش کی کہ بپتسمہ لینے سے پہلے ہم اپنا ایک نمائندہ چن لیں۔ وہ پادری صاحب سے صرف یہی سوال کرے اور اُس کا تسلی بخش جواب مل جائے تو پھر ہم عیسائی ہو جائیں گے۔ سب نے اتفاق رائے سے مجھے اپنا نمائندہ چن لیا اور ایک صاحب کو مقرر کیا گیا کہ وہ پادری صاحب کے سامنے میرا نام (عبدالکریم) پیش کریں۔"

جب جلسہ ہوا اور بہت سے لوگ جمع ہوئے جو زیادہ تر عیسائی تھے تو اس مصری دوست نے پادری صاحب سے کہا کہ ہمارے نمائندہ کے ایک سوال کا آپ جواب دے دیں۔ اس کے بعد ہم بپتسمہ لیں گے۔ پادری صاحب نے دریافت کیا کہ وہ کون ہے۔ مصری دوست نے آپکا نام پیش کر دیا۔ اس کے بعد آپ اور پادری صاحب کے درمیان جو گفتگو ہوئی اور جسکے نتیجے میں

پادری موصوف کی دجل وتلبیس سے تیار کی ہوئی ساری عمارت دھڑام سے زمین پر آرہی ، ایک دلچسپ روئداد ہے جو مسٹر اے کے احمدی کی زبانی سننے کے لائق ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

''میں کھڑا ہو گیا۔ پادری صاحب نے خیال کیا ہو گا کہ اس نے تو کہا تھا کہ میں عیسائی ہونا چاہتا ہوں۔ اس لئے اس سے کسی خطرناک سوال کا امکان نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ آپ سوال کریں۔ میں جواب دوں گا۔ میں نے کہا:۔ پادری صاحب! ہم سب مسلمان ہیں اور ہمارے اعزہ واقارب بھی سب مسلمان ہیں۔ ہمارے عیسائی ہو جانے کے بعد ہمارے اعزہ واقارب ہم سے دریافت کریں گے کہ ہم عیسائی کیوں ہوئے۔ ان کو جواب دینے کیلئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمیں عیسائیت کی کوئی ایک ایسی امتیازی خوبی بتا دیں جو اسلام میں نہ ہو تا کہ ہم بتا سکیں کہ اس خوبی کی وجہ سے ہم عیسائی ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس طرح ہمارے اعزہ واقارب میں سے بھی کچھ لوگ عیسائی ہو جائیں۔ پادری صاحب نے فرمایا۔ میرے بچے اس وقت آپ عیسائیت کے محل کے دروازے کے باہر کھڑے ہو۔ جب آپ اندر داخل ہو جائیں گے تو آپ کو سب خوبیوں کا پتہ لگ جائے گا۔ میں نے کہا۔ پادری صاحب۔ مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ جب تک ہم اندر داخل نہ ہوں ہم ان خوبیوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ مگر آپ تو محل کے اندر داخل ہیں۔ آپ ہمیں ایک امتیازی خوبی بتا دیں تا کہ ہم محل کے اندر داخل ہو کر اس کی تصدیق کر سکیں۔ پادری صاحب کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر بولے:۔

"Well my boy! you will get faith in Christianity"

یعنی ’میرے بیٹے! آپ کو عیسائیت میں داخل ہو کر سچا ایمان نصیب ہو جائے گا‘

پادری کے یہ جواب دینے پر آپ مصری احباب سے مخاطب ہوئے اور ان سے کہا:

’’بھائیو...... پادری صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ہم عیسائی ہو جائیں تو ہم کو ایمان نصیب ہو گا۔ اسلام میں تو ہمیں علم ہے کہ اگر غیر مسلم کلمۂ اسلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لے اور اس کو دل سے مان لے تو وہ مومن ہو جاتا ہے یعنی اس کو ایمان نصیب ہو جاتا ہے وہ اس ایمان کو اعمالِ صالحہ سے ترقی دیتا رہتا ہے‘‘

اتنا کہہ کر آپ پادری صاحب سے دوبارہ مخاطب ہوئے اب جو آپ کے اور اس کے درمیان گفتگو ہوئی اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’میں نے پادری صاحب سے دریافت کیا کہ کیا عیسائیت میں جو ایمان ہمیں نصیب ہو گا وہ اِس سے زیادہ قیمتی ہو گا۔ پادری صاحب نے فرمایا۔ ’ہاں! ہاں! بہت قیمتی ایمان ہو گا‘۔ میں نے کہا۔ ’پادری صاحب! کیا میں اس کو Test یعنی آزما سکتا ہوں‘! پادری صاحب نے کہا۔ ’کیسے آزماؤ گے‘؟ میں نے کہا۔ خداوند یسوع مسیح نے انجیل میں فرمایا ہے کہ اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو تو تم وہ معجزات دکھا سکتے ہو جو میں نے دکھائے تھے۔ پادری صاحب! آپ خود پادری ہیں۔ آپ کے باپ دادا بھی پادری تھے۔ آپ کی عمر ۷۵ سال ہے آپ نے بہت سے غیر عیسائیوں کو عیسائی بنایا ہے۔ آپ کے پاس تو ایمان کا خزانہ موجود ہے۔ میں اگر آپ سے کہوں کہ آپ اپنی ایمانی قوت سے دریائے نیل کو خشک کر دیں تو اس سے مصر میں تباہی ہو گی۔ اور اگر میں کہوں کہ آپ اپنی ایمانی قوت سے سامنے والے پہاڑ میں زلزلہ برپا کر دیں تو اس سے بھی مصر میں تباہی ہو گی۔ میں نے اپنی جیب سے ایک

نوٹ بک نکالی اور پادری صاحب کی میز پر رکھ دی۔ میں نے کہا۔ پادری صاحب مسمریزم اور ہپناٹزم جاننے والے اس سے زیادہ کرتب دکھاتے ہیں۔ مگر میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی ایمانی قوت سے اس نوٹ بک کو جو آپ کی میز پر میں نے رکھی ہے پانچ منٹ تک Dance کرائیں یعنی نچوائیں۔ اس سے ہم سمجھ لیں گے کہ واقعی آپ کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہے۔ اور ہم سب عیسائی ہو جائیں گے'۔" آگے فرماتے ہیں:

''اس تمام گفتگو کو جو میرے اور پادری صاحب کے درمیان ہوئی لوگوں نے بڑی دلچسپی سے سنا۔ اور سب منتظر تھے کہ پادری صاحب کیا جواب دیتے ہیں۔ پادری صاحب کھڑے ہوئے اور کہا۔

"Well my boy, I am still trying to achieve the faith"

'یعنی میرے بچے میں ابھی تک اس ایمان کے حصول کی کوشش کر رہا ہوں'۔"

آپ فرماتے ہیں کہ پادری صاحب کے اس جواب کو سن کر میں دوبارہ کھڑا ہو گیا اور مصری احباب سے یوں مخاطب ہُوا: "بھائیو! پادری صاحب مرنے کے قریب ہیں مگر ابھی تک ان کو رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نصیب نہیں۔ گویا پکے بے ایمان ہیں۔ اور جن کو انہوں نے عیسائی بنایا ان کو بھی پکا بے ایمان بنایا ہے جب اس کا اپنا یہ حال ہے کہ ۷۵ سال کی عمر تک رائی کے دانہ کے برابر ایمان نصیب نہیں ہوا تو ہمارا کیا حال ہو گا۔ اس سے تو ہم کو ہمارا مذہب اسلام ہی مبارک ہو اور میں نے زور سے کہا یَعِیْشُ الْاِسْلَام یعنی 'اسلام زندہ باد۔' چلو چلیں۔ ہم باز آئے بے ایمان ہونے سے۔ میں باہر چل پڑا اور میرے ساتھ

سب مصری مسلمان بھی اس جلسہ سے باہر باہر آگئے۔ایک ہوٹل میں مَیں نے سب کو چائے پلائی اور ان کو تاکید کی کہ پادریوں کے جال میں نہ پھنسیں۔اس کے بعد میں ان کو ملتا رہا۔اور لٹریچر بھی دیتا رہا۔اور خداتعالیٰ کے فضل سے وہ سب اسلام پر قائم رہے۔فالحمدللہ۔"

پادری صاحب کی مخالفت

پادری صاحب نے اس ناکامی کو دیکھ کر آپ کا پیچھا کیا۔اس نے معلوم کرلیا کہ آپ کس دفتر میں ملازم ہیں۔ آپ جس سیکشن میں ہیڈ کلرک تھے، اس کے انچارج کپتان رائٹ (Wright) صاحب تھے۔اور اس سے کہا کہ اس شخص کو ہندوستان واپس بھیج دو۔اگر یہ مصر میں رہا تو ہم ایک بھی مصری مسلمان کو عیسائی نہیں بنا سکیں گے۔اس کے نتیجے میں اُس کپتان نے کیا منصوبہ تیار کیا۔اسے عملی جامہ کیسے پہنایا اور اس کی پاداش میں اسے خداتعالیٰ کی طرف سے کیا سزا ملی اور اسے کس قسم کی ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اس کا ذکر اِسی جلد کے باب دوم میں کیا گیا ہے۔

۱۳

''پادری صاحب غصّہ سے لال پیلے ہو گئے''

مسیح محمدی کے غلام کی ایک امریکن پادری پر کاری ضرب

کجا وہ وقت کہ صلیبی عقائد کے علمبر دار سارے ہندوستان کو اپنی جھوٹی مسیحیت کی آغوش میں لینے کے خواب دیکھ رہے تھے اور کجا یہ وقت آیا کہ وہ کاسر الصلیب (حضرت مسیح محمدی علیہ السلام) کے غلاموں کی تابڑ توڑ ضربوں کی تاب نہ لا کر میدان مقابلہ سے بھاگ اٹھے۔ گذشتہ صفحات میں اس کی کئی مثالیں دی گئی ہیں۔ ذیل میں مبلغ اسلام جناب شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگرمل) کے دورانِ تبلیغ کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ کس طرح ایک امریکن پادری انکے دفاعی حملہ سے بوکھلا اٹھا۔ آپ اس وقت کراچی میں بطور مربی سلسلہ متعین تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''سندھ مدرسہ کے پاس والے انجمن کے مکان میں ایک دفعہ ایک دیسی پادری صاحب تبلیغ کے لئے آگھسے۔ پندرہ بیس منٹ اس نے تبلیغ کی۔ اس کو ہمارے سلسلہ کے اغراض و مقاصد کا علم نہیں تھا۔ جب وہ اپنا مشن پورا کر چکا تو ہم نے انجیل سے ان آیتوں کی فہرست نکال کر اس کی خدمت میں پیش کر دی۔ اور اس سے دریافت کیا کہ یہ آیتیں اب کہاں ہیں؟ انہیں اصل متن سے کیوں نکال دیا گیا ہے۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہنے لگا۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں۔ میں اپنے بڑے پادری صاحب کی خدمت میں جو امریکن ہیں۔ آپ کا یہ سوال پیش کروں گا۔ اور پھر جو جواب انہوں نے دیا۔ میں کل آکر آپ کو

ل ان کے کم سنی میں قبول اسلام اور اپنے نئے دین (اسلام) کے دفاع میں سرانجام دئے ہوئے کارناموں کا تذکرہ 'درویشان احمدیت' کی دیگر جلدوں میں اپنے اپنے عنوانات کے تحت کیا جاچکا ہے۔

بتاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اپنے وعدہ کے مطابق جب دوسرے روز آیا۔ تو وہ بہت ہی سہما ہوا۔ کبیدہ خاطر اور پریشان نظر آتا تھا۔ ہم نے اسے امریکن پادری کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے ایک جلد تحفہ شہزادہ ویلز بھی دی تھی۔ اس نے آتے ہی کہا کہ صاحب! میں آپ کی انجمن میں آتو گیا ہوں لیکن برائے خدا آپ کسی کو میری آمد کی اطلاع ہرگز نہ دیں۔ ورنہ میری نوکری جاتی رہے گی۔ اور گھبراہٹ کی وجہ یہ بتائی کہ کل جب میں نے امریکن پادری صاحب کی خدمت میں آپ کی کتاب پیش کی تو وہ بڑے خوش ہوئے اور جھوم جھوم کر اسے پڑھنا شروع کیا۔ ابھی انہوں نے دو تین صفحے ہی پڑھے تھے کہ میں نے آپ کی دی ہوئی وہ فہرست پیش کر دی۔ اور کہا کہ کتاب دینے والوں نے ان آیات کے اناجیل سے نکالنے کی وجہ پوچھی ہے۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ پادری صاحب غصہ سے لال پیلے ہو گئے۔ کتاب کو فرش پر دے مارا۔ اور مجھے بڑے تحکمانہ لہجے میں کہا کہ یہ فہرست یقیناً تمہیں کسی قادیانی نے دی ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ تم ان لوگوں کے پاس کیوں گئے تھے۔ خبردار! اگر ہمیں علم ہو گیا کہ تم پھر بھی ادھر گئے ہو تو ہم تمہیں نوکری سے جواب دے دیں گے۔ اب میں صرف اپنا وعدہ پورا کرنے کیلئے آیا ہوں۔ ورنہ میں ہرگز نہ آتا۔

(تابعین اصحاب احمد جلد اول صفحہ ۶۱۔۶۰)

اس کے بعد اس دیسی پادری نے جو کچھ کہا وہ عیسوی مذہب کے بودے پن اور اس سے وابستہ لوگوں کی ظاہری چکا چوند کی قلعی کھولنے کے لئے کافی ہے نیز بتاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو یہ فرمایا تھا کہ مسیح موعود کے سامنے دجال اس طرح پگھل جائے گا جیسے نمک پانی کے اندر پگھل جاتا ہے وہ کس طرح حضرت مسیح محمدی کے غلاموں کے حق میں پورا ہو رہا ہے چنانچہ مکرم شیخ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں:۔

”ہم نے کہا۔ جب آپ پر عیسائیت کی کمزوری ظاہر ہوگئی ہے تو آپ اس فرسودہ مذہب کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ کہنے لگا آپ جانتے ہیں بڑی باعزت نوکری ہے۔ سب چھوٹے بڑے ’فادر۔ فادر‘ کہتے ہیں۔ اگر آج میں نوکری چھوڑ دوں تو پھر چوہڑے کا چوہڑا ہوں نا[1] اور کیا ہوں؟ پھر کہا کہ وہاں مجھے ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ آپ مجھے پچھتر روپیہ دے دیں میں فوراً آپ کے پاس آجاؤں گا۔“ (تابعین اصحاب احمدؑ جلد اول صفحہ ۶۱۔۶۰)

اس کے مقابلے میں ایک احمدی درویش کی دینی غیرت اور ایمان کی پختگی کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ حضرت مولوی محمد الیاس صاحب ضلع ہزارہ کے ایک معمولی پڑھے لکھے انسان تھے۔ طبیعت بے حد مسکین اور خدا ترس پائی تھی۔ مگر احمدیت کے ساتھ وابستگی نے ان کے اندر کچھ اس قسم کا جلال اور رعب پیدا کر دیا تھا کہ وہ کسی بڑے سے بڑے انسان کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ آپ کے بارے میں آپ کے صاحبزادے مکرم عبد السلام خان (حال کینیڈا) بیان فرماتے ہیں کہ ”ایک دفعہ مستونگ میں خان بہادر نوابزادہ گل محمد خان آف ڈیرہ غازی خان نے جو ریاست قلات میں وزیر مال تھے ایک پشاوری تحصیل دار حبیب اللہ خان کے ذریعہ حضرت مولویؒ صاحب کو پیغام بھیجا کہ آپ مجھے اپنی دامادی میں لے لیں تو یہ میری بڑی سعادت ہوگی۔ میں اپنی بیوی کو پچاس ہزار روپیہ نقد ادا کروں گا اور میں اپنی نصف جائیداد ان کے نام لگا دوں گا۔ اس کے علاوہ جو شرائط مولوی صاحب مقرر کریں وہ سب مجھے قبول ہوں گی۔ حضرت مولوی صاحب نے تحصیل دار صاحب کو فرمایا کہ نوابزادہ صاحب کو میں خود جواب دوں گا۔

دوسرے دن شام کے وقت حضرت مولوی صاحب نوابزادہ صاحب کے بنگلے پر گئے اور ان سے کہا کہ آپ نے ایسا پیغام بھیجا ہے۔ وہ بہت خوش ہوا اور کہا ہاں۔ میں نے یہ پیغام بھیجا ہے اور وہ میری خوش بختی ہوگی اگر میرے جیسا انسان آپ کی دامادی کا فخر حاصل کر لے۔ آپ نے فرمایا۔

---

[1] دراصل جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عیسائی فتنہ کے مقابل پر اسلام کے کامیاب دفاع کے نتیجے میں مسلمانوں کے ارتداد کا سلسلہ ختم ہو گیا تو عیسائی پادریوں نے اپنی مہم کا رخ ہندوستان کی نیچ اقوام بالخصوص اس طبقہ کی طرف مبذول کر لیا جن کا پیشہ شہروں اور قصبوں کا کوڑا کرکٹ اکٹھا کرنا ہے اور جسے ہمارے ملک کی اصطلاح میں چوہڑے کہا جاتا ہے۔ ان کا عموماً کوئی مذہب نہیں ہوتا اس کے نتیجے میں قریباً یہ ساری قوم عیسائی ہوگئی۔

میں ایک معمولی سے غریب شخص کو لڑکی دوں گا بشرطیکہ وہ احمدی ہو کیونکہ وہ ہمارے شاہی خاندان کا فرد ہے۔ مگر دنیاوی نواب کو نہیں دوں گا۔ اور پھر نوابزادہ صاحب کو فرمایا۔ آپ کہتے ہیں میں پچاس ہزار مہر اور نصف جائیداد وغیرہ دوں گا۔ لیکن اگر امیر کابل مجھے اپنی نصف حکومت دے اور کہے کہ آپ اپنی لڑکی کا رشتہ مجھے دے دیں تو چونکہ وہ احمدی نہیں ہے اور میں اس کو اپنے شاہی خاندان کا فرد نہیں سمجھتا اس لئے میں اس کو لڑکی نہیں دوں گا۔

اس پر نوابزادہ صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب مجھ سے غلطی ہوئی ہے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اتنے عظیم انسان ہیں۔ (حیات الیاسؒ)

۱۴

"مجمع پر ایک سناٹا چھا گیا"

جناب شیخ عبدالقادر صاحب کا غیر احمدی مخالف علماء سے مناظرہ

آگے جانے سے پیشتر مکرم جناب شیخ عبدالقادر صاحب (مربی سلسلہ مذکورہ بالا) کے ساتھ تبلیغی میدان میں بیتے جانے والے تائید الٰہی کے دو واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ جن سے پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح غیر معمولی رنگ میں اپنے مامور کے غلاموں کی عزت رکھتا اور مخالفین کو نامراد و ناکام فرماتا ہے۔ یہ دونوں واقعات بھی آپ کے کراچی میں قیام کے دوران پیش آئے۔

پہلا واقعہ

چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"میں ابھی کراچی میں ہی تھا کہ سندھ میں نبی سر روڈ کے مقام پر غیر احمدیوں کے ساتھ ایک مناظرہ قرار پایا۔ غزنوی خاندان [1] کے بعض مولوی اور عبداللہ معمار امرتسری مقابل پر تھے۔ قادیان دارالامان سے کتابیں اس وقت پہنچیں جب خاکسار واحباب میدان مناظرہ میں پہنچ چکے تھے اور عملاً مناظرہ کی کارروائی شروع ہونے والی تھی۔ چونکہ مجھے کتابوں کی فہرست کا کوئی علم نہیں تھا۔ اس لئے کتابوں سے فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ دوران مناظرہ ایک کتاب کا جو غالباً جلالین تھی میں نے حوالہ پیش کیا۔ مولوی عبداللہ معمار نے جو مقابل پر تھے فوراً اُٹھکر کہا کہ غلط ہے!

---

[1] غزنوی خاندان وہ ہے جو ایک بزرگ حضرت عبداللہ غزنوی کے بیٹوں اور شاگردوں پر مشتمل ساری عمر حضرت بانی سلسلہؑ کی مخالفت پر کمر بستہ رہا۔ حضرت عبداللہ حضرت بانی سلسلہؑ کے دعویٰ ماموریت سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ آپ نے ایک خواب دیکھی تھی کہ قادیان پر آسمان سے نور اترا ہے لیکن آپ کی اولاد اس سے محروم رہی ہے۔ عبداللہ معمار وغیرہ آپکے شاگردوں میں تھے مگر بدقسمتی سے عمر بھر سلسلہ احمدیہ کے مخالف رہے۔

جھوٹ ہے! اس کتاب میں ہرگز یہ حوالہ نہیں ہے جو تم پیش کر رہے ہو۔ اور اگر ہے تو اصل کتاب نکال کر پیش کرو۔ میں نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ کتابیں ابھی پہنچی ہیں۔ اور مجھے علم نہیں کہ یہ کتاب آئی بھی ہے یا نہیں اور اگر آپ کے پاس کتاب ہے تو بھیجدو۔ میں حوالہ نکال کر آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ فوراً کتاب بھیج دی۔ میں نے یہ کہکر وہ کتاب اپنی دوسری کتابوں کے درمیان رکھدی کہ جب تم تقریر کرو گے تو میں اطمینان سے حوالہ نکال کر تمہیں دکھادوں گا۔ بعد تقریر جب میں نے حوالہ نکالنے کیلئے کتاب کو ہاتھ میں لیا تو فرشتوں نے اس کی کتاب کے بجائے وہ کتاب میرے سامنے کردی جو قادیان سے آئی تھی۔ اور جس میں بین السطور وہ حوالہ موجود تھا۔ میں نے کتاب جو کھولی تو فوراً حوالہ نکل آیا۔ اس پر میں نے باآواز بلند حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ صاحبان! دیکھئے یہ حوالہ موجود ہے۔ اور اگر کوئی شخص پرائمری پاس بھی ہو اور وہ یہ حوالہ دیکھنا چاہے تو ہم اسے دکھا سکتے ہیں۔ اس پر دو تین آدمی حوالہ دیکھنے کے لئے آگے آئے اور جب انہوں نے شہادت دی کہ حوالہ موجود ہے تو مجمع پر ایک سناٹا چھا گیا۔ مولوی عبداللہ معمار بہت پریشان ہوا۔ کیونکہ جو کتاب اس نے بھیجی تھی اس کے متعلق اسے یقین تھا کہ اس میں وہ حوالہ موجود نہیں۔ مگر حقیقت کا مجھے بھی علم نہیں تھا۔ میرا بھی یہی خیال تھا کہ اس کی بھیجی ہوئی کتاب سے ہی حوالہ نکلا ہے۔ لہٰذا میں نے وہی کتاب اسے واپس بھیج دی۔ اس کے بعد جب میں اطمینان سے دوسری کتابیں دیکھنے لگا تو پہلی کتاب جو میرے ہاتھ میں آئی وہ وہ تھی جو معمار مذکور نے بھیجی تھی۔ تب مجھ پر معمہ کھلا اور میں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے میری آبرو رکھ لی۔ اور سلسلہ کو ذلت سے بچالیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک''۔

(ملخص از ''تابعین اصحاب احمد'' جلد اول صفحہ ۱۶۱)

۱۵

دوسرا واقعہ

’’میری عربی دانی کی سارے مجمع پر دھاک بیٹھ گئی‘‘

دوسرا واقعہ آپ یوں بیان فرماتے ہیں :۔

’’ گاندھی گارڈن کے قریب ایک لکڑیوں کے بہت بڑے ٹال کا مالک یو پی کا ایک ریٹائرڈ صوبیدار تھا۔ چند اہلکار بھی دفتری اوقات سے فارغ ہوکراس کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ میں بھی کبھی کبھار وہاں جانکلتا تھا۔ اور میری ان کے ساتھ بڑی بے تکلفی ہوگئی تھی۔ میں انہیں تبلیغ کرتا تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے مجھے رسوا کرنے کیلئے ایک تجویز سوچی اور ایک بڑے جبہ پوش مولوی کو بلا لیا۔ جو پندرہ بیس سال تک عربی ممالک میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد تازہ تازہ کراچی آیا تھا۔ اور ایک بڑا مجمع بھی اکٹھا کرلیا۔ جب میں پہنچا تو انہوں نے متفقہ طور پر کہا کہ صاحب! آج تو ہم نے اپنے عالم کو بھی بلا لیا ہے۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ عربی زبان میں آپ کا مناظرہ سنیں۔ اگر آپ جیت گئے تو ہم آپ کی باتیں سنا کریں گے۔ ورنہ نہیں۔ مجھے چونکہ عربی زبان میں تقریر کرنے کی مشق نہیں تھی۔ اس لئے میں حیران ہوگیا کہ انہیں کیا جواب دوں۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل! اگر عربی میں مناظرہ کیلئے آمادگی کا اظہار کرتا ہوں تو بھی مشکل اور اگر انکار کرتا ہوں تو بھی مشکل۔ کروں تو کیا کروں۔ چند منٹ دعا کرنے کے بعد میں نے کہا کہ میں ان مولوی صاحب کے ساتھ عربی میں مناظرہ کرنے کیلئے بالکل تیار ہوں۔ آپ انہیں میدان میں لائیے۔ مولوی صاحب فوراً

آگے بڑھے۔ اور کہنے لگے کہ پہلے میں تقریر کروں یا آپ کریں گے۔
میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا کہ پہلے آپ تقریر کریں۔ میں آپ کی تقریر کا جواب دوں گا۔ خیر اس نے تقریر شروع کردی۔ قریباً چالیس پینتالیس منٹ وہ بول چکا تھا اور اپنی تقریر ختم کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس کی ایک بات سنکر میری زبان سے بے اختیار اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ نکلوائے۔ مَاذَا قُلْتَ اٰنِفاً۔ یعنی آپ نے ابھی کیا کہا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرف کیا کہ وہ میرے اس فقرہ کو جو خالص قرآنی زبان میں تھا[1] سمجھ ہی نہ سکا اور مجھے دوبارہ فقرہ دوہرانے کیلئے کہا۔ جب میں نے دوبارہ یہی فقرہ دوہرایا۔ تو وہ پھر بھی نہ سمجھ سکا۔ اس پر حاضرین میں سے بعض سرکردہ لوگ بول اٹھے کہ جب ہمارا مولوی ان کے ایک فقرہ کو بھی نہیں سمجھ سکا تو یہ ان کی تقریر کو کیسے سمجھ سکے گا۔ اس لئے ہم عربی میں مناظرہ نہیں سننا چاہتے۔ مناظرہ اردو زبانمیں ہونا چاہئے۔ جسے تمام لوگ سمجھ سکیں۔ پس پھر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مجلس میں ہماری وہ تائید کی کہ ان پر ہمارا سکہ بیٹھ گیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اسی تائید ونصرت کا نتیجہ تھا کہ جب میرا کراچی سے تبادلہ ہوا تو ان لوگوں نے دو بکرے ذبح کروا کر مجھے ایک شاندار دعوت دی جس میں ایڈریس بھی پیش کیا اور ایک شاعر نے میری تعریف میں ایک نظم بھی کہی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰالِکَ۔

(تابعین اصحاب احمدؑ جلد اول صفحہ ۶۳۔۶۲)

---

[1] سورۃ محمد ﷺ آیت ۱۷ میں آتا ہے 'مَاذَا قَالَ اٰنِفاً' جسکے معنی یہ ہیں 'ابھی اس نے کیا کہا ہے'۔ شیخ صاحب نے یہاں 'قَالَ' کی بجائے مخاطب کا صیغہ یعنی 'قُلْتَ' بولا۔

(۱۶)

''وہ واقعی پاگل ہو گیا''

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک اور غلام کا دجال کے دجل وفریب کی قلعی کھولنا

عنوان زیر بحث سے متعلق اب ایک ایسا واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو ایک طرف حضرت بانی سلسلہؑ کی زیر بحث عظیم الشان پیشگوئی کی صداقت ظاہر کرتا ہے اور دوسری طرف یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے آڑے وقت میں حضرت کا سر الصلیب علیہ السلام (حضرت بانی سلسلہؑ) کو مبعوث فرما کر اپنے سچے دین اسلام کی مدافعت کا سامان بہم پہنچایا۔ ورنہ دجال اپنی پوری طاقت اور اپنے پورے مادی و مالی وسائل کے ساتھ اس پر کاری ضرب لگانے کیلئے تیار بیٹھا تھا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ (حضرت بانی سلسلہؑ کے اولین افقاء میں سے ایک) کو احمدیت قبول کرنے پر ملازمت سے فارغ کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے آپ کی ملازمت کے پہلے سے بھی بہتر سامان پیدا فرما دئے۔ اس ملازمت کے سلسلہ میں ایک انگریز عیسائی پادری ڈے نامی نے بظاہر عربی پڑھنے کی خاطر آپ کو اپنے پاس بلالیا۔ اسی پادری کا قصہ ہے کہ عربی پڑھنا تو اس کا ایک بہانہ تھا۔ دراصل وہ اسلام کے خلاف ایک بڑا خطرناک منصوبہ تیار کر رہا تھا۔ یہ منصوبہ کیا تھا اور اسے حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ جو ایک متجر عالم ہونے کے ساتھ احمدیت کے نور سے منور ہو کر نور علیٰ نور ہو چکے تھے۔ نے اپنی قوت استدلال سے کیسے توڑا اور ناکام بنایا۔ یہ وہ کارنامہ ہے جو کاسر صلیب کا ایک غلام ہی سرانجام دے سکتا تھا اور اس نے سرانجام دیا۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ فرماتے ہیں۔

''وہ (پادری ڈے) خود عربی کا ایک بہت بڑا عالم تھا۔ اسے عربی پڑھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ دراصل وہ اسلام کے خلاف ایک ایسی کتاب لکھنا چاہتا تھا جس میں قرآن مجید سے عیسائیت کی تائید ہوتی ہو اور جو

مسلمان اس کے خلاف مفہوم لیتے ہیں اس کی تردید ہوتی ہو۔ اس غرض کے لئے اسے اپنے ملک سے کافی روپیہ آرہا تھا۔ اور اس نے کئی مولوی ملازم خفیہ طور پر اس غرض کیلئے رکھے ہوئے تھے جو خاص خاص وقتوں میں اس کے ملازم پیشہ لوگوں کے کوارٹروں میں بیٹھ کر اسے حوالے تلاش کر کے دیتے تھے“۔

آپ فرماتے ہیں۔

”میں جب اس کے پاس ملازم ہوا تو اس نے یہ طریق اختیار کیا کہ سبق کے وقت مجھ سے کوئی آیت پوچھ لیتا یا کسی حدیث پر بحث شروع کر دیتا اور سبق نظر انداز کر دیتا۔ اور اس طرح بجائے ایک گھنٹہ کے تین تین گھنٹے صرف ہو جاتے“۔

تاہم پادری ڈے نے ابھی تک آپ پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا تھا کہ وہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں اس قدر دلچسپی کیوں لے رہا ہے۔ اور دلچسپی بھی ایسی کہ وہ اپنے اصل مقصد یعنی تحصیل علم عربی کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب جس طریق پر اسے آیات کے معانی اور مطالب سمجھا رہے تھے اسے دیکھ کر آخر اسے اپنا اصل مدعا آپ پر ظاہر کرنا پڑا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

”ایک دن مجھے خیال آیا کہ اگر کوئی سوال ہی کرتا جائے تو عالم الکل تو خدا ہی کی ذات ہے۔ انسان سے کسی نہ کسی وقت کوئی کمزوری ظاہر ہو سکتی ہے یہ شخص ایک لمبے عرصہ سے سوال پر سوال کر رہا ہے۔ مجھے بھی چاہئے کہ میں اس سے کوئی مذہبی سوال کروں۔ ایک دن بحث کے دوران میں نے بائیبل سے ۲۲ زبور مغنی کی ایک عبارت پڑھی۔ اس میں بعینہ وہی الفاظ آتے تھے جن میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے پکڑے جانے کے دن دعا کی تھی۔ ان دعائیہ الفاظ کے متعلق میں نے دریافت کیا کہ یہ کس کے

متعلق ہیں۔ پادری کا چہرہ دمک اُٹھا اور وہ کہنے لگا۔ یہی تو ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان مابہ النزاع کا فیصلہ کرنے والی آیات ہیں۔ مسلمان کہتے ہیں کہ مسیح صلیب پر نہیں لٹکایا گیا مگر یہ آیات صفائی سے بتلا رہی ہیں کہ وہی دعا جو خداوند یسوع مسیح نے کی تھی۔ بطور پیشگوئی حضرت داوٗد کہہ رہے ہیں اور اس میں ایسے الفاظ ہیں جو صاف طور پر مسیحؑ کی موت پر دلالت کرتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں:۔

’’میں نے تھوڑی دیر کے سکوت اور کچھ اس کی تصدیق کرنے کے بعد اگلی عبارت پڑھی وعِند صُراخِی اِیّاہ اُسْتُمِعَ (یعنی اس دردناک پکار کے وقت اس کی سنی گئی) آگے یہ ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ نے کہا کہ اس کے شکریہ میں مَیں تیری کھوئی ہوئی بھیڑوں میں جاؤں گا اور تیری تقدیس بیان کروں گا اور تیری حمد اور شکریہ بجالاؤں گا وغیرہ۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ عبارت کس کے متعلق ہے۔ وہ گھبرایا اور کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے یہ کسی اور کی نسبت ہے۔ میں چونکہ سال ڈیڑھ سال میں اس کی طبیعت سے واقف ہو چکا تھا۔ میں نے بحث کی بجائے کہا کہ اگر آپ کا کانشنس یہی کہتا ہے تو مجھے انکار نہیں۔ تو اس کا ہاتھ کانپنے لگا اور کہنے لگا ’میرا کانشنس ہرگز یہ نہیں کہتا‘۔ اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ آپ کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب میں نے بتایا کہ میں احمدی ہوں تو اس نے کُھل کر مجھے سب کچھ بتادیا یعنی یہ کہ میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں جس کے لئے میں نے بہت سے علماء ملازم رکھے ہوئے ہیں اور وہ مجھے قرآن مجید سے اسلام کے خلاف اور عیسائیت کی تائید میں حوالے نکال کر دیتے ہیں (اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ یہ مسلمان علماء کا حال تھا کہ تھوڑی سی مالی منفعت کی

خاطر خود اپنے دین کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ ناقل)
اور میں انہیں مرتب کرتا ہوں۔ مگر میں بیحد حیران ہوں کہ جو معنے آپ
کرتے ہیں اُن سے اسلام کی تائید ہوتی ہے۔ میں نے سوائے تین کے
باقی ساری آئتیں آپ سے پوچھ لی ہیں۔ مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی
ہوئی ہے۔ مگر صدمہ بھی زبردست ہوا ہے ایسا کہ شاید میں اسے برداشت
نہ کرسکوں۔ وجہ یہ ہے کہ مجھے میری قوم نے بے شمار روپیہ دیا ہے اور دے
رہی ہے۔ اب میں کیا جواب دوں گا''۔

گویا وہ طلسمی جال جو دجال کا یہ چیلہ اپنے باطل عقائد کی تائید میں خود مسلمان علماء کی مدد سے اس لئے تیار کر رہا تھا کہ اس کے ذریعے اسلام پر حملہ کرے اور مسلمانوں کو اپنے دین سے برگشتہ کر کے عیسائیت کی طرف لے آئے اس کا بھانڈا مسیح محمدیؑ کے ایک غلام نے چوراہے میں پھوڑ دیا اور اس طرح اس کی ساری محنت جو اس نے اپنی قوم کے بے پناہ سرمائے سے سرانجام دی تھی اکارت چلی گئی۔ ظاہر ہے کہ اس کا اُسے صدمہ پہنچنا لازمی امر تھا۔ اور وہ اسے پہنچا چنانچہ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ فرماتے ہیں:۔

''چنانچہ وہ واقعی پاگل ہو گیا اور ولایت واپس چلا گیا''۔

اس کے بعد حضرت مولوی صاحب تو قادیان چلے گئے لیکن فرماتے ہیں:۔

''میں جب قادیان میں تھا تو بٹالہ کسی سفر پر گیا۔ وہاں میں گاڑی پر سوار
ہونے لگا تو ایک انگریز میری طرف بڑھا۔ اس کی داڑھی اور بھنویں سب
سفید تھیں۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ کیا آپ مولوی سرور شاہ ہیں میرے
ہاں میں جواب دینے پر وہ بولا۔ میں پادری ڈے ہوں اور اب اچھا ہو کر
ولایت سے آگیا ہوں۔ یہاں بٹالہ میں ایک لیکچر دینے آیا تھا''

آپ فرماتے ہیں کہ وہ صدمہ جو اسے اپنے ''مشن'' کی ناکامی کا پہنچ چکا تھا اتنا شدید تھا کہ دو تین سالوں کے اندر اندر ہی اس کے سارے بال سفید ہو گئے۔ (ملخص از سیرۃ سرورؓ بحوالہ 'اصحاب احمد' جلد پنجم)

۱۷

"معلوم ہوتا ہے آپ نے انجیل نہیں پڑھی"

جرمنی کے ایک گرجا گھر میں حضرت مسیح کی آمد ثانی کا تذکرہ

اس سلسلہ میں راقم الحروف بھی اپنے جرمنی کے دور تبلیغ کے دوران کا ایک دلچسپ واقعہ ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتا ہے۔ یہ بتانا ضروری ہے کہ جرمن قوم کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ہر عقل کو اپیل کرنے والی بات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ اِس سے مجلس کا رنگ ایسا خوشگوار ہو جاتا ہے کہ حاضرین محظوظ ہونے لگتے ہیں۔ چنانچہ ایک بار خاکسار کو اوفن برگ [1] شہر کے اینگلیکن چرچ کے پادری نے اسلام پر تقریر کرنے کی دعوت دی [2]۔ اس تقریب کا انتظام خود چرچ یعنی گرجا گھر کے اندر کیا گیا تھا۔ دو اڑھائی صد مرد و زن کے اس مجمع کے سامنے خاکسار نے پہلے اسلام کا ایک تعارفی خاکہ پیش کیا اور پھر اپنے مشن کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ وہ مسیح جس کی آمد ثانی کا عیسائی لوگ انتظار کر رہے ہیں وہ حضرت بانی سلسلہؑ کے وجود میں ظاہر ہو چکا ہے۔ تقریر کے بعد سوال و جواب کا ایک لمبا سلسلہ چلا۔ خاکسار اپنی سمجھ کے مطابق اور ٹوٹی پھوٹی جرمن زبان میں سوالات کا جواب دیتا رہا۔ ایک جرمن نوجوان نے اُٹھ کر سوال کیا کہ مسیح کے بارے میں تو کہا گیا ہے کہ جب وہ دوبارہ آئیں گے تو ایک شور پڑ جائے گا اور ہر طرف ان کی آمد کا چرچا ہونے لگے گا۔ یہ کیا ہے کہ وہ مسیح آ کر فوت بھی ہو گیا ہے اور ہمیں کانوں کان خبر نہیں۔ میں نے جواباً کہا کہ معلوم ہوتا ہے آپ نے انجیل نہیں پڑھی۔ انجیل میں تو حضرت مسیحؑ نے اپنی آمد ثانی کے بارے میں یوں بتایا ہے کہ میرا آنا چور کی مانند ہو گا یعنی جیسے چور رات کو آتا ہے اور اپنا کام کر کے چلا جاتا ہے اور کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح میری آمد ہو گی (متی باب ۲۴ آیت ۴۴) میرے اس جواب پر اہل مجلس نے باوجود عیسائی ہونے کے خوب تالیاں بجائیں اور اس طرح مذہبی رواداری کا ثبوت دیتے ہوئے دلیل کی معقولیت کا اپنے حال و قال سے اقرار کیا۔

---

[1] فرانکفرٹ سے ۲۰۰ کلومیٹر جنوب کی طرف ایک اہم شہر۔ Offenburg (اوفن برگ)

[2] یہ خاکسار کے پہلے دورۂ جرمنی کا واقعہ ہے جب خاکسار ایک ماتحت مُبلّغ کے طور پر فرانکفرٹ میں مقیم تھا۔ تقریر کی یہ دعوت ہمیں اوائل ۱۹۶۷ء میں ملی تھی۔

۱۸

''حاضرین مجلس پر ایک سناٹا چھا گیا''

حرمت خنزیر پر ایک دلچسپ گفتگو

اسی طرح فرانکفرٹ میں جب ایک بار ایک سکول کے بچوں کی کلاس مسجد نور (فرانکفرٹ) میں آئی تو خاکسار نے بچوں کی عقل اور علمی استعداد کے مطابق پہلے انہیں اسلام کا تعارف کرایا۔ پھر انہیں کچھ سوال کرنے کیلئے کہا۔ بچے مختلف سوالات کرتے رہے مثلاً یہ کہ عورتیں پردہ کیوں کرتی ہیں۔ شراب کیوں منع ہے۔ آپ (یعنی مسلمان) مکہ کی طرف رخ کر کے نماز کیوں پڑھتے ہیں وغیرہ۔ ایک بچے نے سوال کیا۔ مسلمان سؤر کا گوشت کیوں نہیں کھاتے۔ اس سادہ سے سوال کا سادہ سا جواب میں نے یہ دیا کہ مسلمان تو سؤر کا گوشت اس لئے نہیں کھاتے کہ قرآن میں لکھا ہے کہ یہ حرام ہے اسے مت کھاؤ۔ تم یہ سوال اپنے پادری صاحب سے پوچھو (کلاس کا پادری جو کلاس کے ساتھ آیا تھا وہ پاس ہی کھڑا تھا) کہ تم لوگ سؤر کا گوشت کیوں کھاتے ہو جب تمہاری کتاب (بائبل) میں لکھا ہے کہ یہ ناپاک جانور ہے اس کا گوشت مت کھاؤ (احبار باب ۱۱ آیت ۸) میرا یہ کہنا تھا کہ سب بچے جو مسجد کے اندر کھڑے تھے پادری کی طرف دیکھنے لگ گئے اور پادری صاحب تھے کہ یوں خاموش کھڑے تھے جیسے اس میں جان ہی نہ ہو۔ یہ منظر جب بھی میری آنکھوں کے سامنے آتا ہے ایک عجیب لطف آنے لگتا ہے۔

ایک اور موقع پر ایک عیسائی ادارہ سے آئے ہوئے بڑی عمر کے جرمنوں کی مجلس میں جو مسجد نور فرانکفرٹ ہی میں ہو رہی تھی یہی سوال ایک اور رنگ میں اٹھا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ قرآن نے سؤر کو کیوں حرام قرار دیا ہے۔ اس سوال پر میرے منہ سے بیساختہ یہ جواب نکلا کہ قرآن نے تو سؤر کو حرام قرار نہیں دیا۔ اس کی حرمت کا حکم تو بائبل نے لگایا ہے [1]! قرآن نے تو محض بائبل کے حکم

---

[1] میرا اشارہ بائبل کے اس حکم کی طرف تھا جہاں کہا گیا ہے ''سؤر بھی تمہارے لئے ناپاک ہے۔ تم اس کا گوشت نہ کھانا۔'' (احبار باب ۱۱ آیت ۷ تا ۸)

کی توثیق کی ہے۔اس پر یکدم اہل مجلس پر ایک سناٹا چھا گیا۔تھوڑے سے توقف کے بعد میں نے ہی اس سکوت کو توڑا اور کہا کہ دُنیا کی دو بڑی مذہبی کتب نے سؤر کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔ یقیناً اس میں کوئی حکمت ہوگی۔ہمیں چاہئے کہ تحقیق کریں اور دیکھیں کہ وہ حکمت کیا ہے۔میرا یہ کہنا تھا کہ حاضرین پر جو سب کے سب اچھے تعلیم یافتہ اور باشعور تھے ایک بار پھر سکوت طاری ہوگیا۔ خود ان کا پادری جو اُن کے سامنے ہی میرے پاس کھڑا تھا اور میرے ہر جواب پر اپنا کچھ نہ کچھ تبصرہ کر رہا تھا۔اب خاموش ہو کر میرا منہ دیکھنے لگ گیا۔اس خاموشی کو میں نے ہی دوسری بار توڑتے ہوئے کہا کہ جہاں تک ہم اہل اسلام کا تعلق ہے ہم نے اس کی تحقیق کی ہے اور اس حکمت کا پتہ لگایا ہے جس کی بنا پر سؤر کا گوشت کھانا منع کیا گیا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کے تمام جانور انسانوں کے کھانے کیلئے پیدا نہیں کئے گئے۔ اس لئے ضروری نہیں کہ ہم ہر جانور کے بارے میں تحقیق کرنا شروع کر دیں تاہم سؤر کے بارے میں جس قدر تحقیق ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جانور میں بعض ایسی خصلتیں پائی جاتی ہیں جو انسان کے اخلاق کو متاثر کرتی ہیں اور چونکہ خوراک کا اثر انسان کی جسمانی اور روحانی قویٰ دونوں پر پڑتا ہے اس لئے سؤر کی اِن مخصوص خصلتوں کی وجہ سے اس کا گوشت ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

میرے اس جواب پر یوں معلوم ہوا جیسے حاضرین کے دلوں اور دماغوں پر سے ایک بہت بھاری بوجھ اتر گیا ہو کیونکہ جونہی میں نے جواب ختم کیا ایک گنگناتی ہوئی مسکراہٹ ان کے چہروں پر کھیلنے لگی اور بعض اِن میں سے مخصوص انداز میں اپنے سر دھننے اور باہم سرگوشیاں کرنے لگ گئے۔ میں نے بھی اس قدر جواب پر اکتفا کرتے ہوئے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

نونہالانِ احمدیت

کی

مخالفینِ سلسلہ پر علمی فضیلت کے بعض اَور واقعات

احمدیت ایک ایسی صداقت ہے کہ باطل کا عفریت خواہ وہ بظاہر کتنا ہی قوی الجثہ اور خوفناک ہو اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ ذیل میں وہ واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن میں مامور من اللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام زیر بحث کہ ''میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم میں معرفت میں کمال حاصل کریں گے ۔۔۔'' کی برکت سے چھوٹے چھوٹے احمدی بچوں اور نوجوانوں نے اپنے مقابل پر آنے والے بڑے بڑے تیز و طرار مخالفین علماء کے منہ بند کر دیئے۔ اِن مخالفین میں سے کوئی عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ کوئی ہندو تھا اور کوئی خود مسلمانوں کا مخالف مولوی، مگر احمدی بچے نے اس کے ایسے دانت کھٹے کئے کہ وہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹ گیا ابھی اوپر کے دو واقعات میں بتایا گیا ہے کہ دو نوخیز اور زیر تعلیم احمدی مبلغین نے اپنے مقابل پر آنے والے تیز و طرار پنڈتوں کو علمی بحث میں کیسا شرمندہ اور لاجواب کر دیا چنانچہ آئندہ کے صفحات کے اندر چند ایک اَور اسی کے واقعات درج کئے جاتے ہیں تا کہ مامور من اللہ کی جماعت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی اس عظیم علمی فضیلت کی صداقت اچھی طرح واضح ہو جائے۔

پہلا واقعہ

''مولوی صاحب کے سارے شیدائی بہت بددل ہو گئے''

ایک نوخیز احمدی کا اشدّ المخالفین مولوی ثناء اللہ امرتسری کو لاجواب کرنا

میاں محمد صدیق صاحب بانی جب احمدی ہوئے تو آپ کے سارے خاندان کے اندر جن میں سوائے آپ کے چچا حاجی تاج محمود کے باقی سب غیر احمدی تھے آپ کے خلاف ایک زبردست جوش پیدا ہو گیا۔ آپ کے سب سے بڑے مخالف آپ کے ماموں حاجی میاں امیر الدین تھے چنانچہ آپ پر جو اپنے ہی خاندان کی طرف سے بیتی اس کا حال آپ یوں بیان فرماتے ہیں

''میرے قبول احمدیت کی خبر برادری میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ماموں حاجی میاں امیر الدین صاحب نے جو ڈیمزن لین کلکتہ (ناقل) میں رہائش رکھتے تھے مجھے وہاں بلا کر پہلے تو مجھے سخت سست کہا اور پھر مجھے دو چار تھپڑ رسید کئے۔ اگر ممانی صاحبہ درمیان میں نہ آجاتیں تو مجھے اور بھی مار پڑتی۔ دوسری صبح میرے چاروں بڑے ماموں صاحبان غصہ میں بھرے ہوئے ہماری دوکان پر آئے اور چچا صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

---

[1] میاں محمد صدیق بانی صاحب کے چچا حاجی تاج محمود صاحب مخلص احمدی تھے انہوں نے ۱۹۰۹ء میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ انہی کے ذریعہ اور انہی کی نیک تربیت کے نتیجہ میں آپ نے بھی احمدیت قبول کی۔ آپ کلکتہ میں کاروبار کرتے تھے اس میں خدا تعالیٰ نے ایسی برکت ڈالی کہ آپ لاکھوں کے تاجر بن گئے مگر طبیعت میں اس قدر نیکی تھی کہ لاکھوں روپے نیک کاموں پر خرچ کئے۔ ان نیک کاموں میں مساجد کی تعمیر۔ غربا اور مساکین کی امداد اور درویشانِ قادیان کی خدمت سرفہرست ہے۔ آپ ۱۹۴۷ء میں قریباً چوہتر سال کی عمر میں کراچی میں فوت ہوئے۔

’تم خود تو گمراہ ہوئے ہی تھے۔ ہمارے اس بھانجے کو میرزائی بنا کر اس کا بیڑہ بھی کیوں غرق کیا ہے؟‘ پھر کہنے لگے :-

’ہماری خوش قسمتی سے اہلحدیث کانفرنس کے سلسلہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ہم محمد صدیق کو میرزائیت سے توبہ کرانے کیلئے اُن کی خدمت میں ابھی لے جانا چاہتے ہیں‘ ۔

چچا صاحب نے جواباً کہا کہ بیشک لے جائیں مگر میں بھی آپ صاحبان کا خالہ زاد بھائی ہوں۔ وہاں اگر کسی بہتری کی توقع ہے تو مجھے بھی ہمراہ لے چلیں۔ انہوں نے کہا آپ بھی چلیں۔ اس پر چچا صاحب نے فرمایا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تمہیں کسی ایسے مقام پر جانا پڑے جہاں پر کسی نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ طلب کرلیا کرو۔ اس لئے حضورؐ کے اس فرمان کی تعمیل میں ہم دونوں یہاں نفل پڑھ لیں اور آپ صاحبان اس عرصہ میں حقہ کا شغل رکھتے ہوئے انتظار کریں۔ نفل ادا کرنے کے بعد دوکان بند کردی گئی۔ اور یہ گروہ چچا صاحب کو اور مجھے ہمراہ لیکر چل پڑا۔ راستہ میں اور لوگ بھی تماشائی بن کر ساتھ ہولئے۔ ”

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے ساتھ آپ کی کیا گفتگو ہوئی اور وہ آپ کی ایک ہی دلیل کے سامنے کیسے لاجواب بلکہ سیخ پا ہوئے اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

’’پچاس کے قریب افراد کا یہ جم غفیر مولوی ثناء اللہ صاحب کی قیام گاہ پر پہنچا تو اس صبح کے وقت ابھی مولوی صاحب نے ناشتہ نہیں کیا تھا۔ اور صحن میں ایک چوبی تخت پر بیٹھے قادیان کے اخبار بدر کے ایک پرانے فائل سے کچھ نوٹ لکھ رہے تھے۔ یہ افراد ارد گرد دائرہ کی شکل میں بیٹھ گئے۔ مولوی صاحب طبعاً حیران ہوئے اور دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟ میرے ماموں میاں حاجی امیر الدین صاحب نے میری اور چچا صاحب کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ لڑکا ہمارا بھانجا ہے اور اسے ان (یعنی حاجی تاج محمود) صاحب نے کل میرزائی کرلیا ہے۔ ہم اس کو توبہ کرانے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔" آگے فرماتے ہیں :

" مولوی صاحب نے کہا کہ میں ان حاجی صاحب کو تو جانتا ہوں۔ اور مجھے مخاطب کر کے کہا: بیٹا! یہاں میرے پاس آجاؤ۔ میں آپ (مولوی صاحب) کے پاس چوبی تخت پر جا بیٹھا اور مولوی صاحب نے اخبار بدر میں سے کوئی حوالہ پڑھ کر سنانا شروع کیا کہ مرزا صاحبؑ نے فلاں بات کہی ہے۔ اس پر مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی :۔

میں :۔ مولوی صاحب! یہ تو اس گھر کے اندر کی باتیں ہیں۔ آپ تو اس امر کے دعویدار ہیں کہ اس گھر میں داخل ہی نہیں ہونا چاہئے۔ آپ دلیل دے کر فرمائیں کہ کیوں نہیں داخل ہونا چاہئے؟

مولوی صاحب :۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ مگر پہلے تم بتاؤ کہ اس گھر میں کیوں داخل ہوئے ہو؟۔

میں :۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے يَابَنِىٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (الاعراف:36) یعنی اے بنی آدم اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں اور وہ تم پر میری آیات پڑھتے ہوں تو تم میں سے جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کی۔ اُنہیں نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

مولوی صاحب :۔ اِس آیت میں تو بنی آدم مخاطب ہیں۔

میں :۔ میں بھی بنی آدم میں سے ہوں۔ اور اس آیت کے نزول کے بعد سارے بنی آدم اس کے مخاطب ہیں۔

اس پر مولوی صاحب نے اُن ماموں صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ یہ لڑکا

کل ''میرزائی'' ہوا ہے۔ مگر مجھے تو یہ مرض پرانی معلوم ہوتی ہے۔ میرا آج میرزائیت کے خلاف فلاں جگہ لیکچر مقرر ہے اور میں نے اس کے لئے تیاری کرنی ہے۔ آپ صاحبان اس کو پھر کسی مناسب وقت پر میرے پاس لے آویں۔ یہ سن کر مولوی صاحب کے سارے شیدائی بہت بددل ہوکر وہاں سے لوٹ آئے''۔ [1] (تابعین اصحاب احمد جلد دہم صفحہ ۳۳ تا ۳۵)

---

[1] اس سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولوی ثناءاللہ صاحب کے بلوائے جانے سے قبل وہاں (مراد چنیوٹ ضلع جھنگ) مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کو بھی بلوایا گیا تھا جسکی غرض میاں محمد صدیق صاحب کے چچا حاجی تاج محمود صاحب کو احمدیت سے برگشتہ کرنا تھی چنانچہ اِن مولوی صاحب نے وہاں کی شاہی مسجد میں احمدیت کے خلاف ایک لیکچر بھی دیا تھا، مگران کے کچے اور بودے دلائل نے خودان کے اپنے آدمیوں کو بھی متاثر نہ کیا جس پر مولوی ثناءاللہ صاحب کو امرتسر سے بلوانے کا انتظام کیا گیا۔ اِس 'دینی خدمت' کے عوض، اُن کے مطالبہ پر انہیں تین صد روپیہ فیس بطور معاوضہ بھی ادا کی گئی۔ اِس دوران وہاں بحث ومباحثہ کی جو مجالس قائم ہوئیں ان پر دلچسپ تبصرہ کرتے ہوئے میاں محمد صدیق صاحب فرماتے ہیں:

''مولوی ثناءاللہ صاحب نے...... جناب چچا صاحب کو برگشتہ کرنے کیلئے پورا زور لگایا۔ ایسے ہر اکھاڑہ میں ایک طرف اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والا، سادہ مزاج، متقی اور موت کو یاد رکھنے والا پہلوان حاجی تاج محمود ہوتا اور بالمقابل اوّل درجہ کا پھکڑ باز، تمسخر اور استہزا میں ماہر اور عوام کی واہ واہ کا دِلدادہ پہلوان مولوی ثناءاللہ ہوتا۔ ہر سوال و جواب کے بعد قرآن مجید کے اِس زرّیں اصول کی شان ظاہر ہوتی تھی کہ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (سورۃ الاعراف) یعنی '(نیک) انجام متقیوں کو ہی حاصل ہوتا ہے' سو یہ مولوی صاحب بھی اپنے مقصد میں ناکام و نامراد واپس ہوئے''
('تابعین اصحاب احمد' جلد دہم صفحہ ۳۰)

دوسرا واقعہ

''عرب صاحب پر گھڑوں پانی پڑ گیا

اُسی نوخیز احمدی کے سامنے ایک عالم عرب کی خفّت اور ہزیمت

مذکورہ بالا واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد آپ کی والدہ جو تا حال مخالف تھیں اور آپ سے ہمدردی کے باوجود چاہتی تھیں کہ ان کا بیٹا احمدیت کو ترک کردے۔ بعض دیگر خواتین کے کہنے پر آپ کو چنیوٹ میں رہنے والے ایک عرب عالم دین کے پاس اس غرض سے لے گئیں کہ شاید وہ آپ کے بیٹے کو ترک احمدیت پر آمادہ کر سکے۔ یہ عرب صاحب بہت عرصہ پہلے عرب سے آکر وہاں آباد ہو گئے تھے۔ علاقہ کی بہت سی مستورات ان کی معتقد تھیں۔ انکے پاس جاکر کیا ہوا اور ایک کم سن احمدی مجاہد کے ہاتھوں انہیں کس قسم کی خفت اور شرمندگی کا سامنا کرنا ایک دلچسپ واقعہ ہے۔ چنانچہ میاں محمد صدیق صاحب بانی فرماتے ہیں:۔

> ''ایک رات بعد نماز تراویح ان کے ہاں جانے کا پروگرام بنا اور میری رضاعی والدہ نے عرب صاحب کو اس سے اطلاع دی۔ والدہ صاحب کی خواہش کے مطابق میں وہاں گیا۔ والدہ صاحبہ اور تقریباً بیس قریبی مستورات ہمراہ تھیں۔ عرب صاحب کے مکان کے قریب پہنچنے پر یہ دیکھ کر میری حیرانی کی حد نہ رہی کہ اُن کے مکان کے عین سامنے وسیع میدان میں دریاں بچھی ہوئی ہیں۔ گیس کے لیمپ روشن ہیں۔ درمیان میں ایک میز اور دو کرسیاں رکھی ہوئی ہیں۔ گویا عرب صاحب نے ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کر رکھا ہے۔ پہلے تو میں کچھ گھبرا سا گیا۔ مگر پھر دل قوی کر کے آگے بڑھا۔ مستورات مکان کی چھت پر اور میں عرب صاحب کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ دریوں پر کوئی دوصد افراد براجمان تھے جن میں سے اکثر اسی محلّہ کے اور عرب صاحب کے عقیدتمند تھے۔''

عرب صاحب نے جو اردو روانی سے بول سکتے تھے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کیوں احمدی ہوئے ہیں۔ آپ نے کہا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آٹھویں پارے میں بنی آدم کو مطلع کیا گیا ہے کہ تمہارے اندر ضرور تم میں سے رسول آئیں گے۔ جو میری آیات تمہارے پاس بیان کریں گے۔ جو شخص تقویٰ سے کام لیتا ہوا اپنی اصلاح کرے گا اُسے کوئی خوف اور غم نہ ہوگا۔ اس حکم کی تعمیل میں مَیں نے اس زمانہ کے مامور کی بیعت کی ہے۔ عرب صاحب نے جواب میں کہا کہ ابتداء میں بنی آدم کو اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا تھا یہاں اُسے بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ یہاں کئی بار لفظ ''قل'' دہرایا گیا ہے[1] جس کا مطلب صاف ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ اپنے زمانہ کے اور بعد کے بنی آدم سے یہ بات کہہ دیں۔ عرب صاحب نے کہا کہ اس مقام پر ''قل'' کا لفظ نہیں ہے۔ اس پر آپ نے مجمع کو مخاطب کر کے کہا اگر یہاں کوئی حافظ ہوں تو کھڑے ہو کر اس مقام کی تلاوت کریں۔ فی الفور دو تین حافظ کھڑے ہو گئے۔ اُن میں سے ایک کو جو حافظ چھِمّا کے نام سے معروف تھے موقعہ دیا گیا (ان آیات میں پانچ بار قُلْ کا لفظ آیا ہے انہوں نے آیات پڑھنی شروع کیں) سو جتنی بار ''قُل'' کا لفظ آیا، آپ گنواتے چلے گئے :۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ تو عرب صاحب پر گویا گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اور اُن کے معتقدین نے بہت شرمندگی محسوس کی۔ اس کے بعد اس مجمع کا کیا حشر ہوا یہ بھی ایک دلچسپ کہانی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''ایک کونے سے کسی شریر نے عرب صاحب پر آوازے کسے اور کہا کہ آپ کے مناظرہ کے طریق سے ناواقفی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے ایک میرزائی لڑکے نے ہم سب کو شرمندہ کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس پر عرب

---

[1] آٹھویں پارے کی یہ آیات سورۃ الاعراف کی آیات نمبر ۲۶ تا ۳۶ پر مشتمل ہیں جو یَابَنِی آدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ سے شروع ہو کر یَا بَنِی آدم اِمَّا یَاتِینَّکُمْ رُسُلٌ مِنکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ آیٰتِی فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُون پر ختم ہوتی ہیں۔ ان میں پانچ بار قُل کہہ کر اللہ تعالیٰ نے گویا آنحضرت ﷺ کو تمام دنیا کو وہ پیغام پہنچانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ جس کا ذکر ان آیات میں ہے اور جس کے آخر پر یہ پیغام ہے کہ جب تم میں اللہ کے رسول آئیں تو اللہ تعالیٰ پر تقویٰ کرتے ہوئے اپنی اصلاح کی خاطر اُن کو مان لینا۔

صاحب تو اپنے گھر کے اندر چلے گئے اور اُن کے مرید جوش میں آ گئے۔
اور اُس شریر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ تُو تکار اور دنگہ فساد ہونے لگا۔
یہ دیکھ کر میں اپنے ساتھ کی مستورات سمیت وہاں سے چلا آیا۔ بفضلہٖ
تعالیٰ مجھے کامیابی بھی حاصل ہوئی اور میں کسی نقصان سے بھی محفوظ رہا۔" ؎

(ملخص از تابعین اصحاب احمد جلد دہم صفحہ 39-38)

؎ محترم میاں محمد صدیق صاحب بانی (مرحوم) کا اضافی تعارف

آپ چنیوٹ (ضلع جھنگ) کے ایک دیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے آپ اپنے چچا حاجی تاج محمود صاحب کے ذریعے اور ان کی تحریک وتبلیغ کے نتیجے میں قریباً ۱۹، ۲۰ سال کی عمر میں احمدی ہوئے۔آپ کے احمدی ہو جانے پر آپ کو نہ صرف اپنے محلہ کے لوگوں کی طرف سے بلکہ اپنے والدین بالخصوص اپنی والدہ کی طرف سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔آپ کو اِسی وجہ سے مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری جیسے اشد المخالفین کے پاس بھی لیجایا گیا مگر جیسا کہ مذکورہ بالا واقعات میں بتایا گیا ہے ، باوجود کم سنی کے آپ نے ان کے ایسے دانت کھٹے کئے کہ وہ لاجواب ہو کر رہ گئے۔احمدیت میں آ کر آپ پر خدمتِ سلسلہ کا ایک خاص رنگ چڑھا۔آپ کی سلسلہ اور افرادِ جماعت کے لئے مالی خدمات کی فہرست بہت لمبی ہے تاہم آپ کی ربوہ دارالہجرت میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر کیلئے کی گئی مالی قربانی ہمیشہ سنہری لفظوں سے لکھی اور دعائیہ کلمات سے یاد کی جائیگی۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے اس کے کُل اخراجات ادا کرنے کی اجازت لی،اس شرط کے ساتھ کہ آپ کا نام نہ ظاہر کیا جائے۔اُس وقت (۱۹۶۵ء میں) اخراجات کا تخمینہ تین لاکھ تھا جو مسجد کی ۱۹۷۲ء میں مکمل تعمیر تک پندرہ لاکھ روپیہ ہو چکا تھا تاہم یہ جملہ اخراجات آپنے بڑی خندہ پیشانی اور بشاشتِ قلبی سے برداشت کئے۔
فجزاہ اللہ احسن الجزا

تیسرا واقعہ

ایک احمدی نونہال نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کا منہ بند کر دیا

امرتسر کے مشہور معاند احمدیت مولوی ثناء اللہ امرتسری کے ایک نوجوان اور نوخیز احمدی کے دلائل کے سامنے لاجواب ہونے کا واقعہ پیچھے گذر چکا ہے۔ اب اسی پھکڑ باز مولوی کی ایک اور احمدی نونہال کو احمدیت سے برگشتہ کرنے کی ناکام کوشش اور اس کی جرأت مندانہ مدافعت کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دینے کا بھی ایک واقعہ سن لیجئے۔

یہ میاں سراج الدین صاحب امرتسری کا واقعہ ہے[1] آپ احمدی ہونے سے قبل اہل حدیث فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے بذریعہ رؤیا صالحہ احمدیت قبول کرنے کی دلچسپ مگر دردناک داستان درویشانِ احمدیت کی جلد اول میں ''ینصرك رجالٌ ......'' کے تحت بیان کی جا چکی ہے (اس میں آسمانی وحی سے احمدی ہونے والوں کا بیان ہے) اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ امرتسر کے علماء بشمول مولوی ثناء اللہ امرتسری کس طرح بجائے آپ کو دلائل سے قائل کرنے کے اپنے سے بدظن کرنے اور احمدیت کی طرف ان کا میلان بڑھانے کا موجب بنے۔ خود آپ کے گھر والوں یعنی آپ کی والدہ۔ آپ کے بھائی اور آپ کے تایا نے نہ صرف آپ کی مخالفت کی بلکہ ایذارسانی میں حد کر دی۔ پہلے انہوں نے آپ کا کھانا بند کر دیا پھر مولویوں کو یکے بعد دیگرے بلانا شروع کیا کہ وہ آپ کو سمجھائیں اور ''راہِ راست'' پر لے آئیں۔ جب اس طرح بھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے تو ایک دن وہ آپ کو اشد المخالفین مولوی ثناء اللہ امرتسری کے پاس لے گئے۔ آپ نے باوجود ان پڑھ ہونے کے (آپ کی تعلیم بہت ہی معمولی تھی) اس بہت بڑے عالم اہلِ حدیث کو کسطرح شرمندہ اور لاجواب کیا یہ ایک دلچسپ واقعہ ہے۔ چنانچہ آپ بیان فرماتے ہیں۔

---

[1] آپ سلسلہ کے مبلغ مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم (حال ریاستہائے متحدہ امریکہ) کے والد تھے آپ کی قبول احمدیت کے دیگر واقعات آپ کے اسی سب سے بڑے صاحبزادے کے قلم سے تحریر شدہ الفضل انٹرنیشنل میں شائع کردہ ہیں۔

''جب میرے گھر والوں نے یہ دیکھا کہ میں کسی طرح احمدیت کو چھوڑنے پر تیار نہیں تو وہ مجھے پکڑ کر امرتسر کے سب سے بڑے مخالف مولوی ثناء اللہ کے پاس لے گئے۔ وہ مجھے اس طرح سمجھانے لگے کہ مرزا آدمی تو بہت نیک تھا اگر ان کا ایک دعویٰ ہوتا تو ہم مان بھی لیتے۔ لیکن ان کے دعوے ہی بہت ہیں ہم کیا کیا مانیں۔ میں نے جب یہ کہا کہ وہ دعوے گن کر بتائیں تو کہنے لگے۔ کبھی وہ مہدی بنتے ہیں۔ کبھی وہ مجدد بنتے ہیں۔ کبھی اپنے آپ کو کرشن کہتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں میں عیسیٰ ہوں۔ کبھی کہتے ہیں میں مہدی موعود ہوں۔ اس طرح وہ مختلف دعاوی گنوانے لگے۔ میں نے کہا۔ اچھا میں گنواتا ہوں گنو:۔ دیوا۔ لیمپ۔ گیس۔ بجلی۔ سراج منیر۔ وہ کہنے لگے یہ کیا۔ میں نے کہا۔ جیسے اُوپر والے ناموں کا ایک ہی مطلب ہے اسی طرح ان کا مطلب بھی ایک ہی ہے۔

میرا یہ کہنا تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب سٹ پٹا اُٹھے اور کہنے لگے'' مرزا صاحب (مراد حضرت بانی سلسلہؑ۔ ناقل) کی کوئی پیشگوئی غلط ہو جائے تو ہو جائے لیکن میری یہ پیشگوئی غلط نہیں ہوگی کہ اس لڑکے کو مار مار کر ٹکڑے بھی کر دو تو یہ واپس نہیں آئے گا''۔

اس سے جہاں احمدیت کے سب سے بڑے مخالف کے مَبلغِ علم اور طرزِ تکلّم کا پتہ لگتا ہے وہاں اس حقیقت کا بھی علم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے مامور کی مخالفت میں اِن علماء کے تمام حربے ناکام ہو چکے تھے سوائے ایک حربہ کے جو انبیاء کے مخالفین ہمیشہ انبیاء اور ان پر ایمان لانے والے غریب اور نہتے لوگوں کے خلاف استعمال کرتے رہے چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ جب حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے اس کم سن مجاہد کو گمراہ کرنے کی وہ آخری تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو ان کے گھر والوں نے ان پر ظلم وستم کی انتہا کر دی۔ ان کا یہی ظالمانہ سلوک جس کی تفصیل کتاب ''یَنصُرُكَ رِجالٌ'' میں بیان کی گئی ہے۔ ان کی اِس ظلم سے ہمیشہ کیلئے نجات اور ان کے کامیاب اور خوشگوار مستقبل کا موجب بن گیا۔

چوتھا واقعہ

''اچھا میں تمہارا امتحان لیتا ہوں''

ایک نو احمدی طالب علم کی ایک غیر احمدی مولوی سے بحث

مکرم شیخ عبدالقادر صاحب (مبلغ سلسلہ) جو ہندوؤں سے مسلمان ہوئے تھے[1] ان کی صغر سنی کا ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ ابھی آپ کو مسلمان ہوئے ڈیڑھ سال کا عرصہ ہی ہوا تھا (آپ ۱۳-۱۴ سال کی عمر میں ہی مسلمان ہو کر اپنے گھر سے چلے گئے تھے) کہ آپ پہلی بار اپنے گاؤں واپس آئے۔ وہاں ایک مشہور و معروف مولوی مولا بخش صاحب مولوی عالم وغیرہ کے امتحانات کی تیاری کرواتے تھے۔ نیز مسجد میں بچوں۔ بڑوں اور بوڑھوں کو قرآن کریم بھی پڑھاتے تھے۔ جب شیخ صاحب مغرب کی نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں گئے تو اس وقت نماز ہو رہی تھی۔ آپ نے نماز الگ شروع کر دی۔ بعد نماز لوگوں نے آپ کو اکیلا نماز پڑھتے دیکھ کر بُرا محسوس کیا۔ اور آپ کے آس پاس کافی تعداد میں جمع ہو گئے اور جماعت میں شامل نہ ہونے اور نماز الگ پڑھنے کا سبب دریافت کرنے لگے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''میں اس سوال کا جواب دینے کیلئے پہلے سے تیار نہ تھا۔ میری دینی تعلیم بھی بہت کم تھی اس لئے میں حیران تھا کہ کیا جواب دوں کہ یک دم اللہ تعالیٰ نے میری زبان پر یہ الفاظ جاری کئے کہ میری نماز تمہارے پیچھے نہیں

---

[1] آپ مسلمان ہو کر پہلے اپنے مسلمان دوستوں کے پاس ٹھہرتے رہے پھر ایک احمدی دوست کی رہنمائی سے قادیان چلے گئے اور وہاں مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو کر قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ مذکورہ بالا واقعہ 1927ء کا ہے جب آپ موسم گرما کی تعطیلات میں پہلی بار اپنے ہندو اقارب کو ملنے اپنے گاؤں آئے آپ نے پہلے ایک احمدی جمعیدار (غالباً اُن کا نام حسن خان تھا) کے پاس پنڈی بھٹیاں میں قیام کیا۔ ان کی اطلاع پر ان کا بھائی لالہ کیسر مل انہیں لینے آیا۔ جمعیدار صاحب موصوف نے اسے تاکید کی کہ اگر آپ لوگوں نے اس بچے کو کوئی تکلیف پہنچائی تو یہ معاملہ دخل اندازی پولیس کا بن جائے گا۔ لہٰذا ایسی کوئی حرکت نہ کریں۔

(تابعین اصحاب احمدؑ جلد اول صفحہ ۴۱)

ہوسکتی۔انہوں نے کہا کیوں؟ میں نے کہا اس لئے کہ مجھے قرآن کریم آتا ہے۔اور تمہیں نہیں آتا۔وہ یہ جواب سن کر بہت متعجب ہوئے۔اتنے میں مولوی صاحب بھی تشریف لے آئے۔لوگوں نے بتایا کہ ہمارے سوال کا اس لڑکے نے یہ جواب دیا ہے۔مولوی صاحب نے کہا۔کیوں لڑکے! کیا مجھ سے بھی تمہارا قرآن کریم کا علم زیادہ ہے؟ میں نے کہا بیشک! فرمانے لگے! اچھا میں تمہارا امتحان لیتا ہوں۔میں نے کہا۔جہاں سے مرضی ہو پوچھ لیں۔اس پر انہوں نے نصرت الٰہی سے قرآن کریم کی وہ آیت پڑھی جو کہ مدرسہ (مدرسہ احمدیہ قادیان۔ناقل) ہفتہ واری تقاریر میں وفات عیسیٰ وصداقت مسیح موعودؑ کے تعلق میں مجھے اچھی طرح یاد ہو چکی تھی۔کہ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ کے کیا معنی ہیں میں نے اس کا فوراً صحیح صحیح ترجمہ سنا دیا۔جس سے وہ نہایت درجہ حیرت زدہ ہوئے۔اور لوگوں کو کہا کہ 'مرزائیوں کے پاس پتہ نہیں کیا جنتر منتر ہے۔یہ لڑکا کل یہاں سے گیا ہے اور آج قرآن کریم کا عالم بن کر آیا ہے۔میں نے اس کے سامنے مشکل ترین آیت پیش کی۔اور مجھے یقین تھا کہ یہ ہرگز اس کا ترجمہ نہیں کر سکے گا۔لیکن اس نے بالکل صحیح صحیح ترجمہ سنا کر مجھے حیران کر دیا ہے۔' ”

(ملخص از تابعین اصحاب احمدؑ جلد دہم)

اس موقع پر حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے فرزند اکبر اور جماعت کے دوسرے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک اقتباس درج کرنا مناسب ہوگا جو بتاتا ہے کہ ایسے مواقع پر ایک احمدی کو حاصل ہونے والی ہر علمی فتح، اللہ تعالیٰ کا ایک تائیدی نشان ہوتا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

”ہم نے اپنی جماعت میں بھی دیکھا ہے کہ جب کوئی شخص اخلاص کے ساتھ احمدی ہوتا ہے تو

باوجود اس کے کہ وہ ان پڑھ اور جاہل ہوتا ہے احمدی ہوتے ہی اس کی زبان اس طرح کھل جاتی ہے کہ بڑے بڑے مولوی اس کے ساتھ بات کرنے سے گھبراتے اور کترانے لگتے ہیں۔ اس کی عقل پہلے سے تیز ہو جاتی ہے اور اس کی بحث کرنے کی قابلیت غیر معمولی طور پر بڑھ جاتی ہے جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ ان کا علم اپنا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے جو ہر موقع پر ان کی تائید کرتا اور انہیں وقت پر ایسی ایسی باتیں سمجھا دیتا ہے کہ حیرت آتی ہے''۔ ؎ (بحوالہ تفسیر کبیر صفحہ۔۔۔)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک اپنا واقعہ

؎ اس سلسلہ میں حضورؓ کا ایک اپنا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ کس طرح آپ نے ایک آریہ سماجی پنڈت کو لاجواب کیا چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں:

''شملہ کے آریہ سماج کے سیکرٹری ایک دفعہ مجھے ملنے آئے اور سوال کیا کہ اسلام کی صداقت کا ثبوت کیا ہے۔ میں نے کہا..... اسلام نے مجھے اپنی صداقت کے متعلق یقین دیا ہے۔ کہنے لگے، کیا آپ سمجھتے ہیں، مجھے اپنے مذہب پر یقین نہیں۔ میں نے کہا جیسا یقین آپ کو ہے ویسا تو ہر عیسائی، موسائی غرضیکہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو ہے...... کہنے لگے، پھر یقین کسے کہتے ہیں۔ میں نے کہا میں اپنی بیوی بچوں کو ساتھ لیکر یہ قسم کھاتا ہوں کہ 'اے خدا! اگر اسلام تیرا مذہب نہیں اور قرآن تیری طرف سے نہیں تو ہم کو ہمیشہ کیلئے ہدایت سے محروم کر دے اور ہم پر اپنا غضب نازل کر'۔ آپ بھی اپنے مذہب کے متعلق ایسی قسم کھائیں۔ کہنے لگے، بیوی بچوں کو کیوں شامل کیا جائے۔ میں نے کہا جس گولی نے لگنا نہیں، اُس سے ڈر کیسا؟ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو شک ہے''

(از ہفت روزہ بدرؔ مورخہ ۸ فروری ۱۹۹۶ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۲۶ اپریل ۱۹۹۶ء)

پانچواں واقعہ

''آپ مفلس آدمی معلوم ہوتے ہیں''

ایک درویش احمدی نوجوان کا ایک پادری کو لاجواب کرنا

اب بستان احمد کے ایک اور نونہال شجر۔ مصلح الدین صاحب راجیکی ۔ جو ایک نہایت تقویٰ شعار اور صالح تھے اور اپنے بزرگ باپ ۔حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے رنگ میں پوری طرح رنگین تھے کا ایک پادری کو لاجواب کر دینے والا اپنا بیان کردہ واقعہ درج کیا جاتا ہے آپ فرماتے ہیں:۔

"میں ایک دفعہ رانچی (صوبہ بہار) میں گرجا میں چلا گیا اور پادری صاحب سے پوچھا کہ آپ کا پیغام کیا ہے؟ کہنے لگے یہی کہ 'خدا کی بادشاہت میں داخل ہو جاؤ' میں نے پوچھا۔کیا آپ خدا کی بادشاہت میں داخل ہو چکے ہیں؟ کہنے لگے۔ ہاں! اس پر میں نے کچھ نقدی جیب سے نکال کر میز پر رکھ دی اور کہا کہ آپ مفلس آدمی معلوم ہوتے ہیں میری طرف سے یہ حقیر رقم قبول فرمائیں وہ کہنے لگے نہیں ۔ میں تو کافی دولت مند آدمی ہوں۔آپ کو یہ غلط فہمی کیسے ہوئی ہے ۔ یہ پیسے اُٹھالیں ۔ میں نے کہا پادری صاحب! جس بادشاہت کے آپ مدعی ہیں اس کے متعلق انجیل کہتی ہے کہ

'اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو' ۔ (متی باب ۱۹:۲۴)

میری یہ بات سن کر پادری صاحب لاجواب اور مبہوت رہ گئے اور حیرت سے میرا مونہہ تکنے لگ گئے"۔

('تابعین اصحاب احمدؑ جلد دوم)

چھٹا واقعہ

"کون دن میں ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہے"

مکرم مصلح الدین صاحب راجیکی کا ایک مخالف مولوی کولا جواب کرنا

ایک اور موقع پر ایسا ہی مُسکِت اور حقیقت افروز جواب آپ نے ایک غیر احمدی معترض کو دیا جس نے اپنے خیال خام میں یہ سمجھ رکھا تھا کہ احمدی نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کی تعظیم نہیں کرتے۔ چنانچہ پشاور میں مقیم سلسلہ کے مربی مکرم مولوی چراغ دین صاحب اس چشم دید واقعہ کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں۔

"پشاور میں جب 1956ء میں آپ کو پانچ چھ ماہ قیام کا موقع ملا تو ایک روز احمدیہ مسجد میں ایک غیر احمدی مولوی صاحب نے دورانِ گفتگو میں کہا کہ احمدی لوگ آنحضرت ﷺ کی تعظیم نہیں کرتے۔ یہ بات سن کر مولوی مصلح الدین صاحب پاس آگئے اور غیر احمدی سے کہنے لگے کہ کیا وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ پر دن میں ہزار دفعہ درود بھیجتے ہیں آپ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہیں کرتے۔ غیر احمدی نے کہا کہ کون حضور ﷺ پر دن میں ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک احمدی تو میں ہوں کہ روزانہ کم از کم ہزار بار درود بھیجتا ہوں۔ یہ سن کر وہ صاحب دیر تک آپ کی طرف دیکھتے رہے اور پھر خاموشی سے اُٹھ کر چلے گئے۔"

(تابعین اصحاب احمدؑ، جلد دوم صفحہ ۱۳)

ساتواں واقعہ

''مجھے دوبار آنحضرت صلعم کی زیارت ہوئی ہے''

''ایک درویش احمدی کا ایک غیر احمدی کو مسکت جواب''

ایسا ہی خاکسار اپنا ایک چشم دید واقعہ اپنے والد مکرم کے ساتھ بیتا ہوا بیان کرتا ہے۔ والد مکرم ماسٹر امام علی صاحب (مرحوم و مغفور) 30/32 سال کی عمر میں احمدی ہوئے تھے [1]۔ ایس وی ٹیچر تھے۔ دینی تعلیم کچھ زیادہ نہیں رکھتے تھے مگر احمدیت کے مسائل پر آپ کو اچھا عبور حاصل تھا۔ ایک بار (یہ 1961ء کی بات ہے جب آپ نے مستقل سکونت ربوہ میں رکھ لی تھی) ہم باپ بیٹا لائلپور (حال فیصل آباد) میں کچھ سودا سلف خریدنے کیلئے گئے۔ آپ ایک دوکان سے کچھ چیزیں خرید رہے تھے کہ دوکاندار نے جو متدین سا معلوم ہوتا تھا یہ جاننے پر کہ ہم ربوہ سے آئے ہیں اور احمدی ہیں۔ ابا جان سے مذہبی بحث چھیڑ دی۔ ابا جان اسے بڑے آرام سے جواب دے رہے تھے کہ اس نے اچانک کہہ دیا۔

''آپ اچھے دیندار معلوم ہوتے ہیں۔ آپ یہ عقیدہ چھوڑ کر سیدھے سادے مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے''۔

اس پر ابا جان کے منہ سے بیساختہ نکلا،

''کیا میں وہ عقیدہ چھوڑ دوں۔ جس پر رہ کر مجھے دوبار آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے''۔

یہ سن کر وہ دوکاندار ایسا خاموش ہو گیا کہ اسے کچھ اور کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔

---

[1] ابا جان عین جوانی کی عمر میں خوب سوچ سمجھ کر احمدی ہوئے تھے۔ طبیعت نہایت سادہ تھی مگر تبلیغ کا ایک خاص جوش رکھتے تھے۔ ان کا ہمارے ایک غیر احمدی پھوپھا۔ وہ مدرس تھے ۔ کے ساتھ کئی بار مذہبی بحث مباحثہ ہوا۔ ابا جان نے ہمیشہ ان کو لاجواب کیا۔ وہ اپنے آپ کو بڑا دیندار نیک اور پارسا سمجھتے تھے۔ جب ہم ان کی اولاد کی اپنے بہن بھائیوں کی دینی اور اخلاقی حالت کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں تو زمین و آسمان کا فرق پاتے ہیں اور حیران ہوتے ہیں۔ کہ اگر ہمیں اپنے ابا جان کی احمدیت کے رنگ میں رنگین نیک تربیت حاصل نہ ہوتی تو شاید ہم بھی ان کی اولاد ہی کی طرح ہوتے۔ (مؤلف)

آٹھواں واقعہ

’’آپ کی تو جُوتیاں بھی گِھس گئی ہیں‘‘

پیرا پہاڑی اور مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب

اس موقع پر ایک نیم فاطرالعقل اوران پڑھ مگر حضرت بانی سلسلہؑ کی تریاک صحبت سے فیض یافتہ شخص پیرا پہاڑی [1] کے رئیس المخالفین مولوی محمد حسین بٹالوی کو لاجواب کردینے والے ایک واقعہ کا بیان بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ حضرت بانی سلسلہؑ کے فرزند اکبراور آپ کے دوسرے جانشین حضرت المصلح الموعودؓ کا بیان کردہ یہ دلچسپ واقعہ بلاکم وکاست ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

> ’’قادیان میں ایک شخص ’’پیرا‘‘ ہوا کرتا تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خادم تھا۔ اس وقت قادیان میں نہ تار گھر تھا اور نہ ریل آیا کرتی تھی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود کو کبھی تار دینے کی ضرورت پیش آتی یا کوئی ریلوے پارسل منگوانا ہوتا تو آپ بٹالے کسی آدمی کو بھجوادیا کرتے تھے اور کبھی کبھی پیرے کو بھی اس غرض کیلئے بھیج دیتے تھے۔ اُن دنوں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو سلسلہ احمدیہ کے اشد ترین مخالفوں میں سے تھے۔ بٹالہ سٹیشن پر جایا کرتے تھے اور جب کسی نووارد مسلمان کو اترتے دیکھتے تو اسے پوچھتے کہ وہ کہاں جانا چاہتا ہے اور جب کسی کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ قادیان جانا چاہتا ہے تو اسے ورغلانے کی کوشش کرتے اور کہتے کہ یہیں سے واپس چلے جاؤ۔ قادیان میں جا کر تمہارا

---

[1] پیرا گجر قوم کا ایک پہاڑی شخص تھا۔ بالکل ان پڑھ اور معمولی عقل کا آدمی تھا۔ اس کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار جب وہ مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا تو کسی خادمہ نے اندر سے آواز دی تو وہ نماز میں ہی بول اٹھا کہ تھوڑی سی نماز باقی ہے۔ ختم کرکے آتا ہوں۔ (حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ ۱۱۲)

ایمان خراب ہو جائے گا۔ ایک دن انہیں اور کوئی شکار نہ ملا تو انہوں نے پیرے کو ہی پکڑ لیا۔ وہ اس دن کوئی تار دینے یا کوئی بلٹی لینے کیلئے بٹالے گیا ہوا تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب اسے کہنے لگے۔ پیرے۔ تیرا تو ایمان خراب ہو گیا ہے۔ مرزا صاحب کافر اور دجال ہیں۔ تو اپنی عاقبت ان کے پیچھے کیوں خراب کرتا ہے۔ پیرا ان کی باتیں سنتا رہا۔ جب وہ اپنا جوش نکال چکے تو انہوں نے اپنی باتوں کی پیرے سے بھی تصدیق کروانی چاہی اور انہوں نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ میری باتیں کیسی ہیں۔ پیرا کہنے لگا مولوی صاحب میں تو ان پڑھ اور جاہل ہوں۔ مجھے نہ کوئی علم ہے اور نہ مسئلے سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن ایک بات ہے جو میں بھی سمجھ سکتا ہوں اور وہ یہ کہ میں سالہا سال سے بلٹیاں لینے اور تاریں دینے کیلئے یہاں آتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں آپ ہمیشہ اسٹیشن پر آ آ کر لوگوں کو قادیان جانے سے منع کرتے ہیں۔ آپ کی اب تک شاید اس کوشش میں کتنی ہی جوتیاں گھس گئی ہوں گی مگر پھر بھی لوگ ان کی طرف کھچے چلے جاتے ہیں۔ آخر کوئی بات تو ہے جس کی وجہ سے یہ فرق ہے۔۔۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بعض دفعہ ایسی باتیں سمجھا دیتا ہے کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے''۔

('تفسیر کبیر' جلد پنجم حصہ اول صفحہ 78-277)

نواں واقعہ

''جب پلڑے میں سیر کا وزن پڑا ہی نہ ہو''

مسئلہ وفات مسیح اور ایک احمدی بچے کی ذہانت

اب ذیل میں ایک اور احمدی بچے کے ایک غیر احمدی مولوی کو لاجواب کر دینے کا دلچسپ واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس واقعہ کے راوی مکرم ہدایت اللہ صاحب شاد (حال جرمنی) بیان فرماتے ہیں۔

''جنوری یا فروری 1969ء کی بات ہے جب میں اپنی ڈیوٹی کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ وسن کے تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ گیا۔ نماز عشا کے بعد میں مکرم چوہدری شریف احمد صاحب صدر جماعت کے گھر قیام پذیر ہوا۔ اتفاق سے اس رات ایک غیر احمدی مولوی صاحب بھی ان کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اتنے میں چوہدری صاحب موصوف کا چھوٹا بیٹا عزیزم ۔۔۔۔ آ گیا اور اس کی مولوی صاحب سے وفات مسیح کے مسئلہ پر بحث چھڑ گئی۔ میں نے بڑی حیرت سے دیکھا کہ عزیزم ۔۔۔ مولوی صاحب کے اعتراضات کے بہت مدلل اور منہ توڑ جواب دے رہا ہے۔

دوران گفتگو عزیزم ۔۔۔۔ نے کسی احمدی شاعر کے قلم سے نکلا ہوا یہ شعر

" غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسمان پر

مدفون ہو زمیں میں ، شاہِ جہاں ہمارا "

پڑھ کر جب مولوی صاحب سے یہ کہا کہ آپ جو حضرت عیسیٰؑ کو جو حضرت رسول پاک ﷺ کے مقابلے میں ایک چھوٹے درجہ کے نبی ہیں آسمان پر چڑھائے بیٹھے ہیں تو کیا اس سے آنحضرت ﷺ کی ہتک نہیں ہو رہی۔ تو مولوی صاحب بولے۔ یہ سوال تو میں ابھی حل کر دیتا ہوں۔ دیکھو ایک ترازو لو۔ اس کے ایک پلڑے میں چھٹانک کا باٹ ڈالو۔ دوسرے میں سیر کا وزن۔ تو کونسا پلڑا اوپر جائے گا۔ وہی نا جو ہلکا ہے یعنی چھٹانک والا۔ تو حضرت عیسیٰؑ کی آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں وہی حیثیت ہے جو ایک چھٹانک کی ایک سیر کے مقابلے میں ہوتی ہے۔ پس آنحضرت

صلعم کا درجہ بہر حال حضرت عیسیٰؑ سے بلند ہوا۔ ابھی وہ مولوی یہ جواب ختم کر ہی پایا تھا کہ میں جو یہ گفتگو بڑی دلچسپی سے سن رہا تھا بول پڑا اور کہا۔

مولوی صاحب۔ اب جب تک سیر کا وزن دوسرے پلڑے میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام واپس زمین پر نہیں آسکتے۔ لہٰذا آپ حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ دنیا میں آنے سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

میرے اس جواب پر عزیزم ۔۔۔۔۔۔ نے ایک ایسا جواب دیا۔ جو اِس بچے کے کمال ذہانت پر دلالت کرتا تھا۔ اور جس نے ہم دونوں کو حیران اور مبہوت کر دیا۔ اس نے کہا۔ مولوی صاحب! چھٹانک والا پلڑا تو تب اوپر جائے گا جب دوسرے پلڑے میں ایک سیر کا وزن ڈالا جائے گا۔ اور جب اس پلڑے میں سیر کا وزن ڈالا ہی نہ جائے تو چھٹانک والا پلڑا اُوپر کیسے جا سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰؑ سے چھ سو سال بعد پیدا ہوئے۔ آپؐ کی پیدائش سے چھ سو سال پہلے حضرت عیسیٰؑ کیسے آسمان پر چلے گئے۔

مولوی صاحب کا یہ جواب سننا تھا کہ وہ بالکل خاموش ہو گئے اور بات وہیں ختم کر دی۔ "

(ماہنامہ 'الفرقان'۔ ربوہ مئی 1969)

دسواں واقعہ

’’کیا حضرت عیسیٰؑ زمین پر ایک دفعہ تشریف لائیں گے یا دو بار؟‘‘

واقعۂ اِسراء اور وفات مسیح علیہ السلام کا اچھوتا استدلال

مذکورہ بالا واقعہ سے ملتا جلتا ایک اور غیر احمدی کا منہ بند کرنے والا واقعہ مکرم ملک رشید احمد طیب صاحب[1] نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ یہ واقعہ جو خود ان کے ساتھ بیتا آپ یوں بیان فرماتے ہیں۔

’’ضلع بہاولپور کے ایک گاؤں ۔۔۔۔ میں میری رہائش تھی۔ اس کے قریبی گاؤں میں ایک مولوی صاحب نے اپنی گذر اوقات کیلئے ایک مدرسہ کھول رکھا تھا جس میں بچے قرآن وغیرہ پڑھتے تھے۔ ان مولوی صاحب کا یہ حال تھا کہ انہوں نے علاقہ بھر میں میرے خلاف مخالفت کا ایک طوفان برپا کر رکھا تھا۔ لوگوں کو یہ کہہ کر خوب گمراہ کرتے کہ ان کے ساتھ (یعنی میرے ساتھ) علیک سلیک کرنا۔ کھانا پینا حرام ہے۔ مگر خود لوگوں سے نظریں بچا کر میرے ڈیرے پر آجاتے اور کھانے کی فرمائش کرتے۔ ایک بار میں اپنے علاقہ کے ایک زمیندار دوست کے ساتھ کہیں جا رہا تھا کہ ہمارا گذر ان مولوی صاحب کے مکان کے پاس سے ہوا۔ اتفاق سے وہ اپنے گھر کے سامنے کھڑے تھے۔ ہمیں اکٹھا دیکھ کر انہوں نے اپنے ہاں ہمیں ٹھہرنے کیلئے کہا۔ غالباً ان کی نیت یہ تھی کہ اس طرح وہ احمدیت پر اعتراض کر کے اس زمیندار کو مجھ سے برگشتہ کر سکیں گے۔ چنانچہ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر خاکسار کے ساتھ ان کی حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

مولوی صاحب:۔ (میری طرف ارشارہ کر کے) یہ مرزائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ

---

[1] جرمنی کی جماعت سے تعلق رکھنے والے ایک مخلص دوست

السلام کی وفات ثابت کرنے کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے بھی منکر ہیں۔

خاکسار:۔ہم تو منکر نہیں۔البتہ آپ لوگ حضرت مسیحؑ کو زندہ مان کر ان کا مرتبہ آنحضرت صلعم سے بلند کرتے اور یوں عیسائی مذہب کو تقویت دیتے ہیں۔

مولوی صاحب:۔ حضرت عیسیٰؑ کی حیات تو قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔

خاکسار:۔آپ کے پاس بخاری شریف ہے؟

مولوی صاحب:۔ہاں ہے۔

خاکسار:۔وہ لے آئیں (ان کے لانے پر معراج کے بارے میں حدیث نکال کر) آپ پہلے یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں ایک مرتبہ آئیں گے یا زیادہ مرتبہ؟۔

مولوی صاحب:۔ایک مرتبہ۔

خاکسار:۔اچھا یہ حدیث پڑھیں۔(وہ حدیث آنحضرت صلعم کے تمام انبیاء کو مسجد اقصیٰ میں امامت کرانے سے متعلق تھی۔ان کے پڑھنے پر) کیا ان انبیاء میں حضرت مسیحؑ بھی تھے۔

مولوی صاحب:۔ہاں تھے۔

خاکسار:۔اور مسجد اقصیٰ کہاں ہے آسمان پر یا زمین پر۔

مولوی صاحب:۔زمین پر اور ارض فلسطین میں ہے۔

خاکسار:۔حضرت مسیحؑ اس وقت اپنے جسم کے ساتھ تھے یا روح کے ساتھ؟

مولوی صاحب:۔جسم کے ساتھ۔

خاکسار:۔تو ایک مرتبہ تو آپ تشریف لا چکے۔اب یہ ثابت کرو کہ انہوں نے آسمان سے دو مرتبہ نازل ہونا ہے۔

اس پر مولوی صاحب مبہوت ہو کر رہ گئے۔اس کے بعد سلسلۂ کلام یوں جاری ہوا۔

خاکسار:۔اچھا۔مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھانے کے بعد آنحضرت صلعم کہاں تشریف لے گئے۔

مولوی صاحب:۔آسمان کی طرف پرواز کر گئے۔براق پر سوار ہو کر۔

خاکسار:۔یہ بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے آسمان پر جو حضرت یحیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو دیکھا تو کیا حضرت عیسیٰ وہاں بھی مادی جسم کے ساتھ تھے یا صرف روح کے ساتھ۔

مولوی صاحب:۔وہاں بھی آپ مادی جسم کے ساتھ تھے۔

خاکسار:۔گویا آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ مادی جسم کے ساتھ دوسرے آسمان پر آنحضرت صلعم سے پہلے پہنچ گئے اور وہ بھی بغیر کسی وسیلہ کے جبکہ آنحضرت ﷺ کو وہاں پہنچنے کیلئے براق لینا پڑی اور پھر آپ حضرت عیسیٰؑ کے بعد پہنچے۔آپ کے نزدیک کون افضل ٹھہرا؟ کیا ہمارا عقیدہ صحیح نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ چونکہ روح تھے اس لئے آپ کی روح وہاں پہلے ہی موجود تھی اور آنحضرت صلعم چونکہ مادی جسم کے ساتھ تھے اس لئے آپ کو براق کی ضرورت پڑی۔

خاکسار کی اس دلیل سے لاجواب ہو کر مولوی صاحب بدکلامی پر اُتر آئے۔جس کا میرے ساتھ والے زمیندار دوست پر بہت برا اثر پڑا اور اس طرح احمدیت کو اس موقع پر اس بدزبان مولوی کے مقابلے میں فتح نصیب ہوئی۔ (بحوالہ ماہنامہ 'الناصر'۔جرمنی۔مارچ 1999)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ معراج کے بارے میں صحیح موقف یہ ہے کہ وہ دراصل ایک اعلیٰ درجہ کا کشفی نظارہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور آپ کا تمام انبیاء کو امامت کرانا براق پر سفر کرنا اور دوسرے آسمان پر حضرت یحیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو دیکھنا۔یہ سب اسی قسم کے نظارے ہیں اور استعارات سے پر ہیں۔

گیارھواں واقعہ

میاں بگّے کا فتح کا جلوس نکلا

آخر پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان کردہ قادیان کے رہنے والے ایک ان پڑھ اور موٹی عقل رکھنے والے شخص کا واقعہ درج کیا جاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے ایک غیر احمدی مولوی کے مقابل پر وفات وحیاتِ مسیحؑ کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فتح وعزت بخشی۔ آپ ان واقعات کو جلسہ سالانہ جرمنی ۱۹۹۸ء کے موقع پر دئے جانے والے خطاب میں قرآن کریم کی سورۃ الفرقان کی مندرجہ ذیل آیات کی روشنی میں بیان فرمارہے تھے:

تَبٰرَکَ الَّذِی نَزَّلَ الفرقَانَ علیٰ عَبدِہٖ لِیَکُونَ لِلعٰلَمِینَ نَذِیرا اِلّذی لَہٗ ملکُ السَّمٰوٰت وَالاَرضِ وَ لَم یَتَّخِذ وَلَدا وّلَم یکُن لَّہٗ شَرِیکٌ فِی المُلْکِ وَ خَلَق کُلَّ شَیءٍ فقدَّرہٗ تقدِیرًا (الفرقان: ۲تا۳)

کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں اور انبیاء پر ایمان لانے والوں کو ایک ایسا 'فرقان' بخش دیتا ہے جو انہیں ہر میدان میں دوسروں پر ممتاز کرتا اور اپنے مخالفین پر کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار فرماتا ہے۔ اور یہ کہ اِس وقت اِس زمانے کی فتح کے لئے بھی 'الفرقان' کا عطا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ حضور نے حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضؓ کے حوالے سے بتایا کہ ایک دفعہ آپکو خیال پیدا ہوا کہ معلوم کریں کہ یہ جو مؤمنین کو 'الفرقان' کی علامت عطا کی جاتی ہے، وہ کس کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں ظاہر ہوئی۔ اِس سلسلے میں آپ نے ایک دن میاں بگّے سے پوچھا کہ

''میاں بگّے! بتاؤ، کبھی تم نے بھی تبلیغ کی۔ کبھی تمہیں بھی دشمن نے گھیرا۔ پھر خدا نے تم سے کیا سلوک فرمایا؟''

تو میاں بگّے نے جو اپنا واقعہ سنایا اس میں جہاں سننے والوں کے لئے تفریح طبع کا سامان تھا، وہاں یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ بعض اوقات معمولی عقل والے آدمی کو بھی اپنے مخالف پر ایسی عزت بخشتا ہے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔ ذیل میں وہ واقعہ اور اس پر حضور کا ایمان افروز تبصرہ بیان کیا جاتا ہے:

میاں بگّا نے بتایا کہ:

’میں ایک دن ہوسٹل کے لئے لکڑیاں خرید نے ایک گاؤں میں گیا۔ وہاں لوگوں نے مجھے گھیر لیا اور میرے ساتھ وفات وحیات مسیح کی بحث شروع کردی۔ میں ان کی باتوں کا جواب دیتا رہا اور ان کی ہر دلیل کے جواب میں کہتا رہا کہ حضرت مسیح زندہ نہیں ہیں، فوت ہو چکے ہیں‘ (خلاصہ)

اس سے آگے جس رنگ میں حضور نے اس پر تبصرہ فرمایا ، وہ اس قابل ہے کہ حضور کے اپنے الفاظ میں اسے بیان کیا جائے۔ حضور فرماتے ہیں:

’’اب دلیل تو بیچارے کو آتی نہیں تھی۔ اسی بات کا تکرار کر رہا تھا۔ چنانچہ گاؤں والوں کو خدا تعالیٰ نے نشان دکھانا تھا۔ وہ اسے گھیر کر (اپنے) مولوی کے پاس لے گئے اور مولوی کو کہا، یہ ایک سیدھا سادا آدمی ہے۔ ہمارے قابو آ گیا ہے۔ اس کو تو مسلمان بناؤ اپنی طرف سے اور عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا قائل کر کے دکھاؤ۔ یہ کہتا ہے، آسمان پر نہیں چڑھے۔ آپ کہتے ہیں چڑھ گئے ۔ تو مولوی صاحب نے بھی بحث شروع کر دی۔ جتنی بحث کرتے چلے گئے، جب وہ رُکتے تھے اور میاں بگّا کے منہ کی طرف دیکھتے تھے یہ کہتے ، نہیں ، مزا نہیں آیا۔ بالکل تسلی نہیں ہوئی۔‘‘

آپ نے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

’’وہ مولوی تنگ آ گیا بیچارہ۔ اور خدا نے یہ اعجاز دکھانا تھا۔ تو پاس ہی اس کے ایک روڑا پڑا ہوا تھا۔ اس نے (وہ) زور سے اٹھا کر اوپر پھینکا.........کہ

ایسے چڑھے۔میاں بگّے دیکھتے رہے۔جب وہ زمین پر گرا تو کہا ’اَو پئے
نی‘ یعنی اگر چڑھ گئے تھے تو دیکھ لو،وہ پڑے ہوئے ہیں“

حضور فرماتے ہیں:

”یہ واقعہ ایسا حیرت انگیز تھا گاؤں والوں کے لئے کہ انہوں نے مولوی کو چھوڑ کر میاں بگّے کو کندھے پر اٹھا لیا اور ان کی فتح کا جلوس نکالا“ [1]

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل،۲۶ نومبر ۱۹۹۹ء)

---

[1] میاں بگّہ قادیان میں غالباً مدرسہ احمدیہ کے ہوسٹل میں ایک معمولی سے ملازم تھے اور بازار سے سبزی وغیرہ اور دیگر ضرورت کی چیزیں خرید کر لایا کرتے تھے۔آپ اتنے سادہ مزاج اور موٹی عقل کے انسان تھے کہ حضور نے ان کے بارے میں یہ لطیفہ بھی بیان فرمایا کہ ایک دفعہ ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ صاحب نے کلاس کے سامنے یہ مسئلہ رکھا کہ میں جو روزانہ لڑکوں کو نماز کے لئے جگانے آتا ہوں اور ایک بستر سے دوسرے بستر پر جاتا ہوں تو جب میں چلا جاتا ہوں تو کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ لڑکے دوبارہ سو جاتے ہیں۔اس کا کیا علاج کیا جائے۔تو میاں بگّہ کہنے لگے ،اس کا تو بڑا آسان علاج ہے۔آپ ایک لمبی سی زنجیر بنوالیں۔اس کا ایک کڑا آپ اپنے پاؤں میں ڈال لیں۔اس زنجیر کی آگے بہت سی شاخیں پھُوٹ رہی ہوں جن کا ہر کڑا ایک طالب علم کے پاؤں میں ہو۔جب آپ نماز کیلئے روانہ ہونگے تو سب طالب علم بے اختیار آپ کے پیچھے پیچھے دوڑتے چلے آئینگے۔تو فرمایا اس قسم کی ترکیبیں تھیں میاں بگّے کی (خلاصہ بیان حضور)

’’کیا درود شریف میں آل محمدؐ کے لئے حلوے مانڈے طلب کئے جاتے ہیں؟‘‘

درود شریف سے اجراءِ نبوت کا استدلال

ذیل میں ایک دلچسپ واقعہ سلسلہ کے ایک معروف اور جید عالم، حضرت قاضی محمد نذیر صاحب فاضل (المعروف لائکپوری)، کا بیان کیا ہوا درج کیا جاتا ہے جس میں آپ بتاتے ہیں کہ کس طرح آپنے اپنے ایک مدّ مقابل ،فاضل دیوبندی مولوی، کو اپنے دلائل کی قوت سے لاجواب بلکہ شرمسار کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

’’ایک دفعہ مولوی محمد صاحب سے جو سرگودھا کے علاقہ میں رہتے ہیں اور فاضل دیوبند ہیں، میرا تبادلۂ خیالات ہوا۔ مولوی صاحب نے نہایت ہوشیاری سے اپنے ایک ہم خیال شخص کو خود بخود ثالث بنا کر کرسی پر بٹھا دیا۔ اس پر میں نے بھی اپنی طرف سے ایک احمدی کو ثالث تجویز کر دیا۔ ختم نبوت کی تحقیق پر دو دن سرگرم بحث ہوتی رہی۔ بالآخر میں نے کہا کہ جناب مولوی صاحب! کل سے آپ مجھ سے یہ بحث کر رہے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ مگر میں حیران ہوں کہ کہتے آپ کچھ ہیں اور عمل آپ کا کچھ اور ہے۔‘‘

آپ نے اپنی اس بات کی وضاحت یوں فرمائی:

قاضی صاحب: خدا تعالیٰ کے حضور پانچ وقت نماز میں تو آپ دعا کرتے ہیں کہ خدایا! امت میں نبی بھیج اور مجھ سے آپ یہ بحث کر رہے ہیں کہ اب امتی نبی بھی نہیں آسکتا۔

---

[۱] حضرت قاضی محمد نذیر صاحب فاضل سلسلہ کے اجل علماء میں سے تھے۔ آپ کو فن مناظرہ میں کمال حاصل تھا۔ چنانچہ متحدہ ہندوستان میں اور پھر برصغیر ہند کی تقسیم کے بعد بھی آپنے کئی بار کامیاب مناظرے سرانجام دیئے۔ آپ ایک لمبا عرصہ تک میدان تبلیغ میں خدمات سرانجام دینے کے بعد مرکز سلسلہ، ربوہ، میں تاحیات بطور ناظر اشاعت کام کرتے رہے۔

مولوی صاحب: (جھنجھلا کر) میں ایسا کب کرتا ہوں؟

قاضی صاحب: ذرا وہ درود شریف تو پڑھ کر سنائیں جو آپ نماز میں پڑھتے ہیں۔

مولوی صاحب: (درود شریف پڑھنے لگے) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

قاضی صاحب: مولوی صاحب! وہ رحمتیں اور برکتیں جو آلِ محمد ﷺ کے لئے آپ طلب کرتے ہیں، آیا وہ وہی رحمتیں اور برکتیں ہیں جو آلِ ابراہیمؑ کو ملی تھیں؟

مولوی صاحب: ہاں۔ٹھیک وہی ہیں۔

قاضی صاحب: مولوی صاحب! اِن رحمتوں اور برکتوں میں تو نبوّت بھی شامل ہے جو آپ آل محمدؐ کے لئے طلب کرتے ہیں۔

یہاں تک بات ہوئی تھی کہ مولوی صاحب کا مقرر کردہ ثالث بول اٹھا۔وہ کہنے لگا۔قاضی صاحب! آپ ذرا تشریف رکھیں۔میں مولوی صاحب سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔یہ کہکر اس ثالث اور مولوی صاحب کے درمیان مندرجہ ذیل مکالمہ چل پڑا:

ثالث: مولوی صاحب! کیا آپ درود شریف میں آل محمدؐ کے لئے حلوہ مانڈہ طلب کرتے ہیں؟

مولوی صاحب: نہیں۔روحانی نعمتیں طلب کرتا ہوں۔

ثالث: اچھا یہ بتائیں کہ آپ آل محمدؐ کے لئے وہی رحمتیں اور برکتیں طلب کرتے ہیں جو آلِ ابراہیمؑ کو ملیں یا کچھ اور؟

مولوی صاحب: وہی رحمتیں اور برکتیں طلب کرتا ہوں۔

ثالث: اچھا، مولوی صاحب فرمائیے! آل ابراہیمؑ کو کون کون سی رحمتیں اور برکتیں ملیں؟

مولوی صاحب: آل ابراہیمؑ میں بڑے بڑے اولیاء کرام پیدا ہوئے۔

ثالث: الحمدللہ۔ تو پھر درود شریف کی دعا سے آل محمدؐ میں بھی بڑے بڑے اولیاء ہونے چاہئیں۔

مولوی صاحب: ہاں۔

ثالث: اچھا فرمایئے۔ آل ابراہیمؑ کو اور کیا کیا رحمتیں اور برکتیں ملیں؟

مولوی صاحب: ان میں بڑے بڑے مقربین بارگاہِ الٰہی پیدا ہوئے۔

ثالث: پھر درود شریف کی دعا سے آل محمدؐ میں بھی مقربین بارگاہِ الٰہی پیدا ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

مولوی صاحب: ہو سکتے ہیں۔

ثالث: اچھا، مولوی صاحب! یہ بھی بتایئے کہ آل ابراہیمؑ میں کوئی نبی بھی ہوا ہے یا نہیں؟

مولوی صاحب: ہاں نبی بھی ہوئے ہیں۔

حضرت قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''اس پر وہ ثالث فی الفور کہنے لگا کہ اچھا، مولوی صاحب! اگر یہ بات ہے تو پھر میں آپ کے خلاف ،اور قاضی صاحب کے حق میں ڈگری دیتا ہوں۔ کیونکہ جب آل ابراہیمؑ میں نبی ہوتے رہے، تو آل محمدﷺ میں بھی نبی ہونے چاہئیں''

حضرت قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ ان کے یہ کہنے پر مولوی محمد صاحب بڑے پریشان ہوئے۔ ان سے اب اَور تو کچھ بن نہ پڑا۔ وہ یہ کہنے لگے کہ یہ شخص بھی مرزائیوں سے (احمدیوں سے۔ ناقل) سے مل گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ میں نے اس کے جواب میں صرف اتنا کہا کہ کل تک تو یہ صاحب آپ کے ساتھ تھے۔ اب میں نے ان کو رشوت تو نہیں دی۔ اگر یہ میرے ساتھ مل گئے ہیں تو ظاہر ہے کہ دلائل کی قوت کے زور پر ہی ملے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ سے کچھ بن سکتا ہے تو ان کی تسلی کرا دیں۔ بس اس کے ساتھ ہی مباحثہ ختم ہو گیا۔

حضرت قاضی صاحب مزید بتاتے ہیں کہ وہ دوست جنہیں فریق مخالف نے اپنا حمائتی سمجھ کر بطور ثالث کرسی پر بٹھایا تھا اور جنہوں نے حق وصداقت کی تائید کرتے ہوئے اس کے خلاف ڈگری دیکر اپنی ایمانی جرأت کا مظاہرہ کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کا یہ اجر دیا کہ انہیں احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ ان کا نام رائے خان محمد صاحب بھٹی ہے ۔اور وہ کوٹ سلطان کے نمبردار ہیں اور تعلیم یافتہ آدمی ہیں۔ اور یہ کہ وہ اِس وقت اپنی قوم میں سلسلہ احمدیہ کے ایک سرگرم رکن ہیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک

---

[۱] درود شریف سے اجراء نبوت کا استدلال علماءِ سلف نے بھی کیا ہے چنانچہ ساتویں صدی ہجری کے ایک چوٹی کے عالم حضرت محی الدین المعروف بہ الشیخ الاکبر ابن عربی ؒ (جو کم وبیش ۱۵۰ کتب کے مصنف ہیں) اپنی کتاب 'الفتوحات المکیّۃ' میں اس سلسلے میں بڑی تفصیل سے بحث کرتے ہوئے آخری نتیجہ کے طور پر فرماتے ہیں:

"فکان مِن کمالِ رسُولِ اللّٰہِ اَنْ اَلحق اٰلہ بالانبیاءِ فِی الرُّتبۃِ وزادَ علی اِبرٰاھیم بانَّ شرْعَہُ لا یُنسخ"۔

یعنی

یعنی رسول اللہ ﷺ کا کمال ہے کہ آپؐ نے درود شریف کی دعا کے ذریعہ اپنی آل کو رتبہ میں انبیاء سے ملا دیا اور ابراہیمؑ سے بڑھ کر آپؐ کو یہ بات حاصل ہوئی کہ آپؐ کی شریعت منسوخ نہ ہوگی۔

("شان خاتم النبیین" مؤلفہ
قاضی محمد نذیر صفحہ ۱۰۴ تا ۱۱۰)

علمی فضیلت کے میدان میں ظاہر ہونے والے

بعض اور واقعات

آخر پر دلائل اور علمی مباحثات کے میدان میں حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کے غلاموں کو حاصل ہونے والی فضیلت کے سلسلے میں چند ایسے واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے جو آپؑ کے رفیق، حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ (المعروف سبز پگڑی والے مولوی صاحب) [1] کے وجود میں ظاہر ہوئے۔

پہلا واقعہ

''آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے کبھی کوئی تسلی ملی؟''

ایک غیر مبائع دوست کے ساتھ دلچسپ مکالمہ

پہلا واقعہ تاریخ احمدیت کے اس المناک سانحہ کے حوالے سے پیش کیا جاتا ہے جو ۱۹۱۴ء میں حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ کے انتخاب کے وقت رونما ہوا اور جس کے نتیجے میں جماعت کا ایک حصہ علیحدہ ہو کر ہمیشہ کیلئے جدا ہو گیا۔ اس سانحہ کی تفصیل کافی طویل اور دردناک ہے تاہم مضمون زیر بحث کی مناسبت سے اس قدر بتانا کافی ہوگا کہ قادیان سے الگ ہونے والا یہ حصہ جو جماعت کے بعض اکابر افراد پر مشتمل تھا، لاہور کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا کر اپنے نامزد امیر،

---

[1] آپ اندازاً ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت میاں محمد بخش صاحب بٹالویؓ، حضرت بانئ سلسلہؑ کے ابتدائی رفقاء میں سے تھے ۱۸۹۷ء میں حضرت کے خلاف ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک والے مقدمہ میں حضور کو دیکھ کر آپ پر ایمان لے آئے اور پھر ۱۹۰۱ء میں مستقل طور پر قادیان میں آکر آباد ہو گئے۔ اس طرح حضرت مولوی محمد حسین صاحب کو بچپن سے ہی حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقع میسر آ گیا۔ ۱۹۰۲ء میں آپ کو پہلی بار جبکہ آپ کی عمر صرف دس سال تھی، حضرت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تاہم اس کے بعد متعدد بار آپ دوسرے بیعت کرنے والوں میں شامل ہو جاتے رہے اور اس طرح آپکے بیان کے مطابق غالباً پچاس سے زیادہ مرتبہ آپکو بیعت کرنے کا موقع ملا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

مولوی محمد علی صاحب ، کی سربراہی میں یہ دعوی کرنے لگا کہ حضرت بانئی سلسلہؑ کے مشن کی تکمیل کیلئے اب خلافت کی ضرورت نہیں نہ کسی خاص شخص کو خلیفہ کے طور پر منتخب کرنے کی ضرورت ہے ، بلکہ جماعت کے انتظام وانصرام کو چلانے کیلئے ایک انتظامیہ کمیٹی کا انعقاد کافی ہوگا [۲] اسکے مقابل پر جماعت کا وہ حصّہ جو بدستور ، خلافت کی ضرورت پر قائم تھا اور اسے ہی دنیا میں ایک روحانی انقلاب بپا کرنے اور اسلام کو سب ادیان باطلہ پر غلبہ بخشنے کا واحد ذریعہ سمجھتا تھا ، وہ حضرت بانئی سلسلہؑ کے صاحبزادے حضرت میاں محمود احمد صاحبؓ کو 'خلیفۃ المسیح الثانی' کے طور پر منتخب کر کے ان کی روحانی سربراہی میں خدمتِ اسلام کے کام میں کوشاں رہا ۔

واقعہ زیر بحث میں حضرت بانئی سلسلہؑ کے رفیق ، حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ اور لاہور جماعت کے ایک پُرجوش رکن کے مابین ہونے والے ایک دلچسپ مکالمہ کی روئداد پیش کی جاتی ہے جس میں اوّل الذکر نے خلافت سے وابستہ رہنے والوں کے حق میں ایک ایسی دلیل پیش کی کہ جس کے سامنے ان کا مدّ مقابل نہ صرف کلیۃً لاجواب ہوگیا بلکہ جس نے اسے اپنا موقف تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا ۔ یہ دلچسپ روئداد آپ ہی کے الفاظ میں درج ذیل کی جاتی ہے ۔ آپ فرماتے ہیں:

" انہی ایام میں شیخ عبدالواحد انسپکٹر خفیہ پولیس بھی وہیں تھے ۔ یہ چونکہ لاہور جماعت کے جوشیلے ممبر تھے لہٰذا اتوار کا سارا دن بابو محمد عبداللہ صاحب کے

(بقیہ حاشیہ پچھلا صفحہ) آپ پہلے چند سال برٹش آرمی میں ملازم رہے ۔ بعد میں جب (جنگ عظیم کے ختم ہونے پر) آپ قادیان واپس آئے تو جلد ہی آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر ، یُو ۔ پی میں ملکانہ کے علاقے میں اُٹھنے والی شُدھی کی تحریک کا مقابلہ کرنے والی مہم کے لئے اپنے آپکو وقف کر دیا ۔ وہاں باوجود تعلیم کم ہونے کے آپ نے ایسے ایسے حیرت انگیز معرکے سر انجام دئے کہ انہیں پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے ۔ ۱۹۲۸ء میں آپکو باقاعدہ مبلغ کے طور پر لے لیا گیا اور پھر عمر بھر آپ بشمول جموں وکشمیر ، ہندوستان کے مختلف علاقوں میں رہ کر اعلاءِ کلمۃ اللہ میں مصروف رہے ۔ آپ تادمِ تحریر زندہ ہیں اور صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی آخری نشانی کے طور پر اسلام آباد (پاکستان) میں اپنے بیٹے رانا محمد اقبال کے پاس مقیم ہیں ۔

[۲] اِن لوگوں نے لاہور کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا کر 'انجمن حمایتِ اسلام' کے نام سے ایک نئی جماعت قائم کر لی اور بوجہ اس کے کہ وہ اپنا ایک ہفتہ وار اخبار "پیغام صلح" نکالتے تھے 'پیغامی' بھی کہلانے لگے ۔ ویسے چونکہ انہوں نے خلافت ثانیہ کی بیعت نہ کی ، وہ اکثر وبیشتر 'غیر مبائعین' کے نام سے بھی یاد کئے جاتے ہیں ۔

ساتھ مباحثہ میں ہی گذر جاتا۔ طرفین حوالہ جات ' انکار نبوت اور اقرار نبوت دیتے رہتے مگر کوئی فیصلہ بھی نہ ہو پاتا۔ میں نے تنگ آکر بابو محمد عبداللہ صاحب سے عرض کیا کہ خدا کے لئے اس بحث کو بند کریں اور آئندہ اتوار کو میں شیخ صاحب سے کسی ایک جگہ پر نصف گھنٹہ کے لئے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ شیخ صاحب نے منظور کر لیا۔ اس وقت ہم سب واپس آگئے اور اگلے اتوار کو پھر حاضر ہوئے شیخ صاحب کو میں ایک الگ مکان میں لے گیا اور عرض کی کہ خدا کے لئے میری عرض کو غور سے سنیں۔ میں آپ سے اس وقت بحث نہیں کرنا چاہتا۔ صرف یہ دریافت کرتا ہوں کہ سلسلہ احمدیہ کا قیام صرف باتونی بنانے کے لئے ہوا ہے یا کچھ روحانیت حاصل کرنے کے لئے بھی۔ شیخ صاحب نے کہا کہ یہ روحانی سلسلہ ہے۔ میں نے کہا جزاک اللہ - میرا بھی یہی عقیدہ ہے۔ مگر آپ یہ بتائیں کہ اب ۱۹۲۰ء ہے اور ۱۹۱۴ء سے یہ اختلاف خلافت سے شروع ہوا کیونکہ مولوی محمد علی صاحب خلافت کے خلاف تھے اور نبوت کا انکار کرتے رہے اور آپ لوگ مولوی صاحب کا ساتھ دے رہے ہیں اور یہ یقین کئے بیٹھے ہیں کہ مولوی صاحب کا مسلک ہی صحیح ہے۔ اب اس کا تصفیہ میں روحانی طور پر کروانا چاہتا ہوں۔ آپ کو اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے ہاتھ میں آپ کی جان ہے کہ کیا اس چھ سات سالہ اختلافی دور میں آپ کو کسی کشف یا خواب کے ذریعہ اشارۃً یا کنایۃً خدا تعالیٰ کی طرف سے کبھی تسلی دی گئی ہے کہ مولوی صاحب کا مسلک صحیح ہے اور میاں صاحب کا مسلک صحیح نہیں ہے؟"

آپ فرماتے ہیں کہ شیخ صاحب نے میرے سوال کا جواب نہایت مومنانہ دلیری کے ساتھ 'نہیں' کہہ کر دیا مگر ساتھ ہی انہوں نے وہی سوال ویسی ہی قسم دیکر مجھ سے کر دیا کہ آپ بتائیں کہ 'کیا اِس عرصہ میں آپکو خدا تعالیٰ کی طرف سے اِس بارے میں کوئی تسلی ہوئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ آپ سچ پر ہیں'؟ آپ فرماتے ہیں کہ ان کے اِس سوال پر میں نے فوراً حلف اُٹھا کر اپنا ایک ۱۹۱۳ء کا (یعنی خلافت ثانیہ کے انتخاب سے ایک سال پہلے کا) رؤیا سنایا۔ آپ فرماتے ہیں:

"۱۹۱۳ء کے رمضان شریف کے آخری عشرہ میں جب ہم اعتکاف بیٹھے تو بیت اقصیٰ میں بہت رونق تھی اور کافی اصحاب اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت صرف چند کے نام یاد ہیں۔ حافظ روشن علی صاحب' صوفی غلام محمد صاحب' مولوی محمد عارف صاحب' ماسٹر نور الٰہی صاحب باقی یاد نہیں رہے۔ جب ستائیسویں رات آئی تو آسمان ابر آلود تھا اور حضرت خلیفہ اول نے بعد نماز عشاء و تراویح پیغام بھیجا کہ آج معتکفین دعاؤں میں زور لگالیں خدا کے فضل سے بہت دعائیں کی گئیں۔ اس رات خواب میں معتکفین نے مختلف خوابیں دیکھیں مگر میں نے درج ذیل خواب دیکھا کہ جس جگہ اب مولوی شیر علی صاحب کی کوٹھی ہے وہاں ایک وسیع میدان تھا اور خلیفہ اول قرآن کریم کا درس فرما رہے ہیں۔ غالباً پچیس واں سپارہ تھا۔ قطب کی طرف حضور کا چہرہ مبارک تھا اور ہم سب لوگ قرآن کریم کھولے درس سن رہے ہیں اور حضرت میاں محمود احمد صاحب بڑی تیزی کے ساتھ سائیکل پر وہاں پہنچتے ہیں اور سب لوگوں نے آپ سے مصافحہ کیا۔ میں نے بھی مصافحہ کیا اور اپنے ہاتھوں سے قرآن کریم میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھوں پر رکھ کر انگلی سے بتایا کہ میاں یہاں تک میں نے درس دیا ہے اور اس کے آگے آپ شروع کر دیں۔ مولوی صاحب ایک بینچ پر بیٹھ گئے اور حضرت میاں محمود احمد صاحب آپ کی کرسی پر بیٹھ گئے اور وہاں سے درس شروع کر دیا جہاں سے مولوی صاحب نے چھوڑا تھا۔ یہ نظارہ دیکھنے کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں تہجد میں مشغول ہو گیا۔"

اِس رؤیا کو سُن کر شیخ صاحب کی توجیہے کایا پلٹ گئی کیونکہ اس میں واضح اشارہ پایا جاتا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا دورِ خسروی ختم ہونے والا ہے اور آپکے بعد حضرت میاں محمود احمد صاحبؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہونگے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ

"شیخ صاحب نے سارا خواب سن کر اپنی جیب سے کاغذ نکال کر کچھ لکھنا شروع کیا۔ ایک

لمبا خط لکھنے کے بعد اسے ایک سادہ لفافہ میں ڈال کر میرے حوالہ کیا۔ اس میں حضرت خلیفتہ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ سے معافی مانگ کر بیعت قبول کرنے کی درخواست کی تھی جسے پڑھ کر میرا دل باغ باغ ہوگیا۔ اور ہم دونوں خوشی سے بغل گیر ہو کر مجلس میں چلے گئے۔ مجلس والوں نے کہا کہ ہمیں بھی اپنے فیصلہ سے آگاہ کریں۔ میں نے وہ لفافہ بابو محمد عبداللہ صاحب کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے اسے ساری مجلس میں پڑھ کر سنایا تو سب احباب نے شیخ صاحب کو اور مجھے مبارکباد دی اور مٹھائی منگوا کر تقسیم کی گئی۔"

(خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ اِسی قسم کا رؤیا تھا جیسے "حیاتِ نور" مصنفہ شیخ عبدالقادر صاحب مرحوم، میں لکھا ہے کہ ۱۹۰۸ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ، اپنی زوجہ محترمہ ، حضرت اُمّ المومنین نصرت جہان بیگم صاحبہؓ، کی علالت کے سلسلہ میں لاہور تشریف لے جانے والے تھے، تو چونکہ آپکو اپنے قربِ وصال کے بارے میں متعدد الہامات ہو چکے تھے، آپ کسی قدر متامّل تھے۔ چنانچہ جہاں آپ خود دعائیں کر رہے تھے وہاں اپنی صاحبزادی نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ، جنکی عمر اُس وقت دس یا گیارہ سال تھی، سے بھی فرمایا:

"مجھے ایک کام درپیش ہے دعا کرو اور اگر کوئی خواب آئے تو مجھے بتانا"

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں کہ

"میں نے خواب دیکھی کہ میں چوبارے پر گئی ہوں اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ ایک کتاب لئے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو، اِس کتاب میں میرے متعلق حضرت صاحب کے الہامات ہیں اور میں ابوبکرؓ ہوں"

اگلے دن جب حضرت سیدہ موصوفہؓ نے حضرت اقدسؑ کو اپنی خواب سنائی تو حضورؑ نے موصوفہ سے فرمایا:

"یہ خواب اپنی ماں کو نہ سنانا") (بحوالہ سیرۃ المہدیؑ)

دوسرا واقعہ

''یہ حوصلہ صرف احمدیوں کا ہی ہے''

ایک متعصب مولوی کی بحث اور آخر کار رسوائی

یہ واقعہ آپکے بصرہ میں قیام کے دوران کا ہے۔ آپ جس آرمی کیمپ میں ملازم تھے وہاں ہندوستان سے آئے ہوئے اور بھی بہت سے مسلمان، ہندو، سکھ اور عیسائی فوجی تھے۔ شروع شروع میں آپ اکیلے احمدی تھے۔ مگر آپ اپنے اندر تبلیغ کا اس قدر شوق اور ولولہ رکھتے تھے کہ روزانہ آپکی کسی نہ کسی سے مذہبی بحث چھڑ جاتی چنانچہ آپ سارے یونٹ میں 'مولوی' مشہور ہوگئے اور کئی نوجوان مسلمان فوجی آپ سے قرآن پڑھنے لگے[۱] اس طرح باوجود اکیلے ہونے کے آپکو وہاں شریف شاگردوں کی ایک ایسی جماعت مل گئی جو ہر وقت آپکے آرام و آسائش کا خیال رکھتے۔ اِسی دوران کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

'' ایک سیالکوٹی رسول درزی جو کچھ مولوی بھی تھا اور میرا واقف بھی نہ تھا لیکن مولوی ابراہیم سیالکوٹی کا بڑا مداح اور شاگرد تھا ہمارے پاس آیا۔ ہم اس وقت شام کا کھانا کھا رہے تھے۔ آتے ہی کہنے لگا کہ اس جگہ آپ کے کیمپ میں سنا ہے کہ کوئی مرزائی مولوی رہتا ہے۔ میں نے ذرا اس کی خبر لینی ہے۔ کیا آپ لوگوں کو اس کا کچھ پتہ ہے؟ میں نے اپنے شاگردوں کو خاموش رہنے کی تلقین کرتے ہوئے اسے کہا کہ ہاں ہمیں پتہ ہے۔ ہم آپ کو اس سے ملانے کی کوشش کریں گے۔ آپ پہلے کھانا کھالیں۔ اس نے کہا اس کی خبر لینا ہی میرا کھانا ہے۔ میرے اصرار پر وہ کھانا کھانے بیٹھ گیا ہم کھانا بھی کھاتے رہے اور اس طرح بات بھی شروع کر دی کہ مولوی صاحب آپ اس مولوی کو کیا سمجھائیں گے وہ تو کچھ قرآن کریم سے واقف معلوم ہوتا ہے کہنے لگا کیا مرزائی اور قرآن اکٹھے ہو سکتے ہیں؟ میں نے کہا کہ پھر آپ کبھی پہلے اس سے ملے نہیں ہونگے کہنے لگا اگر وہ مجھے پہلے ملا ہوتا تو پھر آج

---

[۱] آپنے اِس غرض کیلئے قادیان سے ''یسّرنا القرآن'' طرز کے قاعدے منگوالئے تھے۔

تک مرزائی نہ کہلاتا۔ میں نے کہا مولوی صاحب وہ تو اپنے آپ کو مرزائی نہیں کہلواتا بلکہ احمدی کہلواتا ہے۔ کہنے لگا ہیں جی احمدی تو ہم ہیں۔ میں نے کہا خیر آپ بھی احمدی ہیں اور وہ بھی احمدی کہلواتا ہے پھر آپ کا آپس میں تھوڑا ہی فرق ہوگا ہم آپ کو اس سے ملا دیتے ہیں۔ مگر آپ اس سے بات کیسے شروع کریں گے وہ بھی تو آخر پڑھا ہوا ہے۔ درزی صاحب کہنے لگے آپ ذرا ان سے مجھے ملا دیں اور پھر اس کافر کے ساتھ میرا کلام سننا۔

یہ گفتگو آپکے بعض غیر احمدی شاگرد بھی سن رہے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اُن میں سے میرا ایک شاگرد اسے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ

"میں نے اسے روک دیا اور درزی سے کہا کہ اگر آپ نے تبادلہ خیالات کرنا ہے تو کسی مولوی کو لے آنا ہم پھر اس سے ملا دیں گے۔ کیونکہ وہ تو بڑا خوش اخلاق اور لوگ اس کی یہاں بڑی عزت کرتے ہیں۔ آپ نے تو فوراً اسے کافر کہہ دیا ہے۔ یہ طرز کلام پسندیدہ نہیں ہے۔ درزی مولوی کہنے لگا آپ ذرا مجھے اس سے ملائیں تو پھر دیکھنا کیسا میں اس کا ناطقہ بند کرتا ہوں۔ میں نے کہا اس نے تو بہت بحثیں کی ہیں کبھی کسی کو برا لفظ نہیں کہا اور ویسے بھی بڑی تہذیب سے بات کرتا ہے۔ اگر آپ بھی اس سے شائستہ گفتگو کی ضمانت دیں تو ہم اسے آپ سے ملا سکتے ہیں۔ پہلی بات تو وہ یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی موت میں اسلام کی حیات ہے اور دوسرا یہ کہ حضرت محمد ﷺ ہی صرف زندہ نبی ہیں جنہوں نے زندہ خدا کو پیش کیا ہے۔"

آپ فرماتے ہیں، میں نے یہاں تک بات کی تھی کہ میرے ایک اور شاگرد، مستری محمد فاضل صاحب جو کوٹلی لوہاراں کے رہنے والے تھے اور بہت جوشیلی طبیعت کے مالک تھے، اُن سے نہ رہا گیا۔ وہ اس مولوی نما درزی سے مخاطب ہوئے۔ اِس پر اُن کے اور درزی صاحب کے درمیان مندرجہ ذیل مکالمہ ہوا:

مستری صاحب: کیا آپنے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا ہوا ہے؟

درزی صاحب: میں نے کچھ پڑھا ہوا ہے۔

مستری صاحب: جناب میں آپ سے ’کچھ‘ پڑھا ہوانہیں پوچھ رہا ، سارا پڑھا ہوا ہے کہ نہیں؟

درزی صاحب: تم کون ہوجو میرا امتحان لے رہے ہو؟

مستری صاحب: جناب عالی! میں نے آپکی بے علمی کا امتحان لینا تھا، جو لے لیا ہے۔

درزی صاحب: وہ کیسے؟

مستری صاحب : وہ اِس طرح کہ آپ نے ساتھ بیٹھ کرکھانا کھایااور اتنی باتیں بھی ہوئیں اور ابھی تک آپ جاہل کے جاہل ہی رہے اور پوچھتے ہیں کہ مرزائی کہاں ہے۔ یہی تو وہ احمدی مولوی ہیں جن کا آپ پوچھ رہے تھے اگر کوئی دوسرا مولوی ہوتا تو جب آپنے کافر کالفظ کہا تھاتو تھپڑ مار کر آپ کا منہ سرخ کردیتا۔ یہ حوصلہ صرف احمدیوں کا ہی ہے ۔ اب آپ شرم کریں اور اگر کوئی بات کروانا ہی ہے تو کسی مولوی کو لے آؤ اور آرام سے بیٹھ کر کرو

مولانا صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ درزی صاحب یہ باتیں سن کر بہت ہی ندامت محسوس کرنے لگے ۔ پہلے توانہوں نے اپنے کہے ہوئے لفظ ’’کافر‘‘ کوواپس لیا پھر آئندہ اتوار کوہمیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دی کہ میں اپنے مولوی صاحب کوبھی لے آؤنگا اور کھل کر بات ہوجائیگی۔

آگے مولانا صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ (وہ اپنے)

” وعدہ کے مطابق درزی صاحب کے مکان پر پہنچے۔ تھوڑی دیر تبادلۂ خیالات کے بعد ان کے مولوی صاحب کہنے لگے کہ آئندہ کسی اور وقت کا تعین کرلیں۔ ہم پنجاب سے کتابیں منگوا کر بات کریں گے۔ میں نے کہا سب سے پہلے عرب والوں پر یہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا۔ اب ہم سب اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ اس کی مدد سے آپس کے تنازعات کا فیصلہ کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں چاہتے تو پھر اس بات کا آپ اقرار کریں کہ قرآن مجید ہماری مدد نہیں کرتا یا پھر یہ کہیں کہ قرآن کریم ہمیں پڑھنا نہیں آتا۔ وہ ایسے اقرار سے گریزاں رہا مگر میں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑتا تھا۔ آخر کار مولوی صاحب وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اور درزی صاحب نے ہمیں

سوڈا واٹر بوتلیں پلائیں اور ساتھ ہی معذرت بھی کی کہ ہمارے پاس کوئی مولوی نہیں ہے جس سے آپ تبادلہ خیالات کر سکیں۔"

ایک عرب مولوی سے گفتگو

اسی تسلسل میں آپ نے ایک اور واقعہ بھی بیان کیا ہے جو ہے تو خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان کہ کس طرح اس غیور خدا نے اپنے فضل سے اپنے ایک عاجز اور عربی سے ناواقف بندے کی ایک عرب مولوی کے سامنے لاج رکھ لی مگر یہاں اسے بطور ایک لطیفہ، قارئین کی تفریح طبع کے لئے بیان کیا جاتا ہے یہ بھی آپ کے بصرہ میں فوجی سروس کے دوران کا واقعہ ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ غیر احمدیوں نے فیصلہ کیا کہ کسی عرب مولوی کو بلا کر میرے مقابلے پر لائیں اور اس طرح مجھے شرمندہ کریں چنانچہ ایک اتوار کو بمبئی کے رہنے والے ایک مولوی کو بیس روپے پر رضامند کر کے کیمپ میں لے آئے اور اسے پانچ روپے بیعانہ کے بھی دے دیئے۔ بعدۂ اسے وہاں بٹھا کر اور مجھے ایک ضروری کام کا جھانسہ دے کر وہاں لے گئے۔ میں نے جاتے ہی السلام علیکم کہا اور بیٹھ گیا۔

عرب مولوی صاحب بولے: كَيفَ حَالُكَ ؟

میں نے جواب دیا: اَلحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ كُلِّ اَهلِ النَّار

آپ فرماتے ہیں کہ

"میرے جواب پر وہاں بیٹھے ہوئے پنجابی چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ ہمیں تو دونوں میں سے کسی کی بھی سمجھ نہیں آئی۔ میں نے کہا تو پھر اس جگہ تو سب باتیں عربی میں ہی ہونگی"

پہلے عربی جملہ کا جو عرب مولوی نے بولا تھا یہ مطلب تھا کہ 'تمہارا کیا حال ہے' ۔عربی میں عام طور پر اسی طرح حال پوچھتے ہیں۔ اور جو جملہ عربی میں حضرت مولوی صاحب نے بولا تھا اس کا پہلا حصہ تو وہی ہے جو ایک مسلمان حال پوچھنے پر جواب میں کہتا ہے کہ 'الحمد للہ' مگر دوسرا حصہ جسکا مطلب ہے 'میں ہر دوزخی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں'۔ آپ نے ویسے ہی کہہ دیا یا اللہ تعالیٰ نے آپکے منہ سے نکلوایا، بہر حال اس سے آپکے پنجابی ساتھیوں پر کچھ ایسا رعب پڑا کہ آپ فرماتے ہیں:

''میرے جواب پر......وہ عربی مولوی صاحب کو بلا کر باہر لے گئے اور دیئے ہوئے بیعانہ پر ہی اکتفا کرتے ہوئے واپس بھیج دیا اور اس طرح پندرہ روپے بچا لئے''

آگے فرماتے ہیں کہ بعد میں انہی میں سے ایک آدمی نے آپکو بتایا کہ جب آپ نے عربی مولوی کے چھوٹے سے عربی کے سوال کا اتنا لمبا جواب دیا تو ہم سمجھ گئے کہ عرب مولوی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا ہم نے باقی پندرہ روپے کی کفایت کر لی اور اب ہم کوئی اور فیصلہ کا طریق سوچیں گے

اور اس طرح اِن دونوں مواقع پر کہ جب عربی دانوں سے آپکا مقابلہ تھا اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرّف فرمایا کہ آپ اپنے مدِّ مقابل پر سُرخرو اور کامیاب ہوئے

تیسرا واقعہ

’’وہ نمستے کہہ کر بھاگ نکلا‘‘

ایک آریہ کا لاجواب اور شرمندہ ہونا

یہ اُن دنوں کا واقعہ ہے جب آپ کاٹھگڑھ (ضلع ہوشیار پور) میں بطور مرکزی مبلغ مقیم تھے۔ ابھی آپ کو وہاں پہنچے ہوئے چند دن ہی ہوئے تھے کہ علاقے کا تھانیدار جو ایک شریف النفس غیر احمدی مسلمان تھا آپ سے ملا اور کہنے لگا:

’’مولوی صاحب! آپ جب بھی آیا کریں تو تھانے میں آکر ہم سے بھی ضرور ملا کریں۔ میں نے کاٹھ گڑھ میں آریوں کے خلاف آپ کی ایک تقریر سنی تھی جو ایک آریہ کے اسلام پر اعتراض کے جواب میں آپنے کی تھی۔ آپ کی تقریر سن کر ایمان کو بہت تقویت ملی تھی.. آپ نے جب آریہ مذہب کے عقائد بیان کئے تو تمام سناتنی اس وقت سن کر چیخ اٹھے تھے اور ان کی آریوں سے لڑائی بھی ہوگئی تھی جس کی وجہ سے علی الصبح ہی تمام آریہ وہاں سے چلے گئے تھے.. ہمارے تھانے کا ہیڈ کلرک (بھی) آریہ ہے۔ وہ ہر وقت مسلمان سپاہیوں پر اعتراض کرتا رہتا ہے۔ اگر آپ مناسب خیال کریں تو آپ کی اس سے دوستانہ ماحول میں بات چیت کروا دیں‘‘

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بات چیت کا وعدہ کر لیا اور اگلے اتوار کے روز ان کے بنگلے پر پہنچ گیا.. وہاں انہوں نے اپنے اس آریہ ہیڈ کلرک کو بھی بلایا ہوا تھا. میرے پہنچنے پر تھانیدار صاحب اسے کہنے لگے کہ یہ ہمارے مولوی صاحب آئے ہیں، اِن سے کوئی بات کریں تو ہم بھی سن لیں۔ اِس پر

’’ آریہ صاحب بولے کہ ’مولوی صاحب یہ بتائیں کہ جب آپ کے یوسف نبی کو زلیخا

جیسی پری روش نوجوان رُستم کی حورِ جنت ایک مزّین مکان میں اکیلی لے کر گھس گئی جب کہ اس کی نیت بھی اچھی نہ تھی اور حسن و جمال بھی پورے جوبن پر تھا تو کیا اس علیحدگی کی حالت میں کوئی نوجوان بچ سکتا ہے؟ اگر کوئی بچ سکتا ہے تو اس کی کوئی مثال دیں"۔ میں نے کہا سیتا جی پری وش آریہ سورگ کی خاص دیوی بادشاہ راون جیسا بدکار اپنی بہن کا بدلہ لینے کے لئے اٹھا کر اپنے محل میں لے کر چلا جائے تو کیا اپنی من مانی کئے بغیر رہ سکتا ہے اور پھر سیتا جیسی کو پاکدامن رہنے کا موقع دے سکتا ہے۔ اگر سیتا بچ سکتی ہے تو خدا تعالیٰ کا نبی بننے والا مرد ایسی عورت سے کیوں نہیں بچ سکتا۔"

آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب میں نے منوشاستر، وید اور ستیارتھ پرکاش وغیرہ کے من گھڑت اصولوں اور اخلاق و تہذیب سے عاری اِن کی تعلیمات کی بات کی تو وہ آریہ ہیڈ کلرک اِس قدر بوکھلا اٹھا کہ تھانیدار صاحب سے کہنے لگا:

" تھانے دار صاحب! آپ نے مجھے خوامخواہ پھنسا لیا ہے۔ یہ تو کوئی مرزائی مولوی صاحب ہیں۔ دوسرے مولویوں کو تو ہماری کتب کے نام بھی نہیں آتے۔"

یہ کہہ کر اور نمستے کر کے وہ وہاں سے ایسا بھاگا کہ سب دیکھتے رہ گئے کہ اسے ہو کیا گیا ہے - بہر حال یہ سب نظارہ دیکھ کر تھانیدار صاحب اور سامعین بہت محظوظ ہوئے۔

چوتھا واقعہ

''انہوں نے مجھے چھاتی سے لگالیا''

ایک احراری ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ساتھ گفتگو

مذکورہ بالا واقعہ کے تسلسل میں آپ اپنے ساتھ بیتا جانے والا ایک اور دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ پھر میں تھانہ میں گیا۔ میں نے سمجھا کہ تھانیدار صاحب اندر ہیں۔ میں نے جاکر السلام علیکم کہا۔ وہاں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب بیٹھے تھے۔ بولے آپ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ احمدی مسلمان ہوں۔ کہنے لگے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ پستول سے آپ کا کام تمام کردوں۔ میں کٹر احراری ہوں بس باہر چلے جاؤ۔ میں نے چونکہ رکریام پہنچنا تھا اس لئے باہر آگیا اور اسی لاری سے جانا تھا جسے ڈپٹی صاحب نے خود جانے کے لئے رکوایا ہوا تھا۔ انہوں نے بنگلہ جانا تھا۔ لاری کی تمام سواریاں رکنے کی وجہ سے تنگ آئی ہوئی تھیں۔ ڈپٹی صاحب اندر سے نکلنے میں دیر کررہے تھے۔ سواریاں انہیں گالیاں دے رہی تھیں۔ لاری کا ڈرائیور مجھے جانتا تھا۔ اس نے دوسری سیٹ پر میری جگہ بنا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میری اگلی سیٹ پر کٹر احراری ڈپٹی صاحب آکر بیٹھ گئے اور مجھے دیکھ کر بولے کہ مرزائی سوار ہے خدا ہی بچائے۔ میں نے جھٹ کہہ دیا کہ میں چوتھے پانچویں روز جاتا ہی رہتا ہوں۔ خدا تعالیٰ سلامتی سے ہی لے جاتا رہا ہے۔ ڈرائیور صاحب گواہ موجود ہیں۔ آج ڈپٹی صاحب سوار ہیں دیکھیں کیا حشر ہوتا ہے۔''

خدا تعالیٰ نے بھی اُس متعصّب احراری ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے لئے کچھ عبرت کا سامان تیار کر کے رکھا ہوا تھا چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''وہ یہ سن کر ہنس پڑا۔ چھ میل کے فاصلہ کے بعد لاری کیچڑ میں پھنس گئی۔ سواریوں

نے نکالنے کی بہت کوشش کی۔ پٹرول بھی سارا ختم ہو گیا مگر وہ نہ نکلی۔ لوگ کہنے لگے کہ مولوی صاحب کی بات پوری ہو گئی۔ ڈپٹی صاحب بھی اتر آئے اور میں بھی اور باقی دوست بھی۔ میں نے ڈرائیور سے کہا آپ اس جگہ تک کا کرایہ لے لیں۔ آگے میں پیدل ہی چلا جاؤں گا۔ وہ کہنے لگا کہ کرایہ میں کسی سے بھی نہیں لوں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ سب لوگوں کو پیدل جانا پڑے گا۔ میں السلام علیکم کہہ کر چل پڑا تو ڈپٹی صاحب نے آواز دی کہ واپس آجائیں۔ اس گاؤں سے گھوڑیاں منگوا لیتے ہیں پھر چلیں گے۔ میں نے کہا جناب عالی آپ کا شکریہ جب تک انتظار کرنا ہے (گھوڑی کا) تب تک میں کریام پہنچ جاؤں گا۔"

اس کے بعد ڈپٹی مذکور اور حضرت مولوی صاحب کے مابین ایک دلچسپ گفتگو چل نکلی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

" ڈپٹی صاحب کہنے لگے کہ مرزا صاحب نے آپ کو کیا دکھایا ہے۔ میں نے کہا مرزا صاحب نے ہمیں صحیح مسلمان بن کر رسول پاک ﷺ کا نمونہ دکھایا ہے اور ہم نے خدا تعالیٰ کا نور دیکھا ہے کہنے لگے خدا کا نور کیسا ہے؟ میں نے کہا صحیح طور پر بیان کرنے کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں اور نہ میں اس کا نقشہ ہی بتا سکتا ہوں۔ صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ وہ نور بھی بے مثل ہے۔ اس کی سفیدی کو جو سبزی مائل ہے۔ یہ آنکھیں برداشت نہیں کر سکتیں۔ اگر وہ اپنا پورا جمال ظاہر کر دے تو انسان کی حرکتِ قلب بند ہو جائے۔ اس لئے ذاتِ باری تعالیٰ ایک از حد خفیف جھلک ظاہر کر کے اپنے بندے کا اطمینانِ قلب کرتی ہے و بس۔"

آپ کی اِن معرفت وحکمت سے بھری باتوں نے ایسا معجزانہ اثر دکھایا اور ایسا خوشگوار ماحول پیدا کر دیا کہ وہی احراری ڈپٹی انسپکٹر جو اس سے پہلے بات بات پر طنز اور ترش رُوئی سے کام لے رہا تھا، نہ صرف اپنی سابقہ گستاخی پر نادم ہوا بلکہ احراریوں سے ہمیشہ کیلئے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اس نے آپکو اپنے سینے سے لگا لیا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

"ڈپٹی صاحب نے اٹھ کر مجھے اپنی چھاتی سے لگا لیا اور کہنے لگے کہ آج سے میرا احرار سے فرار ہے اور میں اب احمدیت کی ضرور تحقیق کروں گا اور ساتھ اپنا مکمل ایڈریس بھی دیا۔ کہنے لگے کہ آپ جب بھی ہوشیار پور آئیں مجھے ضرور ملیں میں اپنی گستاخی کی معافی چاہتا ہوں۔"

پانچواں واقعہ

''ایک ہی سوال نے فریق ثانی کا کام تمام کر دیا''

کلانور میں عیسائیوں سے ایک مناظرہ

۱۹۲۹ء میں جن دنوں آپ کلانور (ضلع گورداسپور) میں مقیم تھے اور وہاں مرکزی مبلغ کے طور پر کام کر رہے تھے، آپ کی معیت میں مبلغین سلسلہ کا ایک وفد کلانور میں عیسائیوں کیساتھ مناظرہ کرنے کی غرض سے بھیجا گیا یہ وفد جس کے امیر حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ تھے (ان کا تعارف اسی باب کے شروع میں ان کے اپنے بیان کردہ واقعات کے حوالے سے کرایا جا چکا ہے) جب بٹالہ پہنچا تو مولوی راجیکی صاحب فرمانے لگے کہ چونکہ یہ ضلع، تبلیغ کیلئے مولوی محمد حسین صاحب کے سپرد ہے اس لئے میں اپنی طرف سے اب انہی کو امیر سفر مقرر کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب ہم کلانور میں مناظرہ کیلئے پہنچے (یہ مناظرہ عیسائیوں کے ساتھ ان کے مسئلہ کفارہ پر تھا) تو حضرت مولوی راجیکی صاحب فرمانے لگے کہ یہ مناظرہ بھی آپ ہی نے کرنا ہے۔ چنانچہ جس دلچسپ اور منطقی طریق پر آپ نے عیسائی پادریوں کو لاجواب کیا اور جس عمدہ انداز میں آپ کے دلائل کی تلوار کے ایک ہی وار نے عیسائیوں کے خود ساختہ عقیدہ ''کفارہ'' کا سارا تارو پود بکھیر کر رکھ دیا، اسکی روئداد سننے کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح کے کفارہ" پر مناظرہ تھا۔ پہلی ٹرن میں مسیح کا کفارہ ہونے کے متعلق چند لایعنی سی باتیں پادری نے بیان کیں۔ میں نے جواباً پادری سے سوال کیا کہ پادری صاحب یہ مناظرہ لمبا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف میرے سوال کا آپ جواب دے دیں۔ آپ نے بتایا ہے کہ آدم کی اولاد میں ورثہ میں گناہ آیا ہے۔ جو بھی آدم کی اولاد میں ہے وہ گناہ گار ہے۔ اب بائبل کی رو سے ہم نے فیصلہ کرنا ہے۔ مسیح نے خود فرمایا ہے کہ آدمی کو گناہ کیوجہ سے یہ سزا ملی کہ وہ پسینے کی کمائی سے روٹی کما کر کھائیگا اور اسکی بیوی حوا کو یہ سزا ملی کہ تو دردِ زہ سے بچہ جنے گی اب آپ یہ فرماتے ہیں کہ مسیح نے سب گناہ اٹھالیے مگر حالات بتاتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں کیونکہ عیسائی عورتیں بچہ جننے سے پہلے اسی طرح دردِ زہ میں مبتلا ہوتی ہیں اور جتنے عیسائی جھاڑو بردار ہیں ان سب کو سر سے پاؤں تک پسینہ آیا ہوا ہوتا ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ مسیح کسی کا کفارہ نہیں ہو سکے۔ اگر آپکو شک ہو تو اپنی بیویوں سے پوچھ لیں کہ بچہ جننے سے پہلے درد زہ ہوتی ہے یا نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ میری اس ایک ہی دلیل کو سن کر وہ پادری ایسا بوکھلایا کہ کہنے لگا چونکہ ہمارے مناظر پادری صاحب آج نہیں آئے، اس لئے ہم مناظرہ ملتوی کرتے ہیں - اِس چیز کا غیر احمدی احباب پر جو کافی تعداد میں مناظرہ سننے کیلئے وہاں آئے ہوئے تھے، اس قدر اثر ہوا کہ وہ سب اٹھ اٹھ کر آپکو مبارکباد دینے اور کہنے لگے کہ اب یہ لوگ ہمارے سامنے آنے کی کبھی جرأت نہ کرسکیں گے

چھٹا واقعہ

”میں آریوں کا قرض اتارنے آیا ہوں....“

آریوں کی ایک اور شکستِ فاش

یہ اُن دنوں کا واقعہ ہے جب آپ جموّں اور پونچھ کے علاقہ میں بطور مبلغ سلسلہ وہاں متعین تھے - یہ ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۵ء کے درمیان کا زمانہ تھا - آپ پہلے بھدّرواہ (ضلع اودھم پور) میں کام کرتے رہے - وہاں شروع شروع میں اتنی مخالفت تھی کہ آپ کا پورے شہر میں مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا بلکہ ایک جوشیلے افغانی نوجوان کو اس بات کے لئے تیار کیا گیا کہ وہ موقع پا کر آپکو قتل کر دے - مگر مخالفین کا یہ منصوبہ نہ صرف اللہ نے ناکام بنا دیا بلکہ جس افغانی شخص کو آپکے قتل پر مقرر کیا گیا تھا، وہ آپکے ساتھ پہلی ہی گفتگو میں مشرف با حمدیت ہو گیا (اس افغانی دوست کے قبولِ احمدیت کی داستان ”درویشان احمدیت“ کی پہلی جلد میں بیان کی گئی ہے) - اسی طرح آپکی دعاؤں، حسنِ تدبّر اور حسنِ تدبیر کے طفیل بعض اَور مقامی افراد نے بھی احمدیت قبول کر لی - جس کے نتیجے میں وہاں ایک مختصر سی جماعت پیدا ہو گئی - ۱۹۴۵ء میں آپ بھدّرواہ سے کشتواڑ چلے گئے اور اسے ہیڈ کوارٹر بنا کر تبلیغ کے کام میں مصروف ہو گئے - آپ کے بھدّرواہ سے جانے کے بعد وہاں آریوں نے میدان خالی دیکھ کر اسلام کے خلاف اپنا گمراہ کُن پراپیگنڈا شروع کر دیا اور پہلے سے تیار شدہ اعتراضات کا پلندہ لیکر اسلام کے خلاف تقریریں کرنے اور چیلنج پر چیلنج دینے لگے کہ اگر کسی مسلمان میں ہمت ہے تو اِن اعتراضات کا جواب دے - آپ فرماتے ہیں، یہ صُورتِ حال دیکھ کر وہاں کے بعض غیر احمدی نوجوانوں نے ملکر ایک کمیٹی بنا لی جس کا نام ”آزاد نوجوان“ رکھا اور پھر ان آریوں کا مقابلہ کرنے کی تدبیریں سوچنے لگے - مگر جب وہ اِن اعتراضوں کو لیکر اپنے علماء کے پاس پہنچے، تو بجائے اس کے کہ وہ انکو اِن کے جوابات سمجھاتے، اُلٹا انہیں کوسنے لگ گئے کہ آپ لوگ ان کی تقریروں میں گئے کیوں تھے - اپنے مولویوں سے مایوس ہو کر وہ باغیرت نوجوان اب احمدی دوستوں کے پاس گئے اور انہیں صورتِ حال بتا کر ان سے مدد چاہی نیز یہ بھی بتایا کہ آریوں نے اب چیلنج کے ساتھ انعام بھی رکھ دیا ہے یہ کہ جو مسلمان ان اعتراضوں کا جواب دیگا، اسے پچاس روپے

انعام دیا جائیگا۔ اور قادیان سے کسی بڑے عالم کو بلوانے کیلئے کہا۔ اِن احمدی دوستوں نے کہا کہ ہمارے ایک مولوی صاحب کشتواڑ میں موجود ہیں، ان کو ہی کیوں نہ بلوالیا جائے۔ اس پر آپکو (حضرت مولوی صاحب کو) تار دے دی گئی۔ آپ تار ملتے ہی بھدرواہ پہنچ گئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"میں تار ملتے ہی وہاں سے روانہ ہو گیا اور ڈیڑھ دن میں چالیس میل پیدل پہاڑی سفر طے کر کے بھدرواہ پہنچا۔ چونکہ ہمارے وہاں کے احمدی نوجوانوں نے ان کے اعتراض نوٹ کئے ہوئے تھے ان پر نظر دوڑائی۔ وہ میرے لئے خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت معمولی اعتراض تھے۔ صرف لفظ "اللہ" پر انہوں نے تمسخر اڑایا ہوا تھا کہ یہ موہوم لفظ ہے جس کے کوئی معنے نہیں ہیں۔ اگر کوئی لغت میں سے ان کے معنی بتا دے تو وہ پچاس روپے نقد انعام حاصل کر سکتا ہے۔ اس بات کا مسلمانوں پر بہت برا اثر تھا۔ میں نے وہاں کے غیر احمدی نوجوانوں کو بلوایا اور ان سے کہا کہ کل پہلا روزہ ہے۔ اگر آپ آریوں کے اعتراضوں کے تسلی بخش جواب سننا چاہتے ہیں تو خود شہر میں منادی کرو تاکہ لوگ کثرت سے شامل ہوں اور جلسہ بارونق ہو جائے۔ انہوں نے میری تجویز کو منظور کرتے ہوئے صبح اور دوپہر دو وقت شہر میں جلسہ کی منادی کر دی۔"

اگلے روز جب آپ جلسے پر پہنچے تو ایک جم غفیر ہزاروں کی تعداد میں آپ کا چشم براہ تھا حتی کہ ہندو اور مسلمان عورتیں بھی اردگرد کے مکانوں کی چھتوں پر بیٹھی تقریر سننے کیلئے بیتاب تھیں۔ اسی طرح وہاں کا آریہ تحصیلدار اور ایک ہندو جج بھی وہاں ایک قریبی مکان میں پہنچ گئے تھے۔ اب آریوں کے اعتراضات کا تو آپ کو علم ہی تھا، آپ نے تشہد، سورۃ الفاتحہ اور درود شریف پڑھ کر اپنی تقریر کی تمہید یوں باندھی کہ:

"احباب کرام موجودہ گورنمنٹ کے قانون میں ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو اس بات کی آزادی ہے کہ اپنے اپنے مذاہب کی پُرامن طریق پر تبلیغ کریں مگر یہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ دوسرے مذہب والوں کے اعتقادات و مسلمات اور اصولوں کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے ان کی دل شکنی

اور اپنی جہالت کا ثبوت دینے کو کھڑا ہو جائے۔ میں عرصہ پانچ سال سے اس بھدرواہ شہر میں آکر تقاریر کر رہا ہوں' ہمیشہ اسلام کی خوبیاں بیان کرتا رہا۔ آریہ و سناتن پنڈت صاحبان بھی آتے رہے اور اپنا پرچار کر جاتے رہے کبھی کسی نے ایک دوسرے پر اعتراض نہیں کیا۔ تمام ہندو اور مسلمان نہایت محبت اور پیار سے رہتے رہے ہیں مگر امسال جو آریہ لیکچرار تشریف لائے ہیں انہوں نے اپنی تقاریر سے پبلک کی فضا خراب کر دی ہے اور اسلام پر ایسے رنگ میں حملے کئے ہیں جو مسلمانوں کی برداشت سے تجاوز کر گئے ہیں اور مسلمانوں کو اس چیز کا بہت دکھ ہے کہ آریوں نے یہ جرأت کیسے کی ہے جب کہ اس قصبہ میں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ ان کے خدا' رسول اور اسلام پر انہوں نے سوقیانہ قسم کے اعتراض کئے ہیں۔ اس کی وجہ صرف اور صرف تحصیل دار صاحب کا آریہ اور جج صاحب کا ہندو ہونا ہی ہو سکتی ہے۔ ورنہ پہلے کبھی ایسا کیوں نہیں ہوا تھا۔"

آگے فرمایا:

"چونکہ ابتدا آریوں کی طرف سے ہوئی ہے اس لئے میرے اس وقت آریہ صاحبان ہی مخاطب ہیں اور انہیں کیلئے میرے سب جواب ہیں ....میں سب سے پہلے ان لوگوں نے جو اسلام پر اعتراضات کئے ہیں، ان کے جوابات دونگا اور جب قرض اتر جائے گا تو پھر آریہ سماج کا فوٹو لوگوں کو دکھاؤں گا کہ یہ تعلیم دیانندی ہے جسے آریہ سماج لیکر اسلام کے خلاف کھڑے ہوئے ہیں"

اس کے بعد آپ نے آریوں کی طرف سے کئے جانے والے سب سے بڑے اعتراض کہ لفظ 'اللہ' کے لُغوی معنی کسی لُغت کی کتاب سے دکھائے جائیں ، کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

" پہلا اعتراض کہ لفظ 'اللہ' کے لغت سے معنی دکھاؤ اور پچاس روپے انعام لو۔ ہمارے آریہ اپدیشک اس قسم کے جاہل ہیں کہ عام جاہلوں کو بھی ان پر رونا آجاتا ہے۔ لغت تو لوگوں نے

بنائی ہے۔ کیا انہوں نے اپنے پیدا کرنے والے کا نام تجویز کرنا تھا۔ تف ہے ایسی عقل پر۔ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنا نام اللہ بتایا اور کہا کہ یہ میرا ذاتی نام ہے۔ باقی سب میرے صفاتی نام ہیں اور خود ہی اپنے کلام میں لفظ 'اللہ' کے معنی بھی بتائے ہیں کہ اللہ کے معنی الحیّ' القیوم ' العلیٰ' العظیم ' الرحمن' الرحیم الرء وف' الحکیم ' البصیر ' السمیع' العلیم یہ سب آیات پڑھ کر ان کے تفصیل سے معانی سمجھائے۔"

آپ فرماتے ہیں کہ چونکہ عموماً جُہلاء کا ہی طبقہ تھا، اِس لئے بڑی تفصیل سے معانی بتانے اور سمجھانے پڑے اور پھر آپ نے آریہ پنڈت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ (اگر تو وہ

" 'شریف آدمی' ہے تو انعام والے پچاس روپے یہاں میز پر لا کر رکھ دے تاکہ اس سے پبلک کو مٹھائی کھلائی جائے اور اگر وہ 'اناڑیہ' ہے تو خاموشی سے بیٹھا رہے گا۔ اگر وہ اب بھی لفظ 'اللہ' کو موہوم سمجھتا ہے تو اسے ویدوں کی قسم دیتا ہوں کہ وہ اب میدان میں نکل کر اعتراض کرے۔"

آپ فرماتے ہیں کہ آپکے اِس چیلنج کے جواب میں نہ تو اُس آریہ پنڈت کو سامنے آنے کی جرأت ہوئی اور نہ کوئی اَور دِل گُردے والا آریہ آپ کی اِس دلیل کو توڑنے کے لئے آگے آیا - آپ اِسی زور شور کیساتھ اور علمی اور منطقی دلائل سے کام لے لے کر دیگر اعتراضات کے بھی اِس خوبی سے جواب دیتے رہے کہ آریوں کے چھکّے چھوٹ گئے اور انہوں نے خاموش رہنے میں ہی اپنی خیریت سمجھی -

اِس ساری تقریر کا ایسا عمدہ اثر سارے مجمع پر پڑا کہ ہر طرف سے تحسین وآفرین کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور سارا پنڈال "اسلام زندہ باد" "احمدی مولوی زندہ باد" اور تکبیر کے نعروں سے گونجنے لگا - آپ نے آج کی تقریر اِس جملے کے ساتھ ختم کی کہ

"کل پھر اسی طرح جلسہ ہوگا اور بڑا دلچسپ ہوگا۔ امید کہ سب احباب کثرت سے آئینگے"

اسکے بعد کیا ہوا، یہ خدا تعالیٰ کا ایک تصرّف تھا جس سے پتہ لگتا ہے کہ جو لوگ پُورے اخلاص کے ساتھ خدا تعالیٰ کے دین کی مدد کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں، خدا بھی ان کیلئے فتح ونصرت کی راہیں ہموار کر دیتا ہے

جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ تقریر کے ختم ہونے کے بعد ایک بہت بڑا ہجوم مجھے ڈیرہ تک چھوڑنے آیا اور جب ہم روزہ افطار کرنے کے بعد نماز عشاء اور تراویح پڑھ رہے تھے تو

"تحصیل دار صاحب آگئے اور خاموشی سے میری چارپائی پر بیٹھے رہے۔ جب ہم نے پوری نماز پڑھ لی تو بولے کہ مولوی صاحب آپ تو غضب کے آدمی ہیں۔ پہلے روزہ رکھ کر ساڑھے تین گھنٹے تقریر کی جو صرف آپ کا ہی کام ہے اور اب پھر اتنی لمبی نماز پڑھنا۔ میں تو حیران ہوں۔ میرا تو خیال تھا کہ آپ سو گئے ہوں گے۔ میں نے کہا ابھی تو درس ہونے والا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ میں آپ کی غلط فہمی دور کرنے آیا ہوں کہ میرے ایماء پر پنڈت نے ایسا لیکچر نہیں دیا اور نہ ہی میں اس قسم کے لیکچرز کو پسند کرتا ہوں۔ یہ اس پنڈت کی ذاتی غلطی تھی۔ اب میں نے اسے فوراً شہر سے نکل جانے کا حکم دے دیا ہے۔"

مگر آپ نے یہ سُن کر فرمایا: "جناب نے میرے اُس سے انعام والے پچاس روپے بھی لے لئے ہیں یا نہیں" اور پھر تحصیلدار کے یہ کہنے پر کہ وہ روپے تو میں نے اس سے نہیں لئے، آپ فرمانے لگے:

"یہ تو آپ نے میرا نقصان کر دیا ہے۔ میں نے تو اس سے لیکر ہی چھوڑنا تھے خواہ مجھے آپ کے پاس دعویٰ ہی کیوں نہ کرنا پڑتا آپ مہربانی فرما کر اس کا ایڈریس مجھے دے دیں۔ میرے تو سینکڑوں گواہ ہیں۔" آگے فرماتے ہیں:

"خیر وہ بولے کہ اب آپ بھی مزید کوئی تقریر نہ کرنا وہ یہاں سے چلا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ ہم تو ہرگز یہ نہ چاہتے تھے کہ وہ

---

[1] یہی وہ آریہ تحصیلدار تھا جس نے آپ کے بھدرواہ پہنچنے پر اس سے قبل آپ کی طرف ایک سپاہی بھجوایا تھا کہ وہ آپ کو بلا لائے جس پر آپ نے اس سپاہی کو ایک تو یہ کہا کہ وہ تحصیلدار صاحب کا تحریری حکم لے آئے، دوسرے چونکہ اس وقت آپ جلسہ پر جانے کی تیاری کر رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو جلسے کا وقت ہو گیا ہے اور پبلک میرا انتظار کر رہی ہے۔ مگر اب آپکی تقریر سُن لینے اور آریوں کے کچے اور خود ساختہ عقائد کی قلعی کُھل جانے کے بعد اس پر یہ اثر ہوا کہ وہ خود چل کر آپ کے پاس پہنچا اور معذرت خواہی کے رنگ میں وہ سب کچھ کہا جس کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سب الٰہی تصرف کے ماتحت تھا۔

یہاں سے چلا جائے بلکہ ہم نے تو اسے بتانا تھا کہ شیش محل میں بیٹھ کر قلعہ والوں پر فائر کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ پنڈت صاحب نے تین دن لیکچر دے کر پبلک میں بدامنی پھیلائی ہے اور اگر زیادہ کی اجازت نہیں تو کم از کم تین لیکچر دینا تو ہمارا جائز حق ہے۔ اور اسی طرح پبلک کی تسلی ہو سکتی ہے۔ کوئی انصاف پسند آدمی ہمارے مطالبے کو ناجائز قرار نہیں دے سکتا۔ اور اگر ہم نے اس آگ کو دبا رہنے دیا تو کسی وقت بھی اس کے شعلے بھڑک اٹھنے کا اندیشہ ہے۔ تحصیلدار صاحب بولے اچھا پھر کل والا لیکچر دے دیں اور آئندہ یہ سلسلہ بند کر دیں۔ میں نے کہا بہت اچھا ایسا ہی کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس کے بعد تحصیلدار صاحب چلے گئے اور ہم نے بھی آرام کیا۔"

اگلے روز آپکی تقریر سننے کیلئے پہلے سے بھی زیادہ خلقت جمع تھی - چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"میری تقریر شام تک جاری رہی جس میں آریہ سماج کا مسئلہ 'آواگون اور بیاہ کی تعلیم کہ کس قسم کی لڑکی سے شادی کرنا چاہئے اور کس قسم کی لڑکی سے شادی نہ کرنا چاہئے۔ مگر افسوس کہ دیانندی تعلیم میں اس کا کوئی حل نہیں بتایا گیا کہ جن لڑکیوں سے شادی نہ کی جائے وہ بے چاری کیا کریں۔ انہیں مار دیا جائے یا ملک بدر کر دیا جائے۔ نہ تو جسم پر بال رکھنے والی سے شادی ہو سکتی ہے اور نہ اس سے جس کے جسم پر بالکل بال نہ ہوں۔ نہ آنکھوں سے بلی نہ خاوند سے طاقتور نہ خاوند سے کمزور نہ خاوند سے اونچی اور نہ نیچی علیٰ ھٰذا القیاس۔ اب بتاؤ کہ ایسی لڑکیاں کہاں جائیں"۔

آپ نے یہ سب کچھ اتنے جذباتی انداز میں اور منوشاستر اور ستیارتھ پرکاش وغیرہ کے حوالوں سے سجا سجا کر ایسے مدلّل طریق پر بیان کیا کہ آج پھر کل کی طرح تمام مجمع "اسلام زندہ باد" کے نعروں سے گونج اٹھا اپنے خطاب کے آخر پر آپ نے فرمایا:

''بیان کرنے کیلئے تو ابھی بہت کچھ باقی ہے مگر تحصیلدار صاحب کی خواہش ہے کہ اب اس سلسلہ کو بند کردیا جائے اور دوسرے یہ مہینہ رمضان کا ہے، اس لئے عبادت کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہئے اور اس قسم کے گندے اعتقادات کا ذکر بھی اچھا نہیں ہے۔اس لئے اب کوئی تقریر نہ ہوگی''

یہ فرما کر آپ نے السلام علیکم کہا اور باقی لوگ بھی وعلیکم السلام کہہ کر چل دئے - اور اس طرح پر اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کے ایک ادنیٰ سے غلام کو اسلام کا نام سربلند کرنے کی ایسی توفیق عطا فرمائی کہ جہاں مسلمانوں کے سر خوشی اور فخر سے اُونچے ہو گئے، وہاں شہر کے آریہ ایسے سرنگوں ہوئے کہ اب کسی میں بھی بات کرنے کی سکت نہ رہی تھی بلکہ جیسا کہ حضرت مولانا صاحب موصوف فرماتے ہیں، اب وہ سارے لوگ سر چُھپاتے پھر رہے تھے- اُن کا پنڈت تو جیسا کہ بتایا گیا ہے پہلے ہی تحصیلدار کے حکم سے شہر بدر کیا جا چکا تھا-

...... باب دوم ......

نشانات کے رو سے

فہرست مضامین (باب دوم)

اب وہ واقعات بیان کئے جاتے ہیں جو حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کی پیشگوئی کہ

''میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے''۔

کے دوسرے حصہ سے تعلق رکھتے ہیں یعنی بتاتے ہیں کہ غلامانِ احمد کو احمدیت کی برکت سے وہ کونسا سچائی کا نور ملا اور نشانوں کی وہ کون سی دولت نصیب ہوئی جسے دیکھ کر بڑے بڑے دشمنان احمدیت اور شوریدہ سر مخالفین ، انگشت بدنداں ہو کر رہ گئے اس سلسلے میں سب سے پہلے احمدیت کے نامور سپوت اور میدانِ تبلیغ کے مجاہدِ بے بدل ، حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ ۔ کے بیان کردہ بعض واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا نشان

''وہ کون ہے جو تجھے تبلیغ سے روکنے والا ہے''

یہ الٰہی پیغام سنتے ہی لوگوں پر سناٹا چھا گیا

ابھی آپ نئے نئے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے اپنے وطن (موضع راجیکی ضلع گجرات) واپس لوٹے تھے (یہ ۱۸۹۹ء کی بات ہے جبکہ آپ کی عمر بمشکل ۱۸/۱۹ سال کی تھی) کہ آپ کے خلاف کفر کے فتوے لگنے شروع ہو گئے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کی متابعت کی برکت سے آپ کو ایسی روحانی قوت عطا فرمائی کہ آپ تن تنہا ان حالات کا مقابلہ کرنے لگے۔آپ جہاں کہیں جاتے ۔اپنوں کی محفل ہوتی یا بیگانوں کی۔ سلام وتسلیم کے بعد امام الزمان کی آمد کی مبارکباد دیکر احمدیت کی تبلیغ شروع کر دیتے۔آپ فرماتے ہیں۔

''انہی ایام کا ذکر ہے کہ میں ایک مرتبہ موضع گڈھو جو ہمارے گاؤں سے قریباً ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے گیا۔ چونکہ اس گاؤں کے اکثر لوگ

ہمارے خاندان کے حلقہ ارادت میں داخل تھے اِس لئے میں نے یہاں کے بعض آدمیوں کو احمدیت کی تبلیغ کی اور واپسی پر اس موضع کی ایک مسجد کے برآمدہ میں اپنی ایک پنجابی نظم کے کچھ اشعار جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے متعلق تھے۔ لکھ دیئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس موضع کا نمبردار چوہدری اللہ بخش اُس وقت کہیں مسجد میں طہارت کر رہا تھا۔ اُس نے مجھے مسجد سے باہر نکلتے ہوئے دیکھ لیا۔ اِدھر راستہ میں یہاں کے امام مسجد مولوی کلیم اللہ نے بھی مجھے دیکھا۔ جب یہ دونوں آپس میں ملے تو اُنہوں نے میرے جنونِ احمدیت کا تذکرہ کرتے ہوئے مسجد کے برآمدہ میں ان اشعار کو پڑھا اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ اب ہماری مسجد اِس مرزائی نے پلید کردی ہے۔ یہ تجویز کیا کہ سات مضبوط جوانوں کو میرے پیچھے دوڑایا جائے جو میری مشکیں باندھ کر مجھے ان کے پاس لے آئیں اور پھر میرے ہاتھوں سے ہی میرے لکھے ہوئے اشعار کو مٹوا کر مجھے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے سات جوانوں کو میرے پیچھے دوڑا دیا۔ مگر اُس زمانہ میں مَیں بہت تیز چلنے والا تھا۔ اس لئے میں ان جوانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنے گاؤں آ گیا اور وہ خائب و خاسر واپس لَوٹ گئے۔ دوسرے دن اسی گاؤں کا ایک باشندہ جو والد صاحب کا مرید تھا اور ان لوگوں کے بدارادون سے واقف تھا۔ صبح ہوتے ہی ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ والد صاحب نے اس کی باتیں سنتے ہی مجھے فرمایا کہ جب ان لوگوں کے تیرے متعلق ایسے ارادے ہیں تو احتیاط کرنی چاہیئے۔ میں نے جب یہ واقعہ اور محترم والد صاحب کا فرمان سنا تو وضو کر کے نماز شروع کر دی اور اپنے مولا کریم کے حضور عرض کیا کہ اے میرے مولا کریم! کیا یہ لوگ مجھے

تیرے پیارے مسیح کی تبلیغ سے روک دیں گے اور کیا میں اس طرح تبلیغ کرنے سے محروم رہوں گا۔ یہ دعا میں بڑے اضطراب اور قلق سے مانگ رہا تھا کہ مجھے جائے نماز پر ہی غنودگی سی محسوس ہوئی اور میں سو گیا۔ سونے کے ساتھ ہی میرا غریب نواز خدا مجھ سے ہمکلام ہوا اور نہایت رأفت و رحمت سے فرمانے لگا۔

'وہ کون ہے جو تجھے تبلیغ سے روکنے والا ہے۔ الہ بخش نمبردار کو میں آج سے گیارہویں دن قبر میں ڈال دوں گا' "

صبح آپ ناشتہ کرتے ہی موضع گڈّھو پہنچے اور جاتے ہی الہ بخش نمبردار کا پتہ پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ کیا بات ہے۔ آپ نے کہا۔ اس کے لئے میں ایک الٰہی پیغام لایا ہوں اور وہ یہ ہے کہ الہ بخش آج سے گیارہویں دن قبر میں ڈالا جائیگا۔ کہنے لگے وہ تو موضع لالہ چک جو گجرات سے مشرق کی طرف چند کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے وہاں چلا گیا ہے۔ آپ نے کہا کہ پھر تم لوگ گواہ رہنا کہ وہ گیارہویں دن قبر میں ڈال دیا جائیگا۔ اور کوئی نہیں جو اس خدائی تقدیر کو ٹال سکے۔ آپکا یہ پیغام سنتے ہی اہلِ محفل پر ایک سناٹا سا چھا گیا۔

یہ تقدیر الٰہی کس عبرتناک رنگ میں ظاہر ہوئی۔ اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں:۔

"چوہدری اللہ بخش ذات الجبب اور خونی اسہالوں سے لالہؔ چک میں بیمار ہو گیا۔ مرض چند دنوں میں ہی اتنا بڑھا کہ اس کے رشتہ دار اسے لالہ چک سے اُٹھا کر گجرات کے ہسپتال میں لے گئے اور وہاں وہ ٹھیک گیارہویں دن اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا اور اُسے اپنے وطن موضع گڈّھو کا قبرستان بھی نصیب نہ ہوا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اس پیشگوئی کی اطلاع چونکہ موضع گڈّھو۔ موضع سعد اللہ پور اور بعض دیگر دیہات کے آدمیوں کو پہلے سے پہنچا دی گئی تھی۔ اس کے عین وقت پر پورا ہونے سے اکثر لوگوں پر دہشت سی طاری ہوگئی۔ (حیاتِ قدسی' حصہ اوّل صفحہ ۲۳-۲۴)

دوسرا نشان

’’پھر آپ ہی کچھ احمدیت کی اعجازی برکت کا نشان دکھائیں‘‘

جب وہ اٹھا تو اسکی ہچکی غائب تھی

آپ ایک بار موضع مکھنانوالی (ضلع گجرات) میں ایک تبلیغی جلسہ میں حصہ لینے کے بعد واپس تشریف لا رہے تھے آپ کے ہاتھ پر احمدیت کی صداقت کا ایک ایسا نشان ظاہر ہوا جسے دیکھ کر اپنے اور پرائے پکار اٹھے کہ یہ برکت فی زمانہ سوائے احمدیت کے اور کہیں نہیں ملتی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

’’ہم نے چونکہ ان تقریروں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معجزات اور بعض نشانوں کا بھی ذکر کیا تھا اس لئے جلسہ کے برخواست ہونے کے بعد جب ہم سب دوست نماز ادا کرنے کیلئے مسجد میں آئے تو ہمارے پیچھے اس گاؤں کے دو ماچھی سقہ قوم کے فرد بھی آ گئے اور پکار پکار کر کہنے لگے کہ مہدی اور مسیح کا دعویٰ تو کیا جاتا ہے مگر نُور اور یُمن اتنا بھی نہیں کہ کوئی کرامت دکھا سکیں۔ میں نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا، تمہاری اس سے کیا مراد ہے۔ تب ان میں سے ایک نے کہا کہ میرا بھائی قریباً ڈیڑھ سال سے ہچکی کے مرض میں مبتلا ہے۔ طبیبوں اور ڈاکٹروں کے علاج سے بھی اُس کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میں نے کہا تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ اگر آپ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دعا کراتے اور اس کو کوئی فائدہ نہ ہوتا تو اعتراض بھی تھا اب ہم پر کیا اعتراض ہے۔ اس نے کہا تو پھر آپ ہی کچھ احمدیت کا اثر دکھائیں تا کہ ہم بھی دیکھ لیں کہ احمدی اور غیر احمدی لوگوں میں کیا فرق ہے۔ میں نے کہا کہ اچھا یہ بات ہے تو لاؤ کہاں ہے تمہارا مریض۔ چنانچہ اسی وقت اس شخص نے اپنے بھائی کو جو

پاس ہی بیٹھا کراہ رہا تھا میرے سامنے کھڑا کر دیا۔ خدا کی حکمت ہے کہ اس مریض کا میرے سامنے آنا ہی تھا کہ میں نے ایک غیبی طاقت اور روحانی اقتدار اپنے اندر محسوس کیا اور مجھے یوں معلوم ہونے لگا کہ میں اس مرض کے ازالہ کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعجاز نما قدرت رکھتا ہوں ۔چنانچہ اسی وقت میں نے اس مریض کو کہا کہ تم میرے سامنے ایک پہلو پر لیٹ جاؤ اور تین چار منٹ تک جلد جلد سانس لینا شروع کر دو (یہ بات میں نے ایک الہامی تحریک سے اسے کہی تھی) چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد میں نے اسے اُٹھنے کیلئے کہا۔ جب وہ اُٹھا تو اس کی ہچکی بالکل نہ تھی۔ اِس کرامت کو جب تمام حاضرین نے دیکھا تو حیرت زدہ ہو گئے اور وہ دونوں بھائی بلند آواز سے کہنے لگے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مرزا صاحب واقعی سچے ہیں اور ان کی برکت کے نشان واقعی نرالے ہیں۔“

(حیاتِ قدسی حصہ دوم صفحہ ۵۸۔۵۷)

تیسرا نشان

''سب لوگ اٹھ کر چلے گئے''

مڈھ رانجھا میں احمدیت کی فتح کا نشان

یہ نشان بھی جو ایک سرکش غیر احمدی مولوی شیر عالم کی تعلّیوں کے جواب میں قصبہ مڈھ رانجھا (ضلع شاہ پور) میں اللہ تعالیٰ نے دکھایا۔ ایسے پُرشوکت طور پر ظاہر ہوا کہ سارے علاقہ میں حضرت بانی سلسلہؑ کی صداقت اور عظمت کی دھاک بیٹھ گئی اور گھر گھر میں چرچا ہونے لگا کہ احمدیت سچی ہے۔ اس پر خدا تعالیٰ کا ایک کرشمہ مزید یہ ظاہر ہوا کہ جہاں وہ مولوی۔ شیر عالم جو احمدیوں کو مباحثہ کا بار بار چیلنج دے رہا تھا، نہایت خائب و خاسر ہو کر میدان مباحثہ سے بھاگ گیا اور مارے شرمندگی اور ندامت کے پھر ہمیشہ کیلئے روپوش ہو گیا، وہاں کئی سعید الفطرت افراد کو احمدیت کی آغوش میں آنے کی توفیق ملی۔ اب اس واقعہ کی تفصیل خود حضرت مولانا موصوف کی زبانی سنئے۔ آپ ان دنوں لاہور میں بطور مربی متعین تھے۔ فرماتے ہیں۔

''جب میں پنڈی بھٹیاں سے واپس لاہور پہونچا تو بارگاہِ خلافت سے میرے نام ارشاد ملا کہ آپ مڈھ رانجھا ضلع شاہ پور میں مباحثہ کیلئے پہونچ جائیں۔ اور راستہ میں دعا اور استغفار پر خاص طور پر زور دیں۔ چنانچہ میں لاہور سے شام کو سانگلہ پہونچا۔ وہاں پر حضرت حکیم محمدؐ صالح صاحب سیال جو نہایت ہی مخلص احمدی تھے اور اس وقت سانگلہ میں اکیلے احمدی تھے۔ کے ہاں قیام کیا۔ وہاں رات کو مجھے ایک نسخہ خواب میں بتایا گیا کہ ارزیز کا بھنگ میں کشتہ دافع جریان اور سرعت اور مقوی اور ممبی ہے (یہ نسخہ میں نے بارہا تجربہ کیا ہے اور مفید پایا ہے) مجھے اس وقت اس کی یہ تعبیر معلوم ہوئی کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے مجھے جو استغفار اور دعا کرنے کا ارشاد فرمایا ہے اور جس کی تعمیل مَیں راستہ میں متعدد بار کرتا آیا ہوں اس کا روحانی فائدہ اور برکت مجھے حاصل ہو گی اور میں بفضلہٖ تعالیٰ

اپنے حریف پر مباحثہ میں غالب آؤں گا۔" آگے فرماتے ہیں:۔

"جب میں سانگلہ سے روانہ ہو کر دریائے چناب کو بذریعہ کشتی عبور کر کے دوسری طرف پہنچا تو شیخ مولا بخش صاحب احمدی مع چند احباب کے میری انتظار میں تھے۔ وہ میری آمد سے بہت خوش ہوئے انہوں نے بتایا کہ ان کے علاقہ میں مولوی شیر عالم صاحب مشہور عالم ہیں جو خاندانِ مخدوماں میں سے ہیں۔ وہ بار بار احمدیوں کو مباحثہ کے لئے چیلنج دے چکے ہیں لیکن چونکہ اس علاقہ میں کوئی بڑا احمدی عالم نہیں اس لئے مرکز سے آپ کو بلوایا گیا ہے۔ مناظرہ کا مقام موضع مذکور کی ایک مسجد قرار پایا جہاں پر گردو پیش کے دیہات سے کثرت کے ساتھ لوگ جمع ہوگئے۔

مباحثہ کی شرائط یہ قرار پائیں کہ میری طرف سے صداقتِ دعویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل از روئے قرآن شریف پیش کئے جاویں اور مولوی شیر عالم صاحب ان کی تغلیط از روئے قرآن شریف بیان کریں۔ طریق یہ مقرر کیا گیا کہ دونوں مناظر پہلے اپنے اپنے موضوعِ بحث کو اردو میں قلمبند کرلیں۔ اور پھر حاضرین کو اردو یا پنجابی میں مناسب تشریح کے ساتھ سنادیں۔

چنانچہ ہم دونوں کی طرف سے پرچے لکھے گئے اور پولیس کی نگرانی اور انتظام کے ماتحت ۹ بجے صبح کارروائی شروع ہوئی۔ لوگ ہزارہا کی تعداد میں مسجد مذکورہ اور اس کے اردگرد جمع تھے۔ مولوی شیر عالم صاحب نے فرمایا کہ پہلے مولوی غلام رسول اپنا پرچہ سنائیں گے۔ اور ان کے بعد میں اپنا پرچہ سناؤں گا۔ ان کی غرض اپنی تقریر کو مؤخر کرنے سے یہ تھی کہ وہ بعد میں اپنا تازہ اثر قائم رکھ سکیں۔ اور میری تقریر کے اثر کو زائل کرسکیں۔ میں ان کی اس چال کو سمجھ گیا۔ لیکن مجبوراً ان کی یہ شرط قبول کرنی پڑی۔ میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ کے حضور خاص طور پر نصرتِ الٰہی کے حصول کے لئے دعا کی جس کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینت اور اطمینان حاصل ہوگیا اور مجھے دعا کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بات خاص طور پر دل میں ڈالی گئی کہ پرچہ پڑھنے سے پہلے خدا تعالیٰ کے حضور ان الفاظ میں دعا کرلی جائے کہ

'اے ہمارے علیم و حکیم اور قادر متصرف خدا! اگر تیرے نزدیک میرا یہ پرچہ اور اس کا مضمون تیری رضا کے مطابق ہے تو مجھے اس کو سنانے اور سمجھانے کی توفیق عطا فرما اور حاضرین اور سامعین کو سننے سمجھنے اور حق کو

قبول کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اگر یہ پرچہ تیری رضا کے خلاف ہے تو نہ ہی مجھے اس پرچہ کے سنانے اور سمجھانے کی توفیق ملے اور نہ حاضرین کو سننے کی توفیق ملے'۔

"چنانچہ میں نے اس بات کا اعلان کیا کہ چوں کہ اس بحث کا تعلق دین اور ایمان سے ہے اور یہ بہت نازک معاملہ ہے اس لئے ہم دونوں مناظروں کی طرف سے مندرجہ بالا الفاظ میں دعا کی جائے اور حاضرین اس پر آمین کہیں۔ چنانچہ میں نے انہی الفاظ میں دعا کر کے (جس پر سب حاضرین نے آمین کہا) اپنا پرچہ مع تشریح کے پڑھنا شروع کیا۔ خدا تعالیٰ نے اس ناچیز اور حقیر کی روح القدس سے تائید فرمائی اور میرے قلب میں انشراح اور زبان میں خاص فصاحت و بلاغت بخشی اور میں نے صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل کے ساتھ وفات مسیحؑ کے دلائل بھی کھول کر بیان کر دیئے۔ میں نے ۹ بجے صبح شروع کر کے ایک بجے اپنی تقریر ختم کی۔ سب حاضرین نے پوری توجہ اور دلچسپی سے میری تقریر کو سنا۔ اس کے بعد میں نے اپنی تقریر کے ختم ہونے کا اعلان کیا اور مولوی شیر عالم صاحب کو اپنا پرچہ شروع کرنے کیلئے کہا۔ جب مولوی صاحب اٹھ کر پرچہ سنانے لگے تو میں نے کہا میرے پرچہ سنانے سے پہلے جس طرح دعا کر لی گئی تھی۔ انہی الفاظ میں آپ بھی حاضرین سمیت دعا کریں۔

"خدا تعالیٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ جب مولوی صاحب نے مذکورہ بالا الفاظ میں دُعا کے بعد پرچہ سنانا شروع کیا تو ابھی دو چار منٹ ہی ہوئے تھے کہ حاضرین کی ایک بڑی تعداد یہ کہہ کر اٹھ گئی کر چلی گئی کہ مولوی شیر عالم صاحب جو باتیں بیان کر رہے ہیں یہ تو ہم نے پہلے بھی ان کے منہ سے کئی دفعہ سنی ہیں کوئی نئی اور دلچسپ بات وہ پیش نہیں کر رہے اس کے دو تین منٹ بعد لوگوں کی ایک اور بڑی تعداد اسی طرح اظہار نفرت کرتی ہوئی اٹھ کر چلی گئی۔ یہاں تک کہ ابھی گیارہ منٹ ہی گزرے تھے کہ سوائے میرے اور دو اَور آدمیوں کے سب سامعین مسجد سے چلے گئے اور پولیس بھی چلی گئی۔

"جناب مولوی شیر عالم صاحب یہ منظر دیکھ کر حسرت بھری آواز سے کہنے لگے کہ اب تو سب جا چکے ہیں پرچہ کس کو سناؤں۔ میں نے کہا میں تو حسب وعدہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ آپ کا پورا

پرچہ سننے کیلئے تیار ہوں۔ لیکن وہ بقیہ پرچہ سنانے کیلئے تیار نہ ہوئے۔ میں نے ان کو کہا کہ کیا آپ نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی صداقت کا تازہ نشان نہیں دیکھا۔ کہ جب دونوں پرچوں کے سنانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی گئی تو میرا پرچہ اور تقریر جو اس کی رضا اور خوشنودی کا باعث تھی اس کو سنانے اور سننے کی اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر توفیق بخشی۔ لیکن آپ کو اپنی تقریر نہ سنانے کا موقعہ ملا۔ اور نہ اس کو کوئی سننے کیلئے تیار ہوا۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کے پاک مسیح موعود کی سچائی کا تازہ نشان اور نصرت الٰہی کا زندہ ثبوت نہیں۔ سامعین اور حاضرین سب کے سب آپ کے ہم وطن اور دوست و احباء تھے۔ اور میں ایک غریب الدیار اور اجنبی تھا لیکن خدا تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو میری طرف اور میری تقریر کی طرف خاص طور پر پھیر دیا۔ اور آپ سے اور آپ کی تقریر سے باوجود دیرینہ تعلقات و قرابت کے نفرت پیدا کر دی۔

" میری ان باتوں کو سن کر مولوی شیر عالم صاحب بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ لیکن قصبہ کے اندر ندامت اور شرم کی وجہ سے نہ گئے بلکہ مسجد کے جنوب کی طرف باجرہ کے کھیت میں روپوش ہوتے ہوئے گاؤں سے چلے گئے۔

" وہ دن خدا تعالیٰ کی نصرت کا عجیب دن تھا جسمیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت۔ شوکت اور عظمت کا سکہ مڈھ رانجھا کے گھر گھر کے اندر بیٹھ گیا اور مولوی شیر عالم صاحب جو اپنے علم و فضل کے زعم میں احمدیوں کو للکارتے پھرتے تھے لومڑی کی طرح میدان سے بھاگ کر چھپ گئے فالحمد للہ علی ذالک"۔

آپ مزید فرماتے ہیں:۔" جب ہم مسجد نے نکل کر شیخ مولا بخش صاحب کے ڈیرے پر آئے تو وہاں پر آٹھ افراد جو اس نشان کو دیکھ چکے تھے۔ بیعت کرنے کیلئے انتظار میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے بصد شوق اس نشان کا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے سلسلہ حقہ کیلئے ظاہر فرمایا تھا۔ اقرار کیا۔ اور بیعت قبول کرنے کیلئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ وارضاہٗ کے حضور درخواستیں بھجوائیں اس مباحثہ کی روئیداد کی اطلاع جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور پہنچی تو آپ بہت خوش ہوئے اور اس عاجز کے حق میں دُعا فرمائی فالحمد للہ علیٰ ذالک۔"

(حیاتِ قدسی حصہ سوم صفحہ ۳۳۔۲۹)

چوتھا نشان

''اب آپ خدا کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے''

اللہ تعالیٰ کی غیرت کا دوہرا نشان

فرماتے ہیں

''میں ایک دفعہ تبلیغ کی غرض سے موضع رجوعہ اور ہیلاں تحصیل پھالیہ کی طرف گیا ہوا تھا کہ میرے ایک دوست چوہدری کرم داد ولد چوہدری راجہ خاں وڑائچ ساکن خوجیانوالی بعارضہ بخار بیمار ہوگئے اور بخار کی حالت میں انہیں سر درد کا ایسا شدید دورہ پڑا کہ آں موصوف نے اس کی شدت کی وجہ سے اپنا سر دیواروں سے ٹکرانا شروع کردیا۔ ان کے گھر والوں نے جب ان کی یہ ناگفتہ بہ حالت دیکھی تو انہوں نے اس علاقہ کے مشہور طبیب حکیم غلام حسین کو بطور معالج کے منگایا اور ساتھ ہی قرآن مجید کے بعض حفاظ کو دم کرنے کیلئے بُلا بھیجا۔ چوہدری کرم داد کی حالت جب پھر بھی نہ سنبھلی تو ان کے اصرار پر ان کا بھائی چوہدری حسن محمد مجھے بلانے کیلئے موضع راجیکی سے ہوکر موضع رجوعہ اور پھر ہیلاں پہنچا اور میرے پاس چوہدری کرم داد کی ساری کیفیت بیان کی۔ میں یہ سنتے ہی جب موضع خوجیانوالی پہنچا تو حکیم غلام حسین جو احمدیت کے متعلق کسی قدر مخالف اور معترضانہ صورت میں باتیں کر رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگا کہ مولانا صاحب آپ بھی کٹر مرزائی ہیں اور یہ مرض بھی ہم اطباء کے نزدیک مایوس العلاج ہو چکا ہے۔ اب اگر آپ کوئی مرزا صاحب کی برکت کا معجزہ دکھائیں تو معلوم ہو کہ آپ کا مرزائی ہونا اور مرزا صاحب کا مہدی و مسیح ہونا کیا وزن رکھتا ہے۔ حکیم غلام حسین کا یہ کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اندر ایک بجلی کی سی رَو چلا دی اور میں لوگوں میں سے گذر کر چوہدی کرم داد

کے پاس پہنچا اور السلام علیکم کہا۔ انہوں نے جب میری آواز سنی تو کہنے لگے خدا کا شکر ہے کہ آپ تشریف لے آئے ہیں۔ اب میں خدا کے فضل سے اچھا ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اسی وقت میں نے ان کے بندھے ہوئے سر سے پٹکا اتارا اور اپنا ہاتھ ان کے ماتھے پر رکھا۔ ابھی کوئی دس منٹ ہی گذرے ہوں گے کہ ان کا بخار اور سر درد غائب ہو گیا۔ میں نے ان سے حالت دریافت کی تو کہنے لگے کہ اب تو بالکل اچھا ہوں۔ میں نے اُسی وقت حکیم غلام حسین کو بلایا اور کہا اب آپ بھی مریض کو دیکھ لیں۔ چنانچہ حکیم غلام حسین نے جب چوہدری کرم داد کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس کی نبض پر ہاتھ رکھا تو حیرت زدہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ بھائی مان لیا ہے کہ مرزائی پکے جادوگر ہیں اور اس فن میں کمال رکھتے ہیں"۔

جب حکیم غلام حسین صداقتِ احمدیت کا منہ مانگا نشان دیکھنے کے باوجود بجائے دعویٰ مسیح موعودؑ پر غور کرنے کے یوں ہرزہ سرائی پر اُتر آیا تو خدا تعالیٰ نے اپنی غیرت کا دوہرا نشان دکھایا چنانچہ حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ فرماتے ہیں۔

"میں نے حکیم غلام حسین کو کہا کہ جس بات کو آپ نے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا معیار ٹھیرا کر معجزہ طلب کیا تھا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اِس وقت آپ پر اِتمام حجت کر دی ہے اور علمی رنگ میں تو پہلے بھی آپ بارہا سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات اور علامات ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اس لئے اب بھی اگر آپ نے احمدیت قبول کرنے سے اِعراض کیا تو یاد رکھئے پھر آپ خدا تعالیٰ کے مؤاخذہ اور گرفت سے نہیں بچ سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ چند روز کے بعد اِس دنیا سے کوچ کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کو اپنی موت سے ثابت کر گیا"۔ (حیاتِ قدسی حصہ اوّل صفحہ ۵۳-۵۲)

پانچواں نشان

''گاؤں کے سب لوگ حیرت زدہ ہو گئے''

مہر غلام محمد ارائیں سکنہ سعد اللہ پور کے حق میں ظاہر ہونے والا نشان

یہ نشان جس کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے نہ صرف ایک پُورے کے پُورے گاؤں کو حیرت و استعجاب میں ڈالنے کا موجب ہوا بلکہ جس معزز شخص کے حق میں ظاہر ہوا اس کا سارے کا سارا خاندان احمدیت کی آغوش میں آ گیا۔ چنانچہ حضرت مولانا موصوف بیان فرماتے ہیں۔

''سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد ہمایوں میں جب غیر احمدیوں کے ہمراہ نماز پڑھنے سے جماعت احمدیہ کو ممانعت ہوگئی اور ہم نے مسجد میں علیحدہ نماز پڑھنی شروع کر دی تو غیر احمدیوں نے میری ذات کو تفرقہ کا موجب سمجھتے ہوئے میری بے حد مخالفت کی۔ چنانچہ انہی مخالفت کے ایام میں یہ واقعہ رونما ہوا کہ موضع سعد اللہ پور [1] میں ارائیں قوم کے دو بھائی مہر شرف دین اور مہر غلام محمدؓ جو بڑے بارسوخ آدمی تھے ان میں سے مہر غلام محمدؓ جو خوبصورت اور پہلوان اور جوان تھا اس نے دوسری شادی کرنے کیلئے ارائیں قوم کی ایک بیوہ لڑکی کے رشتہ کے متعلق اس کی والدہ اور بھائیوں کو بار بار تحریک کی۔ مگر انہوں نے سوتاپے کی وجہ سے یا کسی اور بناء پر اس لڑکی کا رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ مہر غلام محمد نے جب اپنی کوشش کو ناکام ہوتے ہوئے دیکھا تو دُور و نزدیک کے بعض رشتہ داروں سے تحریک کروائی لیکن پھر بھی یہ بیل منڈھے نہ چڑھی اور لڑکی والوں نے صاف انکار کر دیا۔ مہر غلام محمدؓ نے جب یہ محرومی دیکھی تو اس نے ملتان سے لیکر راولپنڈی تک کے تمام سجادہ نشینوں اور پیروں فقیروں

[1] سعد اللہ پور آپ کے گاؤں راجیکے سے چند کوس کے فاصلے پر ایک قصبہ ہے۔ یہاں اس وقت معزز زمیندار احمدیوں پر مشتمل ایک فعال جماعت قائم ہے۔

سے تعویذات اور عملیات اور دعائیں کرانا شروع کردیں۔ یہاں تک کہ جب اِسی دوڑ و دھوپ میں سات سال کا عرصہ گذر گیا اور پیروں فقیروں کے عملیات اور دعاؤں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو وہ بیحد مایوس ہو گیا۔

''اسی دوران میں جب مَیں ایک دن سعد اللہ پور کی مسجد میں عام غیر احمدیوں کو احمدیت کی تبلیغ کر رہا تھا تو مہر غلام محمد کا ایک حمایتی کہنے لگا کہ اس زمانہ میں مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ تو لوگ کرتے ہیں مگر نُور اور یُمن کسی میں نہیں پایا جاتا۔۔۔ مہر غلام محمد سات سال سے ایک بیوہ عورت کے لئے ملتان سے لیکر راولپنڈی تک پیروں فقیروں اور عاملوں کے پاس ٹھوکریں کھا رہا ہے مگر آج تک اس کی حاجت روائی نہیں ہوئی۔ اب آپ ہی بتائیے کہ جب مہر غلام محمد کی اتنی سی گتھی نہیں سلجھ سکی تو مہدی و مسیح ہونے کا دعویٰ کس کام کا ہے۔ میں نے کہا ہم تو جب ہی اس اعتراض کو صحیح مان سکتے ہیں کہ مہر غلام محمد نے ہمارے سید و مولا مسیح قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی امر کے متعلق دعا کروائی ہو اور وہ پوری نہ ہوئی ہو۔ ورنہ اس صورت میں تو ہم پر اعتراض نہیں آتا بلکہ آپ کے غیر احمدی پیروں اور فقیروں اور مرشدوں پر آتا ہے۔ وہ غیر احمدی کہنے لگا اچھا! اگر مہر غلام محمد مرزا صاحب کے پاس نہیں گیا تو کیا ہوا آپ جو مرزا صاحب کے مرید یہاں موجود ہیں آپ ہی کوئی کرشمہ دکھائیں۔ میں نے کہا کہ مجھے تو کسی اعجاز نمائی کا دعویٰ نہیں۔ میں تو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادموں میں سے ایک ناچیز آدمی ہوں۔ البتہ مہر غلام محمد اگر مجھ سے اس امر کی عقدہ کشائی کی درخواست کرے گا تو احمدیت کی تبلیغ کی غرض سے اور اِتمام حجت کیلئے میں ضرور اس معاملہ میں دعا کروں گا''۔

اس پر ان لوگوں نے مہر غلام محمد کو آپ کے پاس بھجوایا۔ اب اس کے حق میں احمدیت کی صداقت کا نشان کیسے ظہور میں آیا۔ اس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں۔

''اس نے آتے ہی اپنی داستانِ ناکامی کی روئداد سنائی اور ان پیروں، فقیروں کے عملیات کی ناکامی کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ جب بھی میں ان لوگوں کی ہدایت کے مطابق تعویذ لیکر لڑکی والے کوچہ سے گذرا ہوں تو ہمیشہ ہی مجھے اُس لڑکی نے اور اس کے خاندان والوں نے انتہائی طور پر ذلیل کیا ہے اور گالیاں دی ہیں اس لئے اب میں سمجھ گیا ہوں کہ ان پیروں فقیروں میں کوئی تاثیر اور یُمن باقی نہیں رہا۔ میں نے کہا۔ اچھا۔ اب میں ایک عمل بتاتا ہوں اگر اس کی تاثیر سے لڑکی اور اس کی ماں خود تمہارے پاس پہنچیں اور نکاح کی درخواست کریں تو سمجھنا یہ احمدیت کی برکت ہے اور ہماری صداقت کا ایک نشان ہے۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے اُسے ایک روحانی عمل بتایا۔ خدا کی حکمت ہے کہ مہر غلام محمد نے وہ عمل شروع کیا اور جلد ہی وہ لڑکی اور اس کی ماں گھر سے نکلیں اور مہر غلام محمد کو گاؤں میں تلاش کرتی ہوئیں اس کے پیچھے جنگل میں پہنچیں اور نہایت زاری کے ساتھ کہنے لگیں کہ آپ ہم دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہیں شادی کرلیں۔ ہم راضی ہیں۔ چنانچہ اسی وقت وہ مہر غلام محمد کو اپنے ساتھ گھر لے آئیں اور دن کے گیارہ بجے کے قریب اس لڑکی کے ساتھ مہر غلام محمد کا عقد (نکاح) ہوگیا''۔

آخر پر فرماتے ہیں:۔

''اس کرشمہ قدرت کا ظاہر ہونا تھا کہ اس گاؤں کے مرد و زن اور گرد و نواح کے لوگ حیرت زدہ ہو گئے اور مہر شرف دین اور مہر غلام محمدؒ اور اُن کے گھرانے کے افراد نے احمدیت کو قبول کرلیا اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر آپ کی اِس اعجازی برکت کا مشاہدہ کر کے ایمان لے آئے فالحمد للہ علیٰ ذٰلک''۔ (حیاتِ قدسی حصہ اوّل صفحہ ۵۹۔۵۷)

چھٹا نشان

”خدا تعالیٰ کے عجائبات ہیں کہ مریضہ کی قے رک گئی“

جھنگ شہر میں خدائی نصرت کا نشان

احمدیت کی برکت سے آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے اب ایک ایسے نشان کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں ایک اجنبی شہر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے طعام وقیام اور اسلام کی خیر خواہی کے ایسے رنگ میں سامان پیدا فرمادئے کہ جس بابرکت مقصد کیلئے آپ کو مرکز سلسلہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا وہ بدرجہ اتم حاصل ہوگیا اور انہی لوگوں کے ہاتھوں ہوا جو تھوڑی دیر قبل آپ کو وہاں کھڑا ہونے کی اجازت دینے کیلئے بھی تیار نہ تھے۔ اس عجیب وغریب داستان نصرتِ الٰہی کا تذکرہ آپ یوں فرماتے ہیں۔

”جب آریوں کی طرف سے ملکانہ کے علاقہ میں شُدھی [1] کی تحریک زوروں پر تھی اور وہ مسلمانوں کے ارتداد کیلئے علاوہ اور ذرائع اختیار کرنے کے ان کی مفلسی اور اقتصادی بدحالی سے بھی ناجائز فائدہ اٹھا رہے تھے اور ان کو رقمی اور مالی امداد کا طمع دیکر شدھ کر رہے تھے تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے یہ تحریک فرمائی کہ ارتداد کی ایسی تحریکات کے مضر اثرات سے بچنے کیلئے مسلمانوں چاہئے کہ

---

[1] ہندوستان میں شُدھی کی تحریک 1923ء میں آریہ سماجی ہندوؤں کی طرف سے اٹھی جس کی ابتداء صوبہ یُوپی کے ملکانہ کے علاقہ میں ہوئی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس علاقے کے غریب اور پسماندہ مسلمانوں کو ہندو بنایا جائے۔ چنانچہ انہوں نے ان پر بے پناہ دولت لُٹا کر یہ کہہ کر ہندو بنانا شروع کیا کہ تم اصل میں ہندو تھے مسلمانوں نے تمہیں اپنے دین کی طرف کرلیا۔ اب تم پھر ہندو ہو جاؤ اور اِس طرح بیشمار مسلمان گھرانے ہندو بنالئے گئے۔ اِس مہم کے خلاف حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ (جماعت کے اُس وقت کے امام۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ) نے احمدی رضا کار بھیج کر سخت مہم چلائی۔ اِس کی کامیابی کو دیکھ ہندوؤں نے اپنی تحریک کو بند کرنے کا اعلان کیا مگر حضور نے اعلان فرمایا کہ جب تک شُدھ ہونے والا ایک فرد بھی باقی ہے۔ ہماری مہم جاری رہے گی۔ (شدھی کے بارے میں تفصیلی نوٹ کتاب کے آخر میں)

وہ بھی اپنی اقتصادی حالت کو درست کریں اور اپنے تجارتی کاروبار کو وسیع کر کے اور اپنی دکانیں کھول کر اور ان کو ترقی دیکر اپنی مفلسی کو دُور کریں۔

''اس سلسلہ میں خاکسار کو ضلع جھنگ میں متعین کیا گیا۔ جب میں شہر جھنگ میں پہنچا تو میں نے حالات کے پیش نظر مقامی احمدی احباب کے پاس جانا پسند نہ کیا اور شہر میں دریافت کیا کہ جھنگ میں زیادہ بااثر اور معزز رئیس جو شریف الطبع اور بااخلاق بھی ہو کون ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ میاں شمس دین صاحب میونسل کمشنر اِن اوصاف کے مالک ہیں۔ چنانچہ میں ان کی رہائش گاہ کا پتہ لیکر وہاں پہنچا۔ میاں شمس الدین صاحب اپنے گھر کے بڑے صحن میں اپنے حلقہ احباب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجلس میں تقریباً ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ بعض کے آگے بڑے بڑے قیمتی حقے رکھے ہوئے تھے۔ خود میاں شمس دین صاحب بھی ایک ایسا حقہ پی رہے تھے جس پر چاندی کی گلکاری کی ہوئی تھی۔'' آگے فرماتے ہیں:

''مجلس کے قریب پہنچتے ہی میں نے اونچی آواز سے السلام علیکم کہا۔ علیک سلیک کے بعد میاں صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ میں نے کہا کہ قادیان مقدس سے آیا ہوں اور احمدی ہوں۔ انہوں نے مقصد دریافت کیا تو میں نے مختصر طور پر آریوں کی تحریک شدھی۔ مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی اور اس کے تدارک کے متعلق ضروری اسکیم کا ذکر کیا اور وہ امور بیان کئے جو سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ اسلام میں ذکر فرمائے تھے۔ میاں شمس دین صاحب نے کہا کہ مقاصد تو اچھے ہیں لیکن کسی قادیانی کے لئے یہاں بیٹھنا تو درکنار اسے کھڑا ہونے کی بھی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ میں نے ان کی خدمت میں احمدیہ جماعت اور اس کے مقدس امام کی مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی اور ان کی

بروقت امداد کاذکر کیا۔ اور ان کو بھی اس مفید سکیم میں تعاون کی طرف توجہ دلائی۔ لیکن انہوں نے بے التفاتی برتی۔ دریں اثنا ایک طبیب نے جو اسی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کسی تعلق میں کہا کہ علم طب ایک یقینی علم ہے۔ میں نے اس کی یہ بات سنکر عرض کیا کہ اس وقت تو میں جارہا ہوں۔ کسی علمی بات کا موقع نہیں صرف اتنا کہہ دیتا ہوں کہ افلاطون کا مشہور مقولہ اطباءِ اسلام نے نقل کیا ہے کہ المعالجۃ کَرَمْیِ السَّہْمِ قَدْ یُخْطِی وَقَدْ یُصِیْبُ یعنی مریضوں کا علاج معالجہ اندھیرے میں تیر پھینکنے کی طرح ہوتا ہے جو کبھی نشانہ پر بیٹھتا ہے اور کبھی خطا جاتا ہے۔ پس علمِ طب کو یقینی علم کہنا درست نہیں"۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ایک ایسا کرشمہ دکھایا جس نے صورت حال میں خوشگوار تبدیلی پیدا کردی اور جس سے وہ مقصد با حسن وجوہ حاصل ہوگیا جس کی خاطر آپ کو مرکز سے بھجوایا گیا تھا۔ چنانچہ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں۔

"میں ابھی اس سلسلہ میں بات کر ہی رہا تھا کہ میاں شمس دین صاحب کو گھر سے اطلاع ملی کہ ان کی لڑکی جس کو آٹھواں مہینہ حمل کا ہے بوجہ قے، قریب المرگ ہے ان کو زنان خانہ میں فوراً بلایا گیا۔ اُدھر پیغام بَر نے یہ اطلاع دی اور دوسری طرف میں نے باہر نکلتے ہوئے السلام علیکم کہا اور پنجابی میں یہ بھی کہا کہ "اچھا تُسی وَسدے بھلے اور اُسی چَلدے بھلے"۔ ابھی میں نے ایک دو قدم ہی باہر کی طرف اُٹھائے تھے کہ میاں صاحب نے کہا کہ آپ ذرا ٹھہر جائیں اور اگر آپ کو طبابت سے واقفیت ہو تو اس مرض کے لئے کوئی نسخہ بتاجائیں۔ میں نے کہا کہ حاملہ کی قے کیلئے آپ سات پتے پیپل کے جو خود ریختہ ہولے لیں اور ان کو جلاکر راکھ کو چینی کے پیالہ میں ڈال لیں اور آدھ پاؤ یا تین

چھٹانک پانی ڈالکر راکھ کو اس میں گھول لیں جب راکھ نیچے بیٹھ جائے تو پھر گھول لیں اسی طرح سات مرتبہ کر کے راکھ کو تہ نشین کر لیں اور یہ مقطّر پانی مریضہ کو پلادیں۔ میرے کہنے کے مطابق میاں صاحب نے عمل کیا خدا تعالیٰ کے عجائبات ہیں کہ مریضہ کی قے پانی پیتے ہی رُک گئی اور اس کی طبیعت فوراً سنبھل گئی۔ جب انہوں نے یہ کرشمۂ قدرت دیکھا تو میری طرف فوراً آدمی دوڑایا (میں اس عرصہ میں گھر سے نکل کر کچھ دُور آچکا تھا) اور مجھے اپنے آنے تک رُکنے کیلئے کہا۔ چنانچہ میں رُک گیا۔تھوڑی دیر میں وہ بھی آ پہنچے اور علاج کی بے حد تعریف کرنے کے بعد درخواست کرنے لگے کہ میں ان کے ہاں مہمان ٹھہروں۔ وہ ہر طرح سے میرے آرام و سہولت کا خیال رکھیں گے اور مہمانداری کا حق ادا کریں گے۔ میں نے کہا کہ میری دعوت کو تو آپ نے رد فرمایا ہے جو قومی فائدہ کیلئے تھی اور اپنی طرف سے مجھے دعوت دے رہے ہیں۔ میاں صاحب نے بہت معذرت کی اور کہا کہ جو کچھ ہوا سب ناواقفیت کی وجہ سے ہُوا۔اب میں روزانہ شہر میں ڈھنڈوری پٹوا کر مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کا انتظام کروں گا اور جلسہ کا انعقاد کر کے آپ کو مفید اور کار آمد خیالات کے اظہار کا موقع بہم پہنچاؤں گا“۔

اور فی الواقعہ اس شریف النفس انسان نے اپنا وعدہ پورا کر کے دکھا دیا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

”چنانچہ حسب وعدہ وہ روزانہ جلسے کا انتظام اور انعقاد کرتے اور خود اپنی صدارت میں میری تقریر کراتے۔ان کے اثر و رسوخ کی وجہ سے لوگ جوق در جوق جلسہ میں آتے اور میری تقریر کو سنتے یہاں تک کہ

شہر کے مسلمانوں میں اپنی اقتصادی حالت کو سنوارنے کیلئے خوب بیداری پیدا ہو گئی۔ اسّی (۸۰) کے قریب مسلمانوں کی نئی دکانیں شہر میں کُھل گئیں اور جو دوکانیں اور کاروبار پہلے موجود تھا زیادہ پُر رونق ہو گیا۔"

آپ اس فضلِ خداوندی پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"مجھے بوجہ اس شہر میں ناواقفیت اور اجنبیت کے بظاہر کامیابی کی کوئی امید نہ تھی۔ لیکن یہ سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ کی توجہ اور قوتِ قدسیہ تھی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میاں شمس دین صاحب کی لڑکی کے اچانک بیمار ہونے اور میرے معمولی علاج سے شفایاب ہونے کا واقعہ ظاہر ہوا۔ اور وہ جو میرا اپنے گھر میں کھڑا ہونا بھی برداشت نہ کرسکتے تھے۔ ایک زبردست معاون اور ہمدرد بن گئے اور بڑے فخر اور محبت سے تقریباً دو ہفتہ تک میری رہائش اور مہمانوازی کا انتظام کیا اور مزید قیام کیلئے بھی اصرار کرتے رہے۔ اس موقعہ پر جھنگ شہر میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اِس رنگ میں کامیابی ہوئی کہ تمام ہندو تلملا اُٹھے اور سرکاری افسران کو تاریں دیں کہ قادیانی مولوی کو اس طرح کارروائی کرنے سے روکا جائے"۔ (حیاتِ قدسی جلد سوم صفحہ 23-21)

اب ذیل میں حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے ایک اور رفیق حضرت ماسٹر عبد الرحمٰنؓ (سابق مہر سنگھ[۱]) کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے چند نشانات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

---

[۱] مکرم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ سکھوں سے مسلمان ہوئے تھے۔ آپ کا پہلا نام مہر سنگھ تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر روحانیت کا ایسا رنگ چڑھا کہ ان کی ساری زندگی خوارق اور عجائبات کا حسین مرقع بن گئی۔ آپ کی زندگی کے بعض خارق عادت واقعات سلسلۂ کتب 'درویشان احمدیت' کی دوسری جلدوں میں اپنے اپنے عنوانات کے تحت بیان کئے گئے ہیں۔

پہلا نشان

"تم اپنا خون قادیان میں جا کر درست کرواؤ"

آپ کا عیسائی طلبہ کو لاجواب کرنا

مسلمان ہونے کے بعد جب آپ ٹیچرز ٹریننگ کالج • لاہور میں ٹریننگ حاصل کر رہے تھے تو بعض عیسائی طلبہ (جن میں سے بعض وہ بھی تھے جو مسلمان گھرانوں کے چشم و چراغ تھے مگر دجالی فتنہ کی سحر انگیزیوں سے متاثر ہو کر عیسائی ہو چکے تھے) آپ سے اکثر بحث و مباحثہ کرتے رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح پاک کی برکت سے آپ کے ہاتھ پر ایک ایسا نشان دکھایا جسے دیکھ کر نہ صرف وہ غیر مسلم طلبہ لاجواب ہو گئے بلکہ خود غیر احمدی مسلمان طلبہ بھی حیران اور ششدر ہو کر رہ گئے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

(S.A.V.)

"۱۹۰۶ء میں مَیں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں ایس اے وی میں زیر تعلیم تھا۔ میرے ساتھ دیگر مسلمان طلبہ کے علاوہ کچھ ہندو اور عیسائی طلبہ بھی تھے۔ عیسائی طلبہ میں ایک طالب علم یوسف جمال الدین نامی بھی تھا جو جالندھر مشن سکول کا ہیڈ ماسٹر تھا اور اب ایس اے وی کی ٹریننگ لے رہا تھا۔ ان عیسائی طلبہ نے مجھے ایک دن عصرانہ پر مدعو کیا اور علاوہ دیگر باتوں کے کہا کہ یہ تو آپ نے اچھا کیا کہ سکھ مذہب ترک کر کے تم نے اسلام اختیار کر لیا ہے۔ اب ایک قدم اَور آگے بڑھاؤ اور عیسائی بن جاؤ۔ ٹرینڈ ہو کر آپ کو مسلمانوں سے کیا تنخواہ ملے گی۔ ہم تو جاتے ہی تین تین صد روپیہ تنخواہ پر متعین ہو جائیں گے۔ مسلمانوں سے آپ کو ۵۰۔ ۶۰ یا سو روپیہ ماہوار ملے گا۔ میں نے کہا کہ میں زندہ خدا کا شائق ہوں۔ اگر تم زندہ خدا سے میرا تعلق پیدا

کر دو تو میں عیسائی ہو جاؤں گا۔ یوسف جمال الدین نے پوچھا کہ زندہ خدا سے کیا مراد ہے۔ میں نے کہا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ دروازہ کھٹکھٹاؤ تو کھولا جائے گا۔ ڈھونڈو تو خدا کو پالو گے۔ اور قرآن مجید میں بھی لکھا ہے کہ بحالتِ اِضطرار دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے۔ اگر یہ نعمت عیسائیت میں دکھا دو تو میں عیسائی ہو جاؤں گا۔ طلبا نے کہا کہ وید۔ انجیل اور قرآن مجید کے بعد الہام و وحی کا دروازہ بند ہے۔ اب الہام نہیں ہو سکتا۔ میرے دریافت کرنے پر انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سنتا اور دیکھتا تو ہے لیکن بولتا نہیں۔ میں نے کہا جو ذات سنتی اور دیکھتی ہے وہ بول بھی سکتی ہے۔ پہلے سوال کے متعلق میں نے کہا کہ ابھی اِسی مجلس میں مجھے الہام ہوا ہے کہ پہلا سوال بتا دیا جائے گا۔ طلبا نے کہا کہ ہم نے تو الہام نہیں سنا۔ میں نے کہا کہ تمہارا خون خراب ہو گیا ہے اسے قادیان میں درست کروالو تو تم کو بھی الہام کی آواز سنائی دے گی''۔

اب اس آسمانی اطلاع کے مطابق آپ کو کس طرح ریاضی کے پرچے کا پہلا سوال بتایا گیا، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''دوسرے یا تیسرے روز رات کو سونے کیلئے سرہانے پر سر رکھنے ہی لگا تھا کہ کشفی حالت میں مجھے ریاضی کا پرچہ دکھایا گیا جسے میں نے پڑھ لیا مگر مجھے صرف پہلا سوال ہی یاد رہا۔ جسے میں نے نوٹ کر لیا۔ تین ہفتے کے بعد ہمارا سہ ماہی امتحان ہوا اور اس میں ریاضی کا پہلا سوال وہی تھا جو میں نے بتایا تھا۔ یہ دیکھ کر یوسف وغیرہ دریائے حیرت میں ڈوب گئے۔ ایک شخص عبد الحمید ایم اے سکنہ گڑھ بھنگیاں امرتسر دہریہ تھا وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا قائل ہو گیا۔ اس کی تحریر میرے پاس موجود

ہے"۔

اب بعض معترض بھی ہوتے ہیں جن کو روشنی میں بھی اندھیرا ہی نظر آتا ہے یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ ایک طالب علم ممتاز علی تھا وہ کہنے لگا یہ محض اتفاق ہو گیا ہے کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے ریاضی کا پرچہ آگیا اور آپ نے ایک سوال پڑھ لیا۔ اس کا جواب مکرم ماسٹر صاحب نے ایسا دندان شکن دیا کہ اعتراض کرنے والا اور اس کے ساتھی سب کے سب اپنا سامنہ لیکر رہ گئے۔ آپ نے فرمایا:۔

"آپ چالیس گریجوئیٹ ہیں اور مجھ سے لائق تر ہیں۔ تین ماہ بعد پھر امتحان ہو گا۔ سارے مل کر میری طرح پہلا سوال بتا دو۔ وہ کہنے لگے کہ ہم چیلنج نہیں کر سکتے۔ میں نے کہا کہ یہی تو معجزہ ہے جسے تم چالیس افراد نوّے دن میں نہیں کر سکتے۔ میں نے دو تین دن میں کر دکھایا۔" ؎

(اصحاب احمدؑ جلد ہفتم)

؎

الہام: صداقتِ اسلام کا زندہ نشان

(از افاداتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

حضورؑ فرماتے ہیں:

"الہام اور کشف کی عزت اور پایۂ عالیہ قرآن شریف سے ثابت ہے...... یہی ایک صداقت تو اسلام کے لئے وہ اعلیٰ درجہ کا نشان ہے جو قیامت تک بے نظیر شان و شوکت اسلام کی ظاہر کر رہا ہے یہی وہ خاص برکتیں ہیں جو غیر مذہب والوں میں نہیں پائی جاتیں" ؎

(ازالہ اوہام، صفحہ ۱۷۸)

دوسرا نشان

’’اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا دے گا‘‘

نشان کے پورا ہونے پر جلیبیوں سے دعوت

جب حضرت ماسٹر عبد الرحمٰن صاحبؓ نے اعتراض کرنے والے طالب علم کو وہ جواب دیا جس کا ذکر اوپر آیا ہے تو سب طلبہ یہ کہنے لگے کہ اگر کوئی اَور امر غیب ظاہر ہو جائے تو اتفاق والا ہمارا عذرِ لنگ بھی جاتا رہے گا۔ آپ نے فرمایا ’’اچھا۔ میں دعا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ کوئی اور امر غیب قبل از وقت بتادے۔‘‘ ظاہر ہے کہ آپ اتنا بڑا دعویٰ کرنے کے بعد اپنے قادر مطلق خدا کے حضور دعاؤں میں لگ گئے ہوں گے۔ اس رحیم و کریم خدا نے بھی آپ کی لاج رکھ لی۔ اس بار اس نے اپنا ایک ایسا نشان دکھایا جسے حقیقت بننے کیلئے ابھی دو چار ماہ کا عرصہ باقی تھا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آپ کو اس کے چند دن بعد ہی الہام ہوا۔

’’بچہ ہے۔ بچہ ہے۔ بچی نہیں ہے‘‘

اور اس کی تفہیم آپ کو یہ ہوئی کہ امسال ان کے ہاں اللہ تعالیٰ لڑکا عطا فرمائے گا۔ چنانچہ آپ نے اس آسمانی خوشخبری سے سب طلبہ کو اطلاع دے دی۔

جیسا کہ الہام کے الفاظ سے ظاہر ہے یہ آسمانی خبر اتنی تاکید سے دی گئی تھی کہ سب طلبہ کو کرید پیدا ہوئی کہ دیکھیں یہ کیسے پوری ہوتی ہے۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں۔

وہاں (ان دنوں) مکرم صوفی غلام محمد صاحب بی اے۔ مرحوم (بعدہ مبلغ ماریشس۔ ناقل) بھی ٹریننگ لے رہے تھے۔ یوسف وغیرہ نے بالائی طور پر ان کے ذریعہ قادیان سے پتہ منگوایا تو ان (صوفی غلام محمد صاحب ناقل) کی اہلیہ صاحبہ کا خط آیا کہ ماسٹر صاحب کے ہاں ابھی دو تین ماہ کی امیدواری ہے۔ جب لڑکا پیدا ہوگا تو اطلاع دوں گی۔ چنانچہ سالانہ امتحان اپریل ۱۹۰۹ء کے قریب اطلاع بھیجی یوسف (جمال الدین نامی عیسائی طالب علم۔ ناقل) بورڈ پر سے کارڈ لایا اور کہا

کہ صوفی صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے آپ کو دوہری مبارک باد لکھی ہے کہ لڑکا بھی پیدا ہو گیا اور پیشگوئی کا الہام بھی پورا ہو گیا۔ اس پر میں نے جلیبیوں کی دعوت دیکر بتایا کہ اگر تم پندرہ سال گرجے یا مندر یا ٹھاکر دوارے میں پوجا پاٹھ کرتے رہو اور وہاں سے کوئی جواب نہ آئے تو تم سمجھو کہ تم خدا کی عبادت نہیں کر رہے بلکہ مصنوعی خدا کی خودساختہ تصویر ہے جس کی عبادت کرتے ہو وہ بت ہے بت پرستی چھوڑ دو۔

پھر آپ نے یوسف جمال الدین (وہ عیسائی طالب علم جو اس تمام بحث میں پیش پیش تھا) کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''مسٹر یوسف! اگر تم پرنسپل کی کوٹھی پر جاؤ اور اسے سلام کرو اور وہ تمہیں سلام کا جواب نہ دیا کرے تو کیا پھر بھی تم اس کی کوٹھی پر سلام کرنے جایا کرو گے۔ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ میں نے کہا کہ اگر تم لوگ زندہ خدا کی عبادت کرو تو وہ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن ضرور جواب دیگا۔''

(اصحاب احمدؑ جلد ہفتم)

تیسرا نشان

"اب حسب وعدہ مسلمان ہو جاؤ ورنہ......"

حضرت ماسٹر صاحبؓ کا عیسائی طلبہ کو انتباہ

آپ نے ان عیسائی طلبہ کو جن پر اسلام کی صداقت کے بارے میں اتمام حجت ہو چکی تھی۔ ایک اَور طریق سے بھی لا جواب بلکہ شرمندہ کیا بلکہ یہاں قدرت خداوندی کا ایک چمکتا ہوا نشان ظاہر ہوا اور ایسے جلال سے ظاہر ہوا کہ اس نے اسلام کے حق میں صداقت کا ایک سورج روشن کر دیا اور وہ جو آپ کو عیسائی بنانے کے ناپاک منصوبے باندھ رہے تھے اسلام کے خدا کی قہری تقدیر کا نشانہ بن کر ہمیشہ کیلئے سرنگوں ہو گئے۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا اس بارے میں مکرم ماسٹر صاحب موصوف رقمطراز ہیں:۔

"بعد ازاں میں نے یوسف مذکور اور مسٹر چیٹر جی عیسائیوں سے کہا کہ آپ لوگوں نے دو تین امور کے متعلق پیش گوئیاں پوری ہوتی دیکھی ہیں اس لئے اب حسب وعدہ مسلمان ہو جاؤ مگر وہ عذر کرتے رہے۔ آخر میں نے کہا کہ کم از کم اِن امور کی تحریری شہادت دے دو۔ انہوں نے عذر کر کے اس سے بھی انکار کر دیا اس پر میں نے کہا کہ اگر تم یہ شہادت لکھ دو تو تم دونوں پاس ورنہ فیل ہو جاؤ گے یہ امر بھی الہام ہی (کی طرح یقینی) سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا کیا ہوا کہ جب نتیجہ نکلا ہم سب کامیاب اور وہ دونوں فیل۔ اس پر بعض غیر احمدی ہم جماعتوں نے شہادتیں تحریر کر دیں۔ جو میرے پاس موجود ہیں"۔

('اصحاب احمد' جلد ہفتم)

چوتھا نشان

’’ایسی دعا کریں کہ اول دوم بن جائے اور دوم اول بن جائے‘‘

حضرت ماسٹر صاحبؓ کی دُعا کا اعجازی نشان

جن ایام میں آپ جزائر انڈیمان[1] میں پورٹ بلیر کے مقام پر سرکاری سکول میں ٹیچر تھے اور طلبہ اور اساتذہ کو اکثر اسلام کی تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا نشان ظاہر فرمایا جو سراسر آپ کی اپنے سمیع وبصیر اور قادر خدا کے حضور دعاؤں کا نتیجہ تھا اور جسے سب طلبہ اور خاص طور پر عملہ مدرسین نے محسوس کیا۔ اِس کی دلچسپ تفصیل آپ ہی کی زبانی ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

’’پورٹ بلیئر کے انگریزی سکول میں یہ قاعدہ تھا کہ جو طالب علم اوّل آئے اسے حکومت، تعلیم کیلئے نو صد روپے دیتی تھی۔ ان ایام میں بِسرام اور دُرگا پرشاد دو طالب علم وظیفہ حاصل کرنے کے امیدوار تھے۔ امتحان برما یونیورسٹی کی معرفت ہوتا تھا۔ نتیجہ نکلا تو دُرگا پرشاد جو گرانڈیل نوجوان تھا اول آیا اور بِسرام جو ہماری کتب کا مطالعہ کرتا رہتا تھا دوم آیا۔ ٹیچرز کی مجلس میں جب نتیجہ سنایا گیا تو اساتذہ میں سے ایک ماسٹر رنجیت سنگھ نے کہا کہ بِسرام جو آپ کا ہم خیال اور مائل بہ اسلام ہے دوم آیا ہے۔ ایسی دعا کریں کہ اول دوم بن جائے اور دوم اول بن جائے۔‘‘

آپ فرماتے ہیں۔

’’بظاہر یہ ناممکن تھا۔ ماسٹر مذکور نے پھر کہا کہ چونکہ آپ کہتے ہیں کہ ہم کرشن اوتار قادیانی کے چیلے ہیں اور ہماری دعا ضرور سنی جاتی ہے اس لئے

---

[1] یہ جزائر اُس وقت جبکہ انگریزوں کی ہندوستان پر حکومت تھی۔ انگریزوں ہی کی عملداری کے ماتحت تھے۔

اس بارہ میں دعا کریں چونکہ اس نے اِعلانیہ یہ امر مجلس میں دہرایا تو میں نے بھی دعا کا وعدہ کرلیا۔ چنانچہ میں نے ایک پہاڑی پر دست بدعا ہوکر بارہ گاہِ الٰہی میں عرض کی کہ یاالٰہی تو میرے واسطے یہ پہاڑ کوہِ طور بنادے۔ چنانچہ اسی رات مجھے خواب میں ایک بورڈ پر لکھا ہوا دکھایا گیا "Bisram Provident" مجھے تفہیم ہوئی کہ اب آسمان پر طے ہوگیا ہے کہ بِسرام اول کردیا جائے گا اور دُرگا پرشاد دوم ہوجائے گا۔ چنانچہ میں نے یہ خواب ٹیچرز کی مجلس میں بیان کردی اور کہا کہ تم لوگوں نے ظلم کیا کہ اوّل کو دوم اور دوم کو اوّل کرادیا۔ بعض نے کہا کہ جب سے سکول قائم ہوا ہے ایسا کبھی وقوع میں نہیں آیا۔‘‘

اب ہوا یہ کہ اوّل آنے والا طالب علم حسب قاعدہ وظیفہ حاصل کرکے کلکتہ (ہندوستان) کے ایک ہائی سکول میں داخل ہوگیا۔ گویا نتیجہ امتحان اور سکول بورڈ کے فیصلے پر عملدرآمد شروع ہوگیا۔ ان حالات میں بظاہر یہ بالکل ناممکن تھا کہ یہ صورت حال بدل جائے۔ چنانچہ لوگوں کو آپ پر ہنسی ٹھٹھا کرنے کا موقع مل گیا اور وہ مذاق مذاق میں آپ سے پوچھتے ’’کیوں جی۔ آپ کے آسمانی فیصلے پر کب عمل ہوگا‘‘۔ اِس کے جواب میں خدا کا وہ درویش بندہ انہیں ہمیشہ یہی جواب دیتا رہا کہ آسمان پر عملدرآمد ہوگیا ہے۔ زمین پر عملدرآمد بعد میں ہوگا۔ اس پر کم وبیش ایک ماہ گذر گیا۔ آخر خدا کی تقدیر چلی اور وہی کچھ ہوا جو آسمان پر طے پاچکا تھا۔ اس بارے میں مکرم ماسٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں۔

’’خدا کا کرنا کیا ہوا کہ دُرگا پرشاد کو ایک ایسی مرض دامنگیر ہوگئی کہ اس نے درخواست بھیجی کہ میری ہڈیاں مادرِ وطن پورٹ بلیئر پہنچاؤ۔ چنانچہ وہ واپس آکر ملتجی ہوا کہ مریض ہونے کی وجہ سے میں تعلیم حاصل کرنے کے قابل نہیں۔ اس پر میں نے رپورٹ کی کہ لالہ بِسرام کو جو دوم نمبر پر کامیاب ہوا تھا بنگال میں تعلیم نہ دلائی جائے بلکہ اسے کرشن اوتار کی

سرزمین پنجاب میں تعلیم دلائی جائے۔ چنانچہ میں نے اسے ماڈل سکول لاہور میں تعلیم دلائی۔ اس دوران میں دُرگا پرشاد کا معمر باپ جنگل کے میوہ جات لایا اور درخواست کی کہ دعا کرو کہ درگا پرشاد فوت ہونے سے بچ جائے۔ چنانچہ میں نے اس کیلئے دعا کی اور وہ موت سے بچ گیا۔'' لے

(اُصحاب احمدؐ جلد ہفتم)

لے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک اقتباس

آپ کے بارے میں

حضرت ماسٹر صاحب موصوفؓ کے تعارف کے سلسلہ میں اور آپ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند کی غلامی میں آکر (جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ آپ سکھوں سے مسلمان ہوئے تھے) بلند روحانی مقام حاصل کرنے کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا بھی ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب جالندھری کی عادت ہوا کرتی تھی کہ ذرا کسی آریہ اور کسی مخالف سے بات ہوئی تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نقل میں بڑی دلیری سے کہہ دیتے کہ اگر تمہیں اسلام کی صداقت میں شبہ ہے تو آؤ مجھ سے شرط کرلو۔ اگر پندرہ دن کے اندر اندر مجھے کوئی الہام ہوا اور وہ پورا ہوگیا تو تمہیں مسلمان ہونا پڑیگا۔ اور پھر اشتہار لکھ کر اس کی دوکان پر لگا دیتے۔ چنانچہ کئی دفعہ ان کا الہام پورا ہو جاتا اور پھر وہ آریہ ان سے چھپتا پھرتا کہ اب یہ میرے پیچھے پڑ جائینگے اور کہیں گے کہ مسلمان ہو جاؤ''۔

(بحوالہ الفضل ۲۲ جون ۱۹۵۶ء)

پانچواں نشان

"غلام رسول کا خدا بڑا زبردست خدا ہے"

غلام رسول صاحب ٹھیکیدار[1] کے حق میں ظاہر ہونے والا تائیدی نشان

اللہ تعالیٰ کا اپنے مامور کے ایک اور غلام کے حق میں بھی اسی قسم کی تائید اور غیرت دکھانے کا نشان ظاہر ہوا۔ یہ بھی ایسا واضح اور ظاہر و باہر تھا کہ انگریز افسر کو اعتراف کرنا پڑا کہ اس شخص کا خدا بڑا زبردست خدا ہے چنانچہ غلام رسول صاحب ٹھیکیدار اپنا یہ واقعہ تحدیثِ نعمت کے طور پر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(P.W.D)

"جب میں نے اپنی ملازمت چھوڑ کر ٹھیکیداری شروع کی تو پی ڈبلیو ڈی محکمہ کے افسران احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے مجھے اپنے ماتحت کام دینے سے گریز کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ میری ایسے رنگ میں نصرت فرماتا کہ وہ سب حیران ہو جاتے۔ ایک دفعہ ایک انگریز افسر دورے پر آیا (یہ قیام پاکستان سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ناقل)۔ اس کی موجودگی میں تمام دوسرے ٹھیکیداروں کو جو تعداد میں اٹھارہ تھے کام دے دیا گیا اور میرے لئے کوئی کام نہ رہا۔ وہ انگریز افسر کہنے لگا کہ آپ چونکہ اِس سب ڈویژن کے ٹھیکیدار نہیں ہیں اس لئے آپ کو کام نہیں دیا گیا۔ میرے منہ سے بیساختہ نکلا کہ اچھا اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی اور کام بھیج دے گا۔ آگے فرماتے ہیں:

"خدا کی قدرت ہے کہ ابھی وہ انگریز افسر اسی جگہ تھا کہ اسے چیف انجینئر کا تار آ گیا کہ فلاں اسٹیمیٹ (تخمینہ) منظور ہو گیا ہے اور اس کام کو فوراً شروع کیا جائے۔ اب چونکہ سب ٹھیکیداروں کو کام مل چکے تھے۔ صرف

---

[1] مراد مکرم غلام رسول صاحب ٹھیکیدارؓ (المعروف مالکان 'بھٹہ غلام رسول'، ربوہ)

میں ہی فارغ رہ گیا تھا۔ اس انگریز افسر نے وہ کام مجھے دے دیا۔ خدا کی شان ہے کہ وہ ٹھیکہ جو مجھے ملا وہ ان اٹھارہ ٹھیکیداروں کے مجموعی ٹھیکے سے بھی زیادہ تھا۔ میرے ان الفاظ کا جو میں نے اس انگریز افسر کے سامنے کہے تھے اور پھر غیر متوقع طور پر جو مجھے اس کے سامنے اور اسی کے ہاتھوں اتنا بڑا ٹھیکہ مل گیا۔ اس واقعہ کا اس پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ برملا کہہ اٹھا:

''غلام رسول کا خدا بڑا زبردست خدا ہے!'' [1]

[2]

(مکتوب نمبر ۷۷ مورخہ 14.3.79)

ا ٹھیکیدار غلام رسول صاحب ، ربوہ میں آباد ہونے والے اوّل ترین لوگوں میں سے ہیں۔ ربوہ میں قائم ہونے والے دو بھٹوں میں سے ان کا بھٹہ نسبتاً زیادہ مقبول تھا۔ خاکسار راقم الحروف کے ۱۹۵۲/۳ میں تعمیر ہونے مکان پر اسی بھٹہ کی اینٹیں لگی ہوئی ہیں۔ ذاتی طور پر خاکسار کی ان سے کئی بار ملاقات ہوئی۔ بہت ہی سادہ اور مسکین طبیعت کے مالک تھے۔ مگر اس وقت ان کے اس روحانی مرتبہ کا علم نہ تھا جس کا اظہار ان کے اس قسم کے ایمان افروز واقعات پڑھ کر ہوتا ہے۔

---

۲ مکرم غلام رسول صاحب ٹھیکیدارؓ کے اپنے قلم سے لکھے یہ واقعات ان کی وفات کے بعد مکرم ماسٹر عطا محمد صاحبؓ ۔ پروفیسر جامعہ احمدیہ ۔ نے خاکسار راقم الحروف کو اپنے مکتوب مورخہ ۱۴۔۳۔۷۹ کو دئے لھذا ایسے تمام واقعات کے نیچے یہی تاریخ درج کی گئی ہے۔

بعض عبرت انگیز واقعات

نشان۔۱

''خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے''

اب سلسلے کے ایک اور بزرگ حضرت منشی محمد اسمعیل صاحب سیالکوٹیؓ کے ایک عیسائی پادری کو خدائی نشان کے ذریعے شرمندہ اور لاجواب کرنے کا واقعہ درج کیا جاتا ہے۔ آپ بھی حضرت بانی سلسلہؑ کے ابتدائی رفقاء میں سے تھے اور تقوی۔ طہارت اور خدا ترسی میں ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ نماز باجماعت کے اتنے پابند تھے کہ اکثر فرمایا کرتے کہ مجھے اپنی زندگی میں صرف ایک نماز یاد ہے جو میں باجماعت نہیں پڑھ سکا۔ فرض نمازوں کے علاوہ آپ نماز تہجد بھی بڑے التزام سے ادا کرتے تھے۔ ذیل کا واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ سیالکوٹ کے مشن (عیسائی) سکول میں بطور محرر ملازم تھے۔ سکول کا مینیجر جو پادری تھا اور جسے آپ اکثر اسلام کی تبلیغ کرتے رہتے تھے اس کے ساتھ آپ کا کچھ تنازعہ ہو گیا۔ اس نے غصہ میں آ کر آپ کی سالانہ ترقی روک لی۔ مگر اس کے باوجود آپ نے اسے تبلیغ کرنا بند نہ کیا۔ ایک دن اس پادری نے آپ سے پیچھا چھڑانے کیلئے پوچھا کہ منشی صاحب ' اسلام میں وہ کون سی چیز ہے جو عیسائیت میں نہیں'۔ آپ نے فرمایا: 'اسلام جس خدا کو پیش کرتا ہے وہ اپنے بندوں سے بولتا اور باتیں کرتا ہے'۔ پادری کہنے لگا 'کسی ایسے شخص کا نام بتاؤ جس سے خدا نے باتیں کی ہوں'۔ منشی صاحب فرماتے ہیں۔

> ''میں نے سوچا کہ اگر میں نے اسے یہ کہا کہ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام (حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ) سے باتیں کی ہیں تو وہ کوئی اَور اعتراض کر دے گا۔ لہذا میں نے اسے کہا کہ خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے اور پھر اپنے بعض واقعات بطور مثال اس کے سامنے بیان کئے''۔

خدا تعالیٰ کی شان نرالی ہے۔ وہ اپنے پاک بندوں کو کبھی نیچا نہیں دکھاتا بلکہ مخالفوں کے مقابلے

میں ہمیشہ ان کی لاج رکھتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوا اور اس نے اپنے اس درویش بندہ کے ہاتھ پر اُس مخالفِ اسلام کو ایک ایسا نشان دکھایا کہ وہ ہمیشہ کیلئے سرنگوں ہو گیا۔ اس کی تفصیل حضرت منشی صاحبؓ یوں بیان فرماتے ہیں۔

''چند دنوں کے بعد وہ پادری کسی لڑکی کو عیسائی بنا کر اپنے گھر لے گیا۔ اس کے رشتہ دار اس کی کوٹھی پر گئے اور اس کو خوب مارا پیٹا۔ میں دوپہر کو سویا ہوا تھا کہ دیکھا کہ پادری کو مار پڑی ہے اور وہ کہتا ہے کہ دائیں طرف زیادہ چوٹیں آئی ہیں۔ میں اسی وقت اٹھا اور اس کی کوٹھی پر گیا۔ اس نے پوچھا کہ آپ کیسے آئے ہیں۔ میں نے کہا کہ خدا نے مجھے ابھی ابھی ایک بات کہی ہے وہ آپ کو بتانے آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ کو مار پڑی ہے اور دائیں طرف زیادہ چوٹیں آئی ہیں۔ اس نے اس کی تصدیق کی''۔

اس بات کا اس پر ایسا ہوا کہ حضرت منشی صاحبؓ فرماتے ہیں :

''اگلے دن جب میں سکول گیا تو وہ میرے کمرے میں آیا اور کہنے لگا کہ ہم اس ماہ آپ کو ترقی دیں گے۔ میں نے کہا ہم نہیں لیتے۔ وہ یہ کہہ کر کہ ہم دیں گے، چلا گیا اور ترقی دے دی اور دوسرے ماہ مزید ترقی دے دی''۔

(ملخص از اصحاب احمد جلد)

زندہ خدا کی زندہ علامت

حضرت بانی سلسلہؑ فرماتے ہیں:

''ہم نے عیسائیوں سے بارہا پُوچھا ہے کہ اگر تمہارا خدا ایسا ہی ہے جو دعاؤں کو سنتا ہے اور اُن کے جواب دیتا ہے تو بتاؤ وہ کس سے بولتا ہے تم جو یسوع کو خدا کہتے ہو، پھر اُس کو بُلا کر دکھاؤ۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ سارے عیسائی اکٹھے ہو کر بھی یسوع کو پکاریں ، وہ یقیناً کوئی جواب نہ دے گا کیونکہ وہ مر گیا''

(ملفوضات جلد ۳ صفحہ ۱۰۳)

نشان۔۲

''تمام کالج میں صفِ ماتم بچھ گئی''

حضرت بانی سلسلہؑ کے ایک غلام کیلئے اللہ تعالیٰ کی غیرت کا نشان

اب حضرت بانی سلسلہؑ کے ایک اَور مرید حضرت سید غلام حسین شاہ صاحبؓ کی ذات میں ظاہر ہونے والے قدرت خداوندی کے ایک عجیب وغریب نشان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ یہ نشان جہاں خدا تعالیٰ کی لامحدود طاقتوں اور قدرتوں کا مظہر ہے وہاں ان لوگوں بالخصوص ان مسلمان کہلانے والوں کیلئے عبرت کا سبق رکھتا ہے جو بلاسوچے سمجھے خدا کے مامور کی مخالفت کرتے اور آپؑ کو اور آپؑ کے ماننے والوں کو ہنسی۔ تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بناتے ہیں۔

سید غلام حسین شاہ صاحبؓ بھیرہ (ضلع شاہ پور) کے رہنے والے اور حضرت قاضی سید امیر حسین شاہ [1] صاحبؓ کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ نے ۱۴ سال کی عمر میں ۱۸۹۷ء میں حضرت اقدس (مسیح موعود علیہ السلام) کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے انگلش مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد میڈیکل کالج میں داخل ہونے کا ارادہ کیا مگر آپ کو معلوم ہوا کہ میڈیکل کالج کے اُس سال کے داخلے ہو چکے ہیں۔ اُس سے اگلے سال آپ میڈیکل کالج میں تو داخل نہ ہو سکے البتہ بعض احباب جماعت کے مشورے پر آپ نے وٹرنری کالج میں داخلہ لے لیا (وٹرنری کالج میں داخلہ کی طرف رہنمائی کیسے ہوئی اور پھر اس میں بھی غیر معمولی حالات میں آپ کو داخلے میں کامیابی کس طرح استخارہ اور دُعا کے نتیجے میں حاصل ہوئی۔ اِس کی دلچسپ تفصیل ''آسمانی رہنمائی'' کی جلد میں بیان ہو چکی ہے۔)

---

[1] حضرت قاضی سید امیر حسین شاہ صاحبؓ آتھم (عیسائی) کے ساتھ حضرت بانی سلسلہؑ کے مباحثہ کے نتیجے میں احمدی ہوئے۔ پھر قادیان میں مدرسہ احمدیہ میں بطور استاد مقرر ہوئے۔ آپ عربی کے عالم اور فقہ میں ماہر تھے آپکا ورثہ کے بارے میں تیار کیا جانے والا چارٹ سلسلہ کے تحقیقی میدان میں ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

آپ کو اگلے سال یعنی 1896ء میں وٹرنری کالج میں داخلہ تو مل گیا اور خدا تعالیٰ نے آپ کیلئے فرسٹ ایئر کے امتحان کے بعد دس روپے ماہوار وظیفہ کا بھی سامان فرما دیا لیکن آپ کے احمدی ہونے کی وجہ سے کالج کے سب طلبہ اور پروفیسر آپ کے خلاف ہو گئے۔ بات بات پر مذاق کرتے۔ پروفیسروں کا تو یہ حال تھا کہ آپ فرماتے ہیں۔

''میرے تمام پروفیسر سید بھائی تھے جنہوں نے میری سخت مخالفت کی۔ ہر ایک پروفیسر نے اپنے اپنے مضمون کا ایک ایک رجسٹر رکھا ہوا تھا جس کے چار مارکس ہوتے تھے اور ہر پیر کے دن گزشتہ ہفتہ بھر کے پڑھائے ہوئے اسباق کا امتحان ہوتا تھا۔ ایک پروفیسر تو ان میں بہت ہی زہریلا تھا۔ وہ مجھ سے صرف یہ سوال کرتا کہ 'تو مرزے کا مرید ہے'؟ میں جواب دیتا۔ 'جی ہاں'۔ تو وہ میرے نام کے آگے صفر یعنی 'زیرو' لکھ دیتا۔

''چونکہ ان ایام میں حضرت اقدس کے الہامات اخباروں میں شائع ہوا کرتے تھے تو ایک دوسرا پروفیسر کلاس میں مجھے مخاطب کر کے پوچھتا کہ سنا! مرزا کو کوئی احتلام ہوا ہے؟ وہ شرارت سے تمسخر کرتے ہوئے الہام کو احتلام کہتا جس پر میں تو خاموش رہتا۔ مگر تمام کلاس کھِلکھِلا کر ہنس پڑتی۔''

اِن حالات نے اتنی سنگینی اختیار کر لی کہ آپ فرماتے ہیں:

''چونکہ ہر روز قسم قسم کی شرارتیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی توہین کالج میں ہوتی تھی تو میں نے ارادہ کرلیا کہ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ میں کالج چھوڑ دوں۔ مگر انہی ایام میں حضرت اقدسؑ کا ایک اشتہار نکلا جس میں درج تھا کہ جس راستہ پر میں اپنی جماعت کو لے جانا چاہتا ہوں اس میں کانٹے اور خاردار جھاڑیاں ہیں۔ جس کسی کے پاؤں نازک ہوں وہ ابھی مجھ سے علیحدہ ہو جائے۔ چنانچہ میں یہ پڑھ کر ڈر گیا اور میں نے خاموشی اختیار کر لی تاہم حضرت اقدس کی خدمت میں اپنے مفصل حالات لکھے۔

حضرت اقدس کا جواب آیا کہ آپ اپنی تعلیم جاری رکھیں ۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کریں گے'' آگے فرماتے ہیں :

''میں کالج کے لیکچر روم کی گیلری میں اچھوت کی طرح ایک طرف الگ تھلگ اداس بیٹھا رہتا کیونکہ جس لڑکے کے ساتھ پروفیسر کلاس روم میں اس قسم کے مذاق کرے اور پوری کلاس کِھلکِھلا کر ہنس پڑے تو اس کا دل پڑھائی میں کیسے لگ سکتا ہے۔ چنانچہ میرا دل اکثر اداس اور مغموم رہتا لیکن حضرت اقدس کی دعاؤں کا سہارا ضرور تھا۔'' فرماتے ہیں :

''کالج کی تعلیم کا کورس دو برس کا تھا۔ کالج کے پانچ مضامین میں اول، دوم، سوم درجہ پر پاس ہونے پر تین تین انعامات ۲۵ روپیہ ۱۵ روپیہ اور ۱۰ روپیہ تھے جبکہ سرجری اور میڈیسن میں اوّل نمبر پر پاس ہونے پر دو چاندی کے تمغے مقرر تھے۔ اور کالج بھر میں اوّل نمبر پر پاس ہونے والے کے لئے سونے کا تمغہ مقرر تھا۔ جوں جوں امتحان قریب آتا جاتا، لائق فائق سٹوڈنٹس اپنی اپنی علمیت کے مطابق انعامات اور تمغہ جات آپس میں اپنے قیاس اور گمان کے لحاظ سے تقسیم کرتے رہتے۔ کوئی کہتا کہ چاندی کا تمغہ تو میں لوں گا۔ کوئی کہتا کہ سونے کا تمغہ تو فلاں لے گا وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ میں ایک طرف اداس بیٹھا ہوا اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا رہتا کہ اے خدا تعالیٰ مجھے تو پاس ہی کردے کیونکہ جس لڑکے کی کلاس میں پروفیسر ذلّت اور رسوائی کریں اس کا دل پڑھائی میں کیسے لگ سکتا تھا۔ اگر بھروسہ تھا تو خدا تعالیٰ کی ذات پر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے طفیل جن سے عریضے لکھ کر میں دعا کرایا کرتا تھا۔''

اب خدا تعالیٰ نے ان تمام مخالفین کی ذِلّت اور خفّت کا اور انہی کے سامنے آپ کی عزت اور اقبال مندی کا اپنی قدرت اور رحمت سے کیا سامان پیدا فرمایا یہ ایک دلچسپ اور ایمان افروز کہانی

ہے اس کی تفصیل آپ ہی کے قلم سے ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں۔

''فائنل امتحان لینے کیلئے وٹرنری محکمہ کے انگریز افسر بطور External Examiners (بیرونی ممتحن) کالج میں آیا کرتے تھے جو اردو زبان سے بھی کافی واقفیت رکھتے تھے۔ ہر بیرونی انگریز ممتحن کے پاس مضمون متعلقہ کا پروفیسر بیٹھ جاتا۔ ممتحن انگلش میں سوال کرتا۔ پروفیسر اردو میں لڑکے کو سوال کا ترجمہ کر کے بتا دیتا کہ اس بات کا جواب دو۔ لڑکے کا جواب اردو میں ہوتا جو کہ انگریز افسر خود سمجھتا۔ ضرورت ہوتی تو متعلقہ پروفیسر لڑکے کے جواب کا انگریزی ترجمہ بھی انگریز ممتحن کو بتا دیتا۔ تب انگریز ممتحن لڑکے کو مارکس یعنی نمبر لگا دیتا۔ اگر پروفیسر ضرورت محسوس کرتا تو اپنے ہفتہ وار امتحانوں کا رجسٹر دکھا کر اس لڑکے کو پاس کرا دیتا۔ ایک ایگزامینر مجھ سے قبل چند سٹوڈنٹس کو فیل کر چکا تھا۔ وہ صرف ایک ہی سوال پوچھتا تھا اور اس سوال کا جواب نہ تو ہماری کتب میں تھا اور نہ ہی کسی پروفیسر نے اپنے کسی لیکچر میں ہمیں سکھایا تھا۔ سوال یہ تھا کہ 'ایک گھوڑے کو پیریوڈک آفتھیلیا کا دَورہ پڑا کرتا ہے مگر وہ گھوڑا تندرست آنکھوں کے ساتھ ہمارے سامنے کھڑا ہے۔ ہم کس طرح معلوم کریں کہ اس گھوڑے کو اس مرض کا دورہ ہوا کرتا ہے؟' مجھ سے جب ایگزامینر نے یہ سوال کیا تو میں بہت گھبرایا۔ مگر یہ خیال کر کے کہ مرض آنکھوں کا ہے کچھ تو بولنا چاہئے۔ لہٰذا میں نے اپنی ایک آنکھ کو ذرا بھینچا اور آگے کچھ ابھی کہنے ہی نہ پایا تھا کہ ایگزامینر اپنی کرسی پر سے اچھل پڑا اور مضمون سے متعلق حاضر پروفیسر سے کہا کہ دیکھو بعینہٖ ایسا ہی حلقہ اس گھوڑے کی آنکھ کے گرد پڑا ہوتا ہے جیسا اس لڑکے نے بنایا ہے۔ ایگزامینر نے

مجھے کہا۔ آنکھ پہلے کی طرح دوبارہ بھینچو! جب میں نے دوبارہ آنکھ بھینچ کر دکھائی تو ایگزامینر نے مجھے اس سوال کے جواب میں پورے مارکس دے دیئے جس کے نتیجے میں مجھے مضمون میں فرسٹ آنے کا ۲۵ روپیہ انعام اور مزید چاندی کا میڈل بھی ملا۔ جب میری آنکھ کو دیکھ کر ایگزامینر اپنی کرسی سے اچھلا تو میں خود حیران تھا کہ اسے ہو کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھ عاجز پر یہ اتنا فضل و احسان فرمایا کہ میرے مخالف دشمن بھی ہمیشہ یادرکھیں گے"۔

آگے فرماتے ہیں:۔

"پھر جب تحریری امتحان شروع ہوا تو میں نے یہ کرشمۂ قدرت دیکھا کہ اگر میں نے ہزار صفحہ کی کتاب میں سے صرف تین چار سوال ہی یاد کئے ہوتے تھے تو ایگزامینر نے مجھ سے ان ہی میں سے سوال پوچھے اور پورا جواب پاکر مجھے اچھے مارکس دیئے۔ یہ بات کسی ایک مضمون کی نہیں بلکہ پانچوں مضامین میں پانچوں ایگزامینرز کی تھی۔ اوراس طرح خدا کے فضل سے مجھے تمام مضامین میں پانچوں انگریز ایگزامینرز نے فرسٹ رکھا۔ جب فائنل امتحان کا نتیجہ نکلا تو میں بفضل خدا پانچوں مضامین میں سے ہر ایک مضمون میں فرسٹ آیا اور پانچوں میں اول آنے پر اول درجہ کے پانچوں نقد انعامات میرے نام پر آئے اور چاندی اور سونے کے میڈلز بھی میرے نام آئے"۔

آپ کی اس غیر معمولی اور توقعات کے بالکل برعکس کامیابی پر دوسرے طلبہ پر کیسی کیسی قیامتیں ٹوٹ پڑیں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:۔

"نتیجہ کا نکلنا تھا کہ ہمارے وٹرنری کالج میں ایک کہرام مچ گیا اور شور پڑ

گیا کہ ارے وہ قادیانی مرزائی اوّل آگیا۔ غضب ہو گیا! جو لائق فائق لڑکے مثل شیر محمد اور قاضی محمد عمر جو کتابوں کے حافظ مشہور تھے وہ تو چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ تمام کالج میں ایک صفِ ماتم بچھ گئی گویا بم کا دھماکہ ہو گیا جبکہ اِدھر بندہ تو خدا تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر میں گر پڑا''۔

تاہم شر پسند عناصر اور آپ کے خلاف فتنہ بپا کرنے کے اصل ذمہ وار یعنی کالج کے پروفیسروں کے لئے بھی کچھ ذلّت مقدر تھی۔ اس بارے میں مکرم سید غلام حسین شاہ رقمطراز ہیں۔

''نتیجہ نکلنے پر تمام مخالف پروفیسروں نے منصوبہ بنایا اور ایک وفد بنا کر مجھے بھی ساتھ لے جا کر ایگزامینر ز کے پریذیڈنٹ کے کمرہ میں جا کر عرض کیا کہ حضور! یہ لڑکا غلام حسین تو بہت ہی نالائق ہے۔ اس نے تو کبھی ہفتہ واری امتحانات میں بھی پورے نمبر نہیں لئے مگر اس کو ہر مضمون میں اوّل Declare کیا گیا ہے۔ غالباً یہ کوئی چانس ہو گیا ہے اس کا امتحان دوبارہ لیا جائے۔''

اس پر ایگزامینرز کے پریذیڈنٹ نے سب پروفیسروں کے سامنے ریزلٹ شیٹ نکالا اور میز پر رکھ کر اور آپ کے نام کے سامنے پانچوں مضامین کا ریزلٹ دکھا کر کہنے لگا کہ 'Here فرسٹ' Here فرسٹ'۔ 'Here فرسٹ'-This can not be a chance یعنی جب یہ لڑکا پانچوں مضامین میں فرسٹ آیا ہے تو یہ کوئی اتفاق (چانس) نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ کسی ایک آدھ مضمون میں فرسٹ آجاتا تب چانس کہہ سکتے تھے۔ اِس پر پروفیسروں کے وفد نے دوبارہ عرض کیا کہ حضور یہ لڑکا تو بہت ہی نالائق ہے آپ اس کا امتحان دوبارہ لیں۔ یہ سننا تھا کہ پریذیڈنٹ نے وفد کو جھڑک کر کہا کہ ہم تمہارے کالج کے لڑکوں کے ساتھ ناانصافی کرنے کیلئے نہیں آئے۔ امتحان لینے کیلئے آئے تھے اور وہ ہم نے لے لیا ہے۔ ہم اس لڑکے کا

امتحان دوبارہ نہیں لیں گے۔اور پھر سختی سے بولا: Better, leave my office at once! Don't waste my time بہتر ہے کہ تم فوراً میرے دفتر سے نکل جاؤاور ہمارا وقت ضائع مت کرو۔

اس طرح پر مخالفین پروفیسر کا وفد جھڑکیاں کھا کر اور ذلیل و خوار ہو کر نامراد واپس آگیا۔

حسن خداوندی کا یہ جلوہ دیکھ کر آپ اس پر خدا تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانوں میں مجھ عاجز کا وجود بھی ایک نشان ہے جو برملا سب کے سامنے ظاہر ہوا۔ یعنی جو مخالف پروفیسر دو برس تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہنسی اڑاتے رہے اور ٹھٹھا کرتے رہے اور میرا مذاق اڑاتے رہے وہ بالآخر کتنے ذلیل و رُسوا ہوئے!''

اس دلچسپ اور الٰہی قدرتوں سے لبریز ڈرامے کا آخری سین آپ کیلئے اتنا ہی رُوح افزا اور آپ کے مخالف طلبہ اور اساتذہ کیلئے اتنا ہی رُوح فرسا تھا جتنی کہ توقع تھی۔ چنانچہ اس کی عکاسی کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

''اپریل ۱۹۰۰ء میں لیفٹیننٹ گورنر پنجاب نے انعامات پنجاب وٹرنری کالج میں آکر تقسیم کئے۔ عرف عام میں اس زمانہ میں 'لارڈ' کی نسبت سے گورنر کو 'لاٹ صاحب' کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا تھا۔اعلان کر کے مجھے پکارا گیا اور حاضر ہونے پر مندرجہ ذیل انعامات مجھے لیفٹیننٹ گورنر صاحب نے عطا کئے۔

۱۔تمام کالج میں فرسٹ آنے پر سونے کا میڈل جس پر میرا نام کندہ ہے۔

۲۔چاندی کا میڈل میڈیسن میں نیز فرسٹ آنے پر نقد انعام ۲۵ روپیہ۔

۳۔ اناٹمی اور فزیالوجی کے مضمون میں فرسٹ آنے پر سرٹیفکیٹ اور اوّل درجہ کا نقد انعام مبلغ ۲۵ روپیہ۔

۴۔ بوائن پتھالوجی کے مضمون میں فرسٹ آنے پر سرٹیفکیٹ اور اوّل درجہ کا نقد انعام مبلغ ۲۵ روپیہ۔

۵۔ سرجری کے مضمون میں فرسٹ آنے پر سرٹیفکیٹ اور اوّل درجہ کا نقد انعام مبلغ ۲۵ روپیہ۔

۶۔ پریکٹیکل سرجری میں فرسٹ آنے پر ڈاؤسن صاحب کا سرٹیفکیٹ اور اوّل درجہ کا نقد انعام مبلغ ۲۵ روپیہ۔

غرضیکہ دونوں گولڈ اور سلور میڈلز اور پانچوں سرٹیفکیٹس اور پانچوں نقد انعامات سے میری جھولی بھر گئی"۔

آپ کی اس عظیم الشان کامیابی پر پروفیسروں نے اپنے غم و غصہ کا اظہار کیسے کیا اور کس طرح ایک ہارے ہوئے جواریئے کی طرح وہ خود اپنے مونہوں سے شکست کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس بارے میں مکرم سید غلام حسین شاہ صاحبؓ فرماتے ہیں:

"تقریبِ تقسیم انعامات کے اختتام پر میں اپنے پروفیسروں کو الوداعی سلام کرنے کیلئے حاضر ہوا کہ نہ جانے اب پھر کب ملاقات ہو گی۔ میرے حاضری دینے پر پروفیسر صاحبان حسد سے جل گئے اور مجھے بولے 'تو تے سمجھدا ہونا اے کہ تیرے مرزا دا معجزہ ہے!' میں نے مؤدّبانہ عرض کیا کہ 'معجزے کے سر پر سینگ تو نہیں ہوتے اگر یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟ معجزہ تو ضرور ہوا۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہوا۔ آپ کے کالج میں ہوا۔ آپ کے بدست ہوا۔ پھر بھی آپ نہ

مانیں تو کیا علاج! اس پر پروفیسروں نے کہا 'ہُن توں جِت گیا اے جو مرضی کہندا پھر'! (یعنی اب تم جیت گئے ہو جو مرضی کہتے پھرو) بالآخر میں الوداعی سلام کر کے چلا آیا''۔

آگے فرماتے ہیں

''آخر پر بندہ تو قادیان آگیا اور اپنے جملہ انعامات کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا اور کچھ نقدی بطور نذرانہ پیش کی تو حضورؑ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں''۔

('آپ بیتی' سے اقتباس بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۱۹۹۷ء)

نشان۔۳

"میرا خدا قادر ہے کہ مجھے یہ تمغہ دلا دے"

احمدیت کے ایک باغیرت سپاہی کا اپنے مخالفین کو چیلنج

اب احمدیت کے ایک نڈر سپوت کے موردِ نصرت الٰہی ہونے اور اس کے مخالف انگریز افسر پر نازل ہونے والے قہر الٰہی کا ایک ایسا واقعہ درج کیا جاتا ہے جو ایک طرف اللہ تعالیٰ کی اپنے سچے دین کیلئے بے پناہ غیرت کا ثبوت مہیا کرتا ہے اور دوسری طرف اس کی اپنے عاجز بندوں کیلئے تائید ونصرت کا چمکتا ہوا نشان ظاہر کرتا ہے۔ اس باب کے پہلے حصہ میں الحاج عبدالکریم (مسٹر اے کے احمدی) کا واقعہ بیان کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے کس طرح ایک امریکن عیسائی پادری کا بعض مصری مسلمانوں کو عیسائیت کے دام تذویر میں پھنسانے کا منصوبہ ناکام کر دیا۔ اسی واقعہ کے تسلسل میں یہ دوسرا واقعہ رونما ہوا۔ یاد رہے کہ یہ انتہائی دلچسپ اور خدا کی لامحدود قدرتوں اور طاقتوں کا پتہ دینے والی روئداد اس زمانہ کی ہے جب ہندوستان پر انگریزی حکومت کی عملداری تھی اور انگریزی فوجیں مصری محاذ پر برسرپیکار تھیں۔ اب اس کی تفصیل خود مسٹر اے کے احمدی کی زبانی سنئے آپ بیان فرماتے ہیں۔

"جب میں برٹش آرمی میں اپنی ملازمت کے دوران مصر میں مقیم تھا تو وہاں کے امریکن مشن کے ایک ۷۵ سالہ بوڑھے پادری کے ساتھ میری کامیاب گفتگو کے نتیجے میں پندرہ بیس قبطی مسلمان جو بپتسمہ لینے ہی والے تھے عیسائی ہونے سے بچ گئے۔ اپنی اس ناکامی کا بدلہ لینے کیلئے اس پادری نے میرا پیچھا کیا اور میں جس سیکشن میں بطور ہیڈ کلرک ملازم تھا اس کے افسر انچارج کپتان رائٹ سے ملکر اسے اُکسایا اور اس بات پر آمادہ کر لیا کہ مجھے سزا دلوا کر واپس ہندوستان بھجوا دیا جائے"۔

اُس کپتان نے پادری کی باتُ پر یوں عمل کیا کہ آپ فرماتے ہیں: "کپتان رائٹ نے مجھے بلانے

کیلئے گھنٹی بجائی (میرے لئے چھ گھنٹیاں مقرر تھیں) میرا کمرہ ان کے کمرے سے کچھ فاصلے پر تھا۔ میں ابھی اپنے کاغذات تیار کر کے چپڑاسی کو دے ہی رہا تھا کہ کپتان نے گھنٹی بجا کر ایک دوسرے ہیڈ کلرک کو بلا لیا جس کا کمرہ اس کے کمرے کے بالکل قریب تھا۔ چنانچہ میں راستے سے ہی واپس چلا گیا۔ اس پر کپتان موصوف نے میرے خلاف شکایت کر دی اور مجھے وارننگ دے دی گئی۔ اس طرح اوپر تلے تین دفعہ شکایت کر کے کپتان نے مجھے تنبیہ دلوائی اور پھر ایک دن سفارش کی کہ میرا کورٹ مارشل کیا جائے۔ جس پر مجھے نظر بند کر دیا گیا۔ جو چارج شیٹ مجھے دی گئی اس میں یہ درج تھا کہ میں نے کپتان رائٹ کی چار دفعہ حکم عدولی کی ہے اور یہ کہ میں فلاں تاریخ کو حاضر ہو کر اپنی صفائی پیش کروں۔" آگے فرماتے ہیں:

"جس روز فیصلہ ہونا تھا اس سے ایک دن قبل کپتان رائٹ نے دفتر میں اعلان کر دیا کہ کل مسٹر احمدی (میں نے فوج میں بھرتی ہونے کے معاً بعد ایک شخص کے یہ بڑ مارنے پر کہ ہم احمدیت کو مٹا کر دم لیں گے۔ اپنا نام اے کے احمدی رکھ لیا تھا) کو چھ ماہ کی سزا ہو جائے گی بلکہ ایک مصری احمدی دوست السید علی حسن صاحب (جو میرے ذریعے ہی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے تھے) جب میس Mess میں کھانا کھانے گئے تو بعض مخالف ہیڈ کلرکوں نے انہیں یہاں تک طعنہ دیا کہ کل تمہارے مولوی کو آئی ایم ایس ایم (India Meritorious service Medal) کا تمغہ ملے گا (یہ تمغہ حسنِ کارکردگی کی بنا پر ملتا ہے) السید علی حسن اُسی وقت اٹھ کر میرے پاس پہنچے اور بتانے لگے کہ مخالفین یوں طنز یں کر رہے ہیں۔ میں نے اُن سے اُسی وقت کہہ دیا کہ آپ میس میں جا کر اعلان کر دیں کہ

'میرا خدا قادر ہے کہ مجھے ان مخالف حالات کے باوجود آئی۔ ایم۔ ایس

ایم کا تمغہ دلا دے'۔

آپ کے اس اعلان پر مخالفین خوب قہقہہ مار کر ہنسے اور کہنے لگے کہ یہ تو جیل میں جارہا ہے اور خوابیں تمغے کی دیکھ رہا ہے۔اب کس طرح قادر اور غیور خدا نے اپنے غائبانہ تصرف سے اور بالکل غیر متوقع طور پر آپکی بریت اور عزت کے سامان بہم پہنچائے اور آپکے منہ سے نکلے ہوئے وہ کلمات معجزانہ رنگ میں پورے فرما کر آپ کے مخالفین کو شرمندہ و شرمسار کیا، ایک ایمان افروز داستان ہے جو ایک طرف خدائے غیور کی لا محدود قدرتوں کا پتہ دیتی ہے دوسری طرف اس کے اپنے عاجز بندے پر اپنے فضل و کرم کی آئینہ دار ہے چنانچہ اس کی تفصیل بتاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''وہ ساری رات میں نے جاگ کر دعاؤں اور نوافل میں گذاری۔ اگلے دن فوجی عدالت میں میری پیشی تھی۔ کپتان رائٹ بھی مدعی کی حیثیت سے کمرۂ عدالت میں موجود تھا۔ جب عدالت کے جج نے مجھے بُلا کر اپنی صفائی پیش کرنے کیلئے کہا تو میں نے وہ سارا قصہ جو اصل حقیقت تھا بیان کر دیا۔ جج نے گواہ پیش کرنے کیلئے کہا تو میں نے عرض کیا کہ افسر انچارج کے خلاف کون گواہی دے گا۔ اس پر جج کہنے لگے 'تو پھر میں تجھے مجرم قرار دیتا ہوں' اور ابھی وہ اس سے آگے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ جنرل شوٹ (جو ہمارے کمپنی کمانڈر تھے) کا فون آگیا۔ اس نے جج سے دریافت کیا کہ کیا کوئی مقدمہ مسٹر احمدی کے خلاف چل رہا ہے۔ جج نے جواب دیا۔ ہاں حضور! اور میں ابھی اس کا فیصلہ سنانے لگا ہوں۔ اس پر جنرل شوٹ نے کہا 'تم فیصلہ مت سناؤ بلکہ مقدمہ کے جملہ کاغذات لیکر میرے پاس آجاؤ'۔ یہ سن کر جج نے اسی وقت کاغذات لئے اور جنرل شوٹ کے پاس چلا گیا''۔

اِدھر خدا نے تو جج کو فیصلہ سنانے سے روک دیا۔ مگر کپتان رائٹ اپنی ناپاک سازش کی

کامیابی پر ابھی تک ایسا مطمئن تھا کہ الحاج احمدی صاحب کو کہنے لگا: ’مسٹر احمدی ہمارا آپس میں اچھا وقت گذرا ہے۔ افسوس ہے کہ اب تم جیل میں جا رہے ہو‘، آپ فرماتے ہیں اس کی یہ بات سن کر میرے منہ سے آناً فاناً یہ الفاظ نکلے۔

Mr wright, you are wrong ! you are nothing but a dead worm on the face of the earth. I trust my God who is a living God. He shall elevate me and degrade you.

یعنی ’مسٹر رائٹ ! تم غلط سمجھے ہو۔ تمہاری حیثیت اس زمین کے اوپر ایک مرے ہوئے کیڑے سے زیادہ نہیں ہے۔ جہاں تک میرا سوال ہے تو میرا بھروسہ اپنے خدا پر ہے جو زندہ خدا ہے۔ وہ مجھے ترقی بخشیگا اور تمہیں تنزل کا نشانہ بنائے گا‘

اب اس درویش بندۂ خدا کی بھی سنیں کہ خدا نے اسے کیسی عزت بخشی اور ایمانی جرأت سے بھرے ہوئے آپ کے منہ سے نکلے ہوئے اِن کلمات کو کس عجیب و غریب رنگ میں پورا کر کے دکھا دیا، اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:۔

”ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ جج کاغذات سمیت واپس پہنچ گیا اور ہمیں مخاطب ہو کر بولا ’تم دونوں کو جنرل صاحب بلا رہے ہیں‘۔ جب ہم جنرل شوٹ کے دفتر میں پہنچے تو پہلے انہوں نے مجھے بُلایا۔ عزت سے کرسی پر بٹھایا اور کہنے لگے کیا تم بریگیڈیئر کڈ کو جانتے ہو۔ میں نے کہا جناب میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ بولے ’ان کا تار آیا ہے۔ وہ آپ کو اپنے بریگیڈ میں چیف کلرک کی آسامی پر رکھنے کیلئے طلب کر رہے ہیں۔ ایک سو روپیہ ماہوار بطور الاؤنس زیادہ ملے گا۔ کیا آپ جانے کیلئے تیار ہیں‘۔ میں نے جواب دیا۔ ’جی ہاں ! کیوں نہیں۔ میں بالکل تیار ہوں‘“۔

آپکے اس جواب پر جنرل شُوٹ نے بریگیڈ میجر کو بلایا اور کہا کہ ’مسٹر احمدی کیلئے

بریگیڈ ئر کڈ کو تار دے دو کہ وہ آرہے ہیں اور تم مسٹر احمدی کو ترقی کے آرڈر کے علاوہ ریلوے کا وارنٹ اور ایک اردلی ساتھ دے دو جو انہیں چھوڑ آئے "۔

آپ فرماتے ہیں:۔

''میں تو یہ سُن کر اپنے اللہ تعالیٰ کا ہزار شکر بجالایا۔ اِدھر کپتان رائٹ کے ساتھ کیا ہوا وہ بھی سن لیں۔ جب جنرل صاحب نے اسے اندر بلایا تو اپنے سامنے کھڑا کر کے پہلے تو اسے یہ کہا۔

جنرل: تم کون ہو۔

رائٹ: رائٹ۔ سر۔

جنرل: تم رائٹ [1] (یعنی درست) نہیں ہو۔ جج مجھے بتا گیا ہے کہ تم نے پادریوں کے کہنے پر مسٹر احمدی کے خلاف جھوٹا مقدمہ کھڑا کیا ہے اور جج سے کہا ہے کہ اسے چھ ماہ کی قید ضرور دے دو۔ کیا تم نے سٹاف کا امتحان پاس کیا ہے۔

رائٹ۔ جی ہاں۔

جنرل: میں تمہارے اس امتحان کو منسوخ کرتا ہوں اور تمہارا ماہوار الاؤنس بند کرتا ہوں۔ اور تمہیں دفتر کی بجائے محاذ پر بھیج رہا ہوں'۔''

تو یہ تھی اس خدائے ذوالجلال کی قدرت جس نے آن کی آن میں تمام کایا پلٹ کر رکھ دی اس کا دفتر کے دیگر ملازمین پر کیا اثر ہوا۔ دوسری طرف کپتان رائٹ نے اپنے انتقام کی آگ کو کیسے ٹھنڈا کیا۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں۔

''اِدھر جب میں اپنی ترقی کا پروانہ لیکر اور کپتان رائٹ اپنی تنزلی کے آرڈر لیکر دونوں باہر نکلے تو دفتر کے ملازمین ہماری طرف دوڑے اور پوچھنے لگے کہ کیا فیصلہ ہوا ہے۔ میرے بتانے پر کہ میں ہیڈ کلرک سے چیف کلرک بن گیا ہوں اور مجھے سو روپے الاؤنس بھی زیادہ ملے گا۔ وہ

---

[1] اس کا اصل نام Wright تھا اور یہی تلفظ ہجوں کی تبدیلی کے ساتھ لفظ Right کا ہے جس کے معنی ٹھیک یا درست کے ہیں۔

بڑے حیران ہوئے اور خیال کرنے لگے کہ میرا دماغی توازن بگڑ گیا ہے کیونکہ وہ تو میرے منہ سے چھ ماہ قید کی خبر سننے کے منتظر تھے۔ دوسری طرف کپتان رائٹ اور تو کچھ نہ کر سکا اس نے اپنا غصہ نکالنے اور مجھے نقصان پہنچانے کی نیت سے یہ کیا کہ جہاں میں جا رہا تھا وہاں کے بریگیڈ میجر کو لکھ دیا کہ مسٹر احمدی عیسائیت کا دشمن ہے اور میری تنزلی کا باعث ہوا ہے۔ اسے ہرگز چیف کلرک کی آسامی پر نہ رکھا جائے''۔

اس کے بعد کیا ہوا۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:۔

''جب بریگیڈیئر کڈ کو میری آمد کے بارے میں تار ملا تو وہ اس وقت دو ہفتوں کیلئے کسی خاص ڈیوٹی پر جا رہا تھا وہ جاتے ہوئے بریگیڈ میجر کو کہہ گیا۔

Mr. Ahmadi is coming. See that he is not put to any trouble. (کہ مسٹر احمدی آ رہا ہے اور اس کیلئے خاص طور پر دیکھنا کہ اسے کوئی تکلیف پیش نہ آئے) '' آگے فرماتے ہیں:

''میں جب اپنی نئی ڈیوٹی پر پہنچا تو میرے ساتھ ہی کپتان رائٹ کا لکھا ہوا میرے خلاف خط بھی بریگیڈ میجر کو مل گیا۔ اس نے یہ کیا کہ سٹاف کپتان کو چودہ دنوں کی رخصت پر بھیج دیا اور مجھے اس کی جگہ کام کرنے کو کہا۔ جب بریگیڈئر کڈ واپس آئے تو اس نے انہیں کپتان رائٹ والا خط دکھایا۔ بریگیڈئر موصوف نے وہ خط پڑھتے ہی یہ کہہ کر پھاڑ دیا کہ میں مسٹر احمدی کو جانتا ہوں اور پھر مجھے چیف کلرکی کے عہدے کا چارج دے دیا۔'' آگے فرماتے ہیں:

''میں نے چارج تو لے لیا مگر میں نے دیکھا کہ میرے آنے سے چار

کلرک فالتو ہو گئے ہیں۔ لہٰذا میں بریگیڈئر کڈ صاحب کے پاس گیا اور انہیں دوستانہ طور پر کہا کہ جناب آپ کے پاس تو پہلے ہی سٹاف زیادہ ہے۔ آپ نے مجھے کیوں اپنے پاس بلایا ہے۔ میری بات سن کر وہ ہنس کر بولے اور کہنے لگے 'مسٹر احمدی! بات یہ ہے کہ تین ماہ ہوئے جب میں بریگیڈئر بنا تھا تو آپ نے مجھے مبارک بادی کا تار بھیجا تھا۔ اُس وقت تو میں آپ کا شکریہ نہ ادا کر سکا۔ اب مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ آپ کو اپنے پاس بلا لوں۔ جنرل شُوٹ میرے دوست ہیں۔ اب میں آپ کا مبارکبادی کے لئے شکریہ بھی ادا کرتا ہوں اور آپ میرے پاس بھی رہیں گے۔" آگے فرماتے ہیں:

''میں نے جب انہیں اپنے مقدمہ کا حال سنایا اور بتایا کہ کس طرح عین وقت پر ان کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے مجھے نہ صرف ذلّت سے بچا لیا بلکہ سروس میں بھی ترقی بخشی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ میں نے انہیں مزید کہا کہ چونکہ آپ اِس اعتبار سے خدا تعالیٰ کے اس نشان کا حصہ ہیں اس لئے اب میں تہجد کی نماز میں چالیس روز تک آپ کی ترقی کیلئے دعا کروں گا۔" آگے فرماتے ہیں:

''خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ میرے اِس چالیس روزہ دعا کے اختتام پر ابھی پانچ دن ہی اوپر ہوئے تھے کہ آرمی گزٹ میں یہ اعلان شائع ہوا کہ 'بریگیڈئر کُڈ کو D.S.O یعنی Distinguished Order Service کا اعزاز دیا گیا ہے'۔ جب میں انہیں اس اعزاز پر مبارک باد دینے گیا تو وہ کہنے لگے۔

'مسٹر احمدی! یہ تمہاری چالیس روزہ دعا کا نتیجہ ہے'۔"

دوسرا خدا تعالیٰ کا فضل بلکہ اس کا معجزانہ تصرف یہ ہوا کہ اس واقعہ پر چند روز ہی گذرے

تھے کہ ایک اور گزٹ خود آپکے متعلق شائع ہوا جو یہ تھا کہ ۔

’مسٹر احمدی کو کمانڈر انچیف کی طرف سے آئی ایس ایم کا تمغہ عطا کیا گیا ہے‘۔

آپکو بعد میں معلوم ہوا کہ بریگیڈیر کُڈ صاحب نے اپنی طرف سے ہی (اور یقیناً خدائی تصرف کے ماتحت) آپکے بارے میں حسنِ کارکردگی کی رپورٹ کرتے ہوئے اِس تمغہ کیلئے سفارش کی تھی۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اِس عاجز بندے کے حق میں اُن الفاظ کے پُورا کرنے کا سامان بہم پہنچا دیا جو کچھ عرصہ پہلے مخالفین نے طنزاً اپنے مونہوں سے نکالے تھے۔ **فالحمد لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلک**

یوں اپنے اوپر ہونے والے فضلِ خداوندی کا الحاج احمدی صاحب نے کس طرح شکر ادا کیا اور اپنے مخالفین کو کیسے شرمسار کیا۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں۔

’’تحدیثِ نعمت کے طور پر مخالفین کو خدا تعالیٰ کی قدرت اور غیرت کا تماشا دکھانے کیلئے میں تمغہ ملنے کے بعد چند روز کی رخصت لیکر اپنے پہلے دفتر میں گیا اور اپنے احمدی مصری دوست السید علی حسن کے ساتھ تھوڑی دیر کیلئے ان مخالف کلرکوں کے دفتروں میں گھُوما تاکہ وہ خدا تعالیٰ کے اس نشان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں‘‘۔

(ملخص از ’برہان ہدایت‘ مؤلفہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر)

نشان۔۴

''تم اور تمہاری بیوی اسی رمضان کے اندر اندر تائب ہو جاؤ ورنہ۔۔۔''

ایک مقامی معاند مولوی کا ایک نو احمدی گھرانے کو انتباہ اور الٰہی نشان کا ظہور

اللہ تعالیٰ کی غیرت اپنے ایک کمزور عاجز، بےکس اور بے بس بندے کیلئے کیسے بھڑکی۔ اس سے تعلق رکھنے والا ایک نشان، پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف اٹھنے والے 1974 کے فسادات اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے سنگین حالات کے دوران رونما ہوا چنانچہ مرولیانوالہ ضلع سرگودھا کے ایک مقامی مخالف اور معاند مُلّا مولوی حمید الدین کے بارے میں مکرم زاہد مسعود احمد صاحب رقمطراز ہیں۔

''جلسہ سالانہ 1983ء[1] کے بعد جب میں ابھی مرولیانوالہ میں ہی تھا تو میری بیوی کو بھی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ اس نے جلسہ سے واپس آکر فوراً ہی بیعت کا خط لکھ دیا۔ اب خدا کا کرنا یہ ہوا کہ جب فروری 1984 میں اس کی منظوریٔ بیعت کا خط آیا تو ڈاکیا وہ خط بجائے ہمارے گھر دینے کے ازراہِ شرارت وہاں کے ایک مخالف اور معاند مولوی حمید الدین کے پاس لے گیا۔ بس پھر کیا تھا مولوی حمید الدین کے ہاتھ میں تو جیسے سونے کی چڑیا آگئی۔ اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں وہ تو پہلے ہی

[1] یہ ربوہ میں منعقد ہونے والا آخری جلسہ سالانہ تھا اس کے بعد حکومت پاکستان نے نہ صرف اس سالانہ جلسہ پر پابندی لگادی بلکہ ربوہ میں ہر قسم کے چھوٹے اور بڑے اجتماعات کو ممنوع قرار دے دیا گیا اور یہ پابندی تا حال جاری ہے۔ جب کہ مخالفین احمدیت اور شرپسند عناصر وہاں بدستور اپنے جلسے منعقد کرتے رہتے ہیں جن میں وہ برملا اشتعال انگیزی کرتے اور اہل ربوہ کو دھمکیاں دے کر امن وامان کی صورت خراب کرتے رہتے ہیں مگر حکومت یہ سب کچھ دیکھ اور سن کر بھی انہیں کچھ نہیں کہتی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مخالفت میں ادھار کھائے بیٹھا تھا۔ اب جو اُسے میری بیوی کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ بھی احمدی ہو گئی ہے تو اس نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ اور سارے گاؤں میں اعلان کر دیا کہ اس گھر (یعنی خاکسار کے گھر) والوں کا بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے ایک رقعہ لکھ کر مجھے یہ بھی دھمکی دی کہ 'تم اور تمہاری بیوی اسی رمضان (یہ رمضان المبارک اس سال ماہ مئی / جون میں آنے والا تھا) کے اندر اندر احمدیت سے تائب ہو جاؤ ورنہ تم بیوی بچوں سمیت سخت ذلیل اور رسوا ہو جاؤ گے'۔"

رقعہ پڑھ کر آپکی جو حالت ہوئی وہ خدا ہی جانتا ہے۔ اس وقت اور اس حالت میں آپکو اور تو کچھ نہ سوجھا۔ آپ نے اُسی رقعہ کے دوسری جانب یہ الفاظ لکھ کر اسے وہ واپس بھجوا دیا کہ

'اگر نعوذ باللہ میں اور میری بیوی غلط راستے پر ہیں تو بے شک اللہ ہمیں ذلیل اور رسوا کرے لیکن اگر ہم صحیح راستے پر ہیں اور تم جھوٹے ہو تو میں دعا کرتا ہوں کہ میرے بدلے تم کو میری بیوی کے بدلے تمہاری بیوی کو اور میرے بچوں کی بجائے تمہارے بچوں کو وہی رسوائی اور ذلت نصیب ہو جو تو نے ہمارے لئے تجویز کی ہے'۔

بے کس اور بے بس اس احمدی کے قلم سے یہ دعا کچھ ایسے درد اور اضطراب کے ساتھ نکلی کہ سیدھی عرش الٰہی پر جا پہنچی اور عرش کے خدا نے اسے قبول فرما کر اپنی قہری تقدیر جاری فرما دی۔ اس کی دردانگیز تفصیل مکرم زاہد مسعود صاحب یوں بیان کرتے ہیں:۔

" جب رمضان المبارک آیا تو مولوی حمید الدین کا لڑکا کسی اپنے استاد سے قرآن کریم پڑھ رہا تھا۔ پڑھتے پڑھتے اچانک اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ معلوم ہوا کہ اس کی آنکھوں کا نُور جا تا رہا ہے۔ چنانچہ اس بچے کو ٹیکسلا لے جایا گیا جہاں اس کی آنکھوں کا اپریشن ہوا۔ اس اپریشن کے نتیجہ میں کچھ دھندلی سی روشنی عود تو کر آئی مگر اصل بینائی واپس نہ آئی۔"

پھر اُسی رمضان المبارک میں مولوی حمید الدین کی بیوی کی انگلی پر ناسور کی قسم کی کوئی چیز نکل آئی جو ہر قسم کے علاج معالجہ کے باوجود بڑھتی چلی گئی۔ آخر اسے لاہور لیجانا پڑا مگر اس عرصہ میں اس بیماری کا زہر اتنا آگے سرایت کر چکا تھا کہ ڈاکٹروں نے بازو کو کندھے سے کاٹنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ وہ بازو کاٹا گیا اور اسکی بیوی کی زندگی میں ہی دفن کیا گیا۔

اب رہ گئے تھے مولوی حمید الدین صاحب۔ ان پر غضب الٰہی کی لاٹھی یُوں چلی کہ اسی رمضان المبارک کے آخری روز جب وہ صبح کی نماز پڑھانے جا رہے تھے تو رات کو معمولی سی بارش سے راستے میں کچھ پھسلن ہو چکی تھی اچانک ان کا پاؤں پھسلا۔ وہ گرے اور گرتے ہی ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اب دیکھنے والی بات ہے کہ آن کی آن میں مولوی حمید الدین پر یہ مصیبتوں کے پہاڑ اچانک کیوں ٹوٹ پڑے اور وہ بھی ایک ماہ کے اندر اندر اور نہ صرف وہ خود اِن کا نشانہ بنا بلکہ اس کی بیوی اور بیٹا بھی اس مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔ کیا یہ محض اتفاق ہے اگر اس سارے معاملے کو اس تناظر میں دیکھا جائے کہ اس نے حضرت مہدی پاک پر ایمان لانے والے ایک گھرانے کو اسی ماہ کے اندر اندر خطرناک نتائج کی دھمکی دی تھی تو صاف کھل جاتا ہے کہ مولوی حمید الدین پر یہ ذلتوں اور مصیبتوں کی مار کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھا بلکہ غیور اور قادر خدا کی طرف سے آنے والا ایک آسمانی عذاب تھا جو خود اس کی بدبختی کے نتیجے میں اس پر اور اس کے گھر کے دیگر افراد پر وارد ہوا۔ فاعتبروا۔[1]

(ملخص از خطاب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع بر موقعہ جلسہ سالانہ یو کے 1995ء)

---

[1] مولوی حمید الدین کے حق میں حضرت بانئ سلسلہ کا وہ اِنذاری کلام پورا ہوا جس میں خدا تعالیٰ نے آپکو اپنے مخالفین کی شرپسندانہ اور ایذا رسانی پر مبنی کاروائیوں کے بارے میں الہاماً اطلاع دی تھی کہ

"مجھے خدا نے اپنے الہام سے یہ بھی خبر دی ہے کہ جو شخص تیری طرف تیر چلائیگا میں اُس تیر سے اُسی کا کام تمام کر دونگا"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۰۲)

نشان ۔۵

''اب محمد حیات کی ٹانگ ضرور ٹوٹے گی''

ایک اَور معاندِ احمدیت کا ہمیشہ کیلئے منہ بند ہو گیا

اپنے مڑولیانوالہ میں قیام کے دوران کا اسی قسم کا ایک اور عبرتناک واقعہ بھی مکرم زاہد مسعود صاحب نے بیان کیا ہے چنانچہ اپنے مکتوب بنام سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع میں وہ بیان کرتے ہیں۔

''میں نے حضور انور کا جلسہ سالانہ 1983 کا خطاب اپنے ایک غیر احمدی دوست کو سننے کیلئے دیا۔ میرے اس دوست کے والد کا نام محمد حیات ہے اور یہ مولوی حمید الدین کا خادم ہے۔ محمد حیات نے کہا کہ آئندہ میرے بچوں کو ایسی کیسٹ نہ دینا اور اس کے ساتھ ہی مجھے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو نہایت گندی گالیاں دیں۔ میں نے کہا' چچا! مجھے جو کچھ کہنا ہے کہہ لو لیکن میرے امام کو گالیاں نہ دو۔ آپ کا کوئی نقصان نہ ہو جائے'۔ اس پر وہ فوراً بولا 'تمہارا مہدی میری ٹانگیں توڑ دے'

یہ سن کر تیں خاموشی سے گھر آ گیا اور بیوی سے کہا کہ اب محمد حیات کی ٹانگ ضرور ٹوٹے گی۔ اس کے بعد میں تو مڑولیانوالہ سے چک ۸۷ ش آ کر آباد ہو گیا۔ وہاں ایک دن مجھے یہ خبر ملی کہ محمد حیات گدھے سے گرا ہے اور اس کا کولہا ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے فوراً اپنی بیوی کو بتایا۔ اس نے کہا مجھے تو تب تسلی ہو گی کہ تم خود جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھو۔ چنانچہ میں دو دوستوں کو لیکر مڑولیانوالہ پہنچا۔ وہاں ہم نے دیکھا کہ محمد حیات اپنے گھر کے سامنے بیساکھیوں کے سہارے چلتا آ رہا ہے۔ میں نے حال پوچھا تو غصے سے بغیر جواب دیئے آگے چلا گیا۔''

(خطاب بر موقع جلسہ سالانہ یوکے ۱۹۹۵ء)

نشان ۶

''خدا کا نشان پورے جلال کے ساتھ ظاہر ہوا''

محمد صدیق مستری کو منہ مانگی مراد مل گئی

اسی طرح کا ایک اور عبرتناک نشان شیخوپورہ کے ایک گاؤں میں بھی ظاہر ہوا۔ اس کے متعلق شیخوپورہ کے ایک احمدی دوست محمد ایوب لکھتے ہیں۔

''ہمارے گاؤں میں ایک آدمی محمد صدیق مستری تھا۔ اس کو ہم بہت تبلیغ کرتے تھے۔ وہ جماعت کے بہت خلاف تھا۔ وہ یہاں تک کہتا تھا کہ اگر مرزا صاحب مجھے بازو سے پکڑ کر کہیں کہ احمدی ہو جاؤ میں تب بھی احمدی نہیں ہوں گا یا وہ سچے ہیں تو ان سے کہو کہ میری ٹانگیں توڑ دیں۔

اس پر میری تائی جان نے اسے سمجھایا کہ توبہ کرو ایسے نشانات نہیں مانگتے لیکن میری تائی جان نے ہی رؤیا میں دیکھا کہ صدیق دونوں ٹانگوں سے محروم ہو گیا ہے اور بازو سے بھی۔ میری تائی جان نے یہ خواب سب کو سنایا ان دنوں گاؤں میں مخالفت زوروں پر تھی۔ تائی جان صدیق کے گھر گئیں اور اسے کہا کہ اب بھی وقت ہے توبہ کر لو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان لو۔ مجھے خدا نے دکھا دیا ہے کہ تمہاری منہ مانگی سزا تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ مگر اس نے توبہ نہ کی اور بدزبانی پر اصرار کرتا رہا۔ چنانچہ خدا کا نشان اپنے پورے جلال کے ساتھ ظاہر ہوا۔ اس آدمی پر فالج کا حملہ ہوا۔ ٹانگیں اور بازو دونوں جاتے رہے۔ نہ ہاتھ سے کھانا کھا سکتا تھا، نہ لیٹ سکتا تھا۔ ہم اس کی خبر گیری کیلئے گئے تو رو رو کر کہہ رہا تھا مجھے ٹھیک کرا دو۔ لیکن خدا کا فیصلہ اٹل تھا اور توبہ کا وقت گزر چکا تھا۔''

(خطاب برموقع جلسہ سالانہ یو۔ کے ۱۹۹۵ء)

نشان ۔۷

"باز آجا ورنہ مارا جائے گا"

ایک درویش احمدی کا ایک گالیاں دینے والے کو انتباہ

مکرم فقیر اللہ صاحب پٹواری[1] اپنے مکتوب مورخہ 4.1.78 میں لکھتے ہیں۔

"غالباً 1957 کی بات ہے کہ میں حلقہ کرتو پنڈوری ضلع شیخوپورہ میں پٹواری نہر تھا۔ اسی سلسلے میں سرکاری کام سے ایک دفعہ جب میں موضع تنگل دونا سنگھ میں گیا تو ایک شخص حیدر نامی سے گفتگو ہوئی۔ وہ جوش میں آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دینے لگا۔ میں نے بھی جوش میں آکر اسے کہہ دیا کہ تو منہ بند کر ورنہ مارا جائے گا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ اس کے چند دن بعد ہی خدا کا کرنا کیا ہوا کہ اس کے دو بیٹوں کے ہاتھوں ایک قتل ہو گیا جس کے نتیجے میں ان دونوں پر مقدمہ بن گیا۔ وہ شخص اسی غم میں نڈھال ہو کر 15 دن کے اندر راہی ملک عدم ہو گیا"۔

(مکتوب نمبر ۲ مورخہ 4.1.78)

دو اَور عبرتناک واقعات

پچھلے صفحات میں حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کے ایک رفیق مکرم ٹھیکیدار غلام رسول صاحبؓ کا بیان کردہ ایک واقعہ درج ہوا ہے جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ کس طرح ان کے انگریز افسر نے خدا تعالیٰ کی قدرت کا نشان دیکھ کر برملا اس امر کا اعتراف کیا کہ غلام رسول کا خدا بڑا زبردست خدا ہے یہاں ان کے بیان کردہ دو اَور واقعات درج کئے جاتے ہیں جو بتاتے ہیں کہ جو لوگ خدا کی غیرت کو للکارتے ہیں وہ اس کے غضب کا نشانہ بنے بغیر نہیں رہ سکتے۔

---

[1] آپکے معجزانہ رنگ میں قبولِ احمدیت کا واقعہ 'درویشانِ احمدیت' کی پہلی جلد بعنوان "ینصرک رجالٌ۔۔۔" میں اور بعض خارق عادت قبولیتِ دُعا کے واقعات متعلقہ جلدوں میں بیان کئے گئے ہیں۔

پہلا واقعہ

’’یہ قلم آپ کو تباہ و برباد کرسکتا ہے‘‘

ایک مخالف احمدیت کا بڑا بول اور خدائی گرفت

آپ فرماتے ہیں:۔

’’میں اپنی ملازمت کے سلسلہ میں ایک دن سیالکوٹ کے رہنے والے ایک ایس ڈی او۔ بابو کرم الٰہی۔ کے دفتر میں اس کے سامنے ہی بیٹھا تھا کہ کسی بات پر جوش میں آکر اس نے اپنے قلم کو سیاہی لگائی اور مجھے دکھا کر کہا کہ میرا یہ قلم آپ کو نیست و نابود کرسکتا ہے۔ مجھے بھی جوش آگیا۔ میں اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے کہا کہ میرے خدا کا آپ کو علم نہیں۔ وہ آپ کے اس قلم کو توڑ کر رکھ دے گا۔ یہ کہہ کر میں اسی حالت میں اس کے دفتر سے باہر نکل آیا۔ اور میں نے وہ جگہ ہی چھوڑ دی اور اپنا سامان وغیرہ اٹھا کر ایک دوسرے علاقہ میں چلا گیا۔

ابھی اس بات پر دو ماہ بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ وہ ایس ڈی او بھی تبدیل ہو کر اسی علاقہ میں آگیا۔ اس کی آمد کے چند دن ہی بعد مجھے معلوم ہوا کہ اسے ڈسمس کر دیا گیا ہے میں اس کی خبر لینے کیلئے گیا تو دیکھا کہ اس کا سامان کوٹھی کے باہر پڑا ہے۔ اور وہ اکیلا بیٹھا ہے میں نے اس کے پاس جا کر بڑے ادب سے کہا کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیں۔ وہ کہنے لگا۔ اب تو یہی خدمت ہے کہ آپ میرا سامان سٹیشن پر پہنچا دیں۔ میں نے فوراً اس کا انتظام کر دیا۔ سامان سٹیشن پر پہنچایا اور مال گاڑی میں بک کرا کر سامان کی چابی اسے پکڑائی اور ساتھ ہی اسے کہا کہ اب آپ کا وہ قلم ٹوٹ چکا ہے جو مجھے تباہ کرسکتا تھا۔ اب اس ملازمت کیلئے آپ ہرگز کوشش نہ کریں۔ یہ ملازمت اب آپ کو نہیں ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس نے بہت کوشش کی۔ بڑی اپیلیں کیں مگر وہ اس ملازمت پر بحال نہ ہوسکا۔‘‘ (مکتوب نمبر ۷ مورخہ ۷۹-۳-۱۴)

دوسرا واقعہ

”خدا جب پکڑتا ہے تو ناک سے پکڑتا ہے“

ایک اور معاند احمدیت اور خدائی نشان کا ظہور

ٹھیکیدار غلام رسول صاحبؓ کا دوسرا بیان کردہ واقعہ ان دنوں کا ہے جب آپ مکیریاں ضلع ہوشیار پور میں تین ماہ کے عارضی وقف پر تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اس تبلیغ کے سلسلے میں آپ اپنے رفیق سفر منشی امام الدین صاحب (والد مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب مرحوم ناظر دیوان ربوہ) کے ساتھ پہلے ایک گاؤں علی پور سیدان (نزد خان پور) میں گئے۔ وہاں آپ ایک سیدّ کے گھر بیٹھ کر اسے احمدیت کی تبلیغ کر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ باہر عورتوں۔ مردوں اور بچوں پر مشتمل ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا ہے۔ جب آپ سید صاحب کی بیٹھک سے باہر نکلے تو ہجوم نے آپ کو گھیر لیا۔ آپ بمشکل اس ہجوم سے نکل کر خان پور پہنچے ہی تھے کہ وہاں ایک دوسرا ہجوم کھڑا تھا۔ اس کی قیادت ایک پٹواری کر رہا تھا جو احمدیت کا شدید مخالف تھا۔ اس ہجوم سے آپ کس طرح عہدہ برآ ہوئے اور اس پٹواری کے لئے کس قسم کا عبرت کا نشان چھوڑا ایک دلچسپ واقعہ ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

”منشی امام الدین صاحب نے کہا کہ بھائی صاحب۔ اب دعا کرو کیونکہ اس ہجوم سے بچ کر نکلنا مشکل ہے۔ ہم دونوں نے وہاں دعا کی اور چل پڑے۔ جب ہم اس سڑک پر پہنچے جہاں وہ ہجوم کھڑا تھا تو ایک دوکاندار صورتِ حال کو بھانپ کر اس ہجوم سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ یہ دو آدمی ہیں اور تم سارا گاؤں اکٹھا ہو کر آ گئے ہو کچھ شرم کرو۔ ان کے یوں کہنے پر وہ ہجوم تو منتشر ہو گیا البتہ پٹواری جو اُن کی قیادت کر رہا تھا اس کے سامنے آنے پر میرے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ دیکھو خدا تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ آپ حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ خدا کا خوف کریں کیونکہ خدا

کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔ جب وہ پکڑتا ہے تو ناک سے پکڑتا ہے۔
یہ کہہ کر ہم تو واپس مکیریاں آگئے اور اپنے امیر مرکز ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کو ساری واردات کہہ سنائی۔" آگے فرماتے ہیں:

''جب ہم صبح اٹھے تو ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے بتایا کہ وہ پٹواری فوت ہو گیا ہے۔ ہم نے جب ان سے دریافت کیا کہ آپ کو کیسے علم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ رات دس بجے کے قریب خان پور سے ایک آدمی آیا تھا۔ وہ پٹواری کا رشتہ دار تھا۔ اس نے بتایا کہ پٹواری کی ناک میں ایک ایسی پھنسی نکلی جس سے وہ بیہوش ہو گیا۔ اور صبح ہوتے ہی وہ پھنسی اس کیلئے موت کا پیغام ثابت ہوئی''

گویا خدا نے اپنے درویش بندے کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کہ خُدا جب پکڑتا ہے تو ناک سے پکڑتا ہے لفظاً اور معناً پورے فرما دیئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس پٹواری کے یُوں ناگہانی موت مرنے کے بعد اس علاقے میں ہماری مخالفت میں کمی آگئی۔ (مکتوب نمبر ۷۔ مورخہ ۹۷۔۳۔۱۴

بعض مُبلّغین کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے نشانات

اب ذیل میں بعض مبلغین سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دعاؤں یا ان کے وجود کی برکت سے ظاہر ہونے والے چند ایسے نشانات کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے اُن کے مخالفین کا منہ بند کر کے اسلام کی اس امتیازی خصوصیت کا ثبوت دیا کہ اسلام جس خدا کو پیش کرتا ہے وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور اس طرح اپنی زندہ ہستی کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔

پہلا نشان:

”مہدی ظاہر ہو گیا ہے کیونکہ زلزلہ آ گیا ہے“

ایک احمدی مبشر کی دُعا نے سرزمین گولڈ کوسٹ (غانا) کو ہلا دیا

مبلغ احمدیت حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مبشر مبلغ گولڈ کوسٹ[1] (غانا) مغربی افریقہ فرماتے ہیں۔

”میرے پہلے تبلیغی دور گولڈ کوسٹ (غانا) کے دوران ۱۹۳۹ء میں گولڈ کوسٹ کا ایک غیر احمدی نوجوان باشندہ بچپن میں اپنے والد کے ہمراہ مکہ مکرمہ حج کے لئے گیا اور اپنی پوری جوانی تک مکہ میں رہا۔ اپنے وطن گولڈ کوسٹ واپس آنے پر اس نے ایک گاؤں صراحہ میں جو احمدیت کی مخالفت کا پرانا مرکز ہے اِقامت اختیار کی اور یہ پراپیگنڈہ شروع کر دیا کہ مہدی علیہ السلام ہرگز ظاہر نہیں ہوئے اور یہ کہ احمدیت نعوذ باللہ باطل ہے۔ جب اس غیر احمدی نوجوان کا چرچا اس علاقہ میں زیادہ ہوا تو وہاں کے احمدی چیف (رئیس) میرے پاس لوکل مرکز سالٹ پانڈ میں آئے اور بیان کیا کہ اس قسم کا ایک غیر احمدی نوجوان جو مکہ سے واپس آیا ہے ہمارے علاقہ میں احمدیت کے خلاف لوگوں کو اکسا رہا ہے۔ اُس کے اثر کو زائل کرنے کیلئے آپ کو وہاں جا کر اس کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہئے اور یہ کہ اگر اس کے اثر کو جلد زائل کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو وہ بعض کمزور احمدیوں کی ٹھوکر کا باعث ہوگا۔ چنانچہ میں اگلے روز اس علاقہ میں گیا اور بمقام صراحہ جو کہ احمدیت کی مخالفت کا پرانا مرکز ہے۔ پہنچا۔ وہاں اردگرد کے احمدی احباب پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ میں نے ایک کثیر مجمع کے سامنے اس غیر احمدی نوجوان سے گفتگو شروع کر دی۔ اور اُسے چیلنج دیا کہ اگر وہ

[1] مولانا نذیر احمد صاحب مبشر کو ایک لمبا عرصہ تک گولڈ کوسٹ (حال Ghana.غانا) میں اعلاءِ کلمۃ اللہ کی سعادت نصیب ہوئی آپ بہت دعا گو

اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو میرے ساتھ مناظرہ کرے۔لیکن اس نے مناظرہ سے بالکل انکار کر دیا۔ وہ اور اُس کے ہمنوا غیر احمدی کہنے لگے کہ مناظرہ کی بجائے آپ ظہور مہدی علیہ السلام اور اُن کی صداقت پر لیکچر دیں۔ ہم سنتے ہیں۔ آپ کے لیکچر کے بعد ہم آپ پر کچھ سوالات کریں گے۔ چنانچہ خاکسار نے اڑھائی گھنٹہ تک ایک مبسوط تقریر ''علاماتِ ظہور مہدی و مسیح'' پر کی۔ تقریر کے بعد ایک شخص نے صرف دو سوال کئے جن کے جواب دیئے گئے اور یہ خیال کرنے پر کہ ممکن ہے کہ وہ لوگ مزید استفسار کریں مَیں اس گاؤں میں ایک روز اَور ٹھہر گیا لیکن کسی نے کوئی بات دریافت نہ کی اور میں دوسرے دن واپس سالٹ پانڈ چلا گیا۔'' آگے فرماتے ہیں:

''میری واپسی کے اگلے ہی دن صراحہ گاؤں اور اُس کے آس پاس کے غیر احمدی اکٹھے ہوئے انہوں نے سفید لٹھے کا جھنڈا بنایا اور اپنے سروں اور کلائیوں پر سفید لٹھے کی پٹیاں باندھیں جسے وہاں فتحیابی کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔ اور مختلف دیہات میں گھوم کر نعرے لگائے کہ ہم نے امیر جماعت احمدیہ گولڈ کوسٹ کو شکست دے دی ہے اور ساتھ ہی وہ فینٹی زبان (وہاں کی مقامی زبان) میں گاتے جاتے تھے کہ مہدی ظاہر نہیں ہوا کیونکہ زلزلہ نہیں آیا۔ گویا اُن کے نزدیک مہدی کے آنے کی بڑی علامت زلزلہ کا آنا تھا۔ اور وہ ان کے ملک میں نہیں آیا۔''[1]

---

[1] احادیث میں حضرت مہدیؑ کے وقت زلزلہ آنے کا ذکر نہیں۔ البتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی آمد ثانی کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بیان فرمائی کہ ''بھونچال آئیں گے'' (متی باب ۲۴ آیت ۷) علاوہ ازیں خود حضرت بانی سلسلہؑ نے بھی زلازل کی پیشگوئیاں فرمائیں۔ جن میں پانچ زلزلوں کی پیشگوئی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ خلفاء سلسلہ احمدیہ کے نزدیک پانچ زلزلوں سے مراد عالمی جنگیں ہیں۔ جن میں سے دو وقوع پذیر ہو چکی ہیں اور تیسری کے بادل منڈلا رہے ہیں۔

اور مجاہدانہ اوصاف کے مالک تھے آپ کے وقت میں وہاں بہت سی نئی جماعتیں قائم ہوئیں خاکسار جب ۱۹۵۶ء میں معاون مبلغ کی حیثیت سے ان

آپکو جب ان کے اس رویہ کی خبر پہنچی تو آپ نے چند دن نہایت التزام کے ساتھ دُعا کی اور اللہ تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے اظہار اور اس کی تائید کے لئے اس ملک میں زلزلہ کا نشان ظاہر فرمائے۔ دعا کے بعد آپکو یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ گولڈ کوسٹ میں ضرور زلزلہ کا نشان مخالفینِ حضرت مسیح موعودؑ کو دکھلائے گا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

''اس یقین اور وثوق کی بناء پر میں نے اس علاقہ کی احمدی جماعتوں کو ایک سرکلر بھیجا کہ فلاں فلاں تاریخ کو فلاں فلاں گاؤں میں ہمارا اجلاس ہوگا اُس روز اردگرد کی جماعتوں کے احمدی وہاں پہنچ جائیں۔ یہ اعلان تین گاؤں (فرانسی۔ اکواکرم اور مدینہ ٹھیڈ پاسی جو ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر واقع ہیں) کے متعلق کیا گیا۔ اول الذکر دونوں مقامات پر مقررہ تاریخوں پر پبلک جلسے منعقد کئے گئے جن میں احمدیوں کے علاوہ کثیر تعداد میں غیر احمدی۔ مشرک اور عیسائی بھی شریک ہوئے۔ ان اجلاسوں میں مَیں نے اپنے مناظرے کے چیلنج اور تقریر کا ذکر کیا۔ اور اصل حقیقت سے آگاہ کیا کہ مکّہ سے واپس آنے والے نوجوان نے میری ایک بات کا بھی جواب نہ دیا اور نہ ہی اس نے میری تقریر پر اعتراض کرنے کی جرأت کی۔ صرف ایک شخص نے دو سوال دریافت کئے تھے جن کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے تھے اور بجائے اس کے کہ یہ لوگ ندامت سے اپنا سر نیچا کرتے، اُلٹا انہوں نے اپنی جھُوٹی فتحیابی کے گانے گائے ہیں اور ناچے ہیں نیز حضرت بانئ سلسلہ احمدیہؑ کی پیشگوئیاں متعلقہ زلازل بیان کر کے عام اعلان کیا کہ دنیا کے سارے دوسرے ممالک میں اِن پیشگوئیوں کے مطابق زلزلے آچکے ہیں اور اب گولڈ کوسٹ (غانا) کی باری ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ آپؑ کی صداقت کے ثبوت میں ضرور جلد ہی گولڈ کوسٹ کی زمین کو بھی زلزلہ سے ہلا کر آپؑ کے مخالفین پر حُجت تمام کرے گا۔''

کے پاس پہنچا تو ان کے اوصاف حمیدہ سے بہت متأثر ہوا۔ ۱۹۶۰ء کے لگ بھگ آپ واپس مرکزِ سلسلہ تشریف لائے اور پھر ایک لمبا عرصہ بطور ناظم دار القضا

اب خدا تعالیٰ کا اپنے مامور کی غیرت کے لئے دکھایا جانے والا نشان دیکھئے کہ ابھی دو دن بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ غیر احمدی مخالفین کو اپنی منہ مانگی مراد مل گئی۔ یعنی اُس غیور خدا نے اپنے مامور کے غلام کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا، اور وہی نشان ظاہر فرما دیا جس کی مخالفین تمنا کر رہے تھے۔ اس کی دلچسپ اور ایمان افروز داستان حضرت مولانا موصوف کے ہی قلم سے ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

''اس دورہ کو جاری رکھتے ہوئے جب میں تیسرے گاؤں یعنی مدینہ ٹہیڈ پاسی پہنچا (دوسرے دن تاریخ مقررہ پر وہاں اجلاس ہونا تھا) تو خدا کی قدرت کہ اجلاس کے منعقد ہونے سے پہلے جمعرات کی رات کو قریباً آٹھ بجے شام شدید زلزلہ آیا جس کے جھٹکے رات کو بعد میں بھی محسوس ہوتے رہے۔ اس زلزلہ سے گولڈ کوسٹ میں بہت سے مکانات منہدم ہو گئے اور بعض مقامات پر غیر از جماعت لوگ بوجہ خوف اپنی جانیں بچانے کیلئے احمدیہ مساجد میں جا گھسے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس زلزلہ کے نشان کو دیکھ کر بعض مشرک اور عیسائی بھی اپنے ستار بجا بجا کر گیت گانے لگے کہ مہدی ظاہر ہو گیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ زلزلہ آ گیا ہے۔''

آگے فرماتے ہیں:

''یہ زلزلہ جولائی ۱۹۳۹ء میں آیا جو ایک طرف تو اس عاجز کی دُعا کی قبولیت کا نشان تھا اور دوسری طرف حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی صداقت کا ایک زبردست نشان تھا۔ اس کا ایک نمایاں اثر یہ ہوا کہ جب خاکسار نے دورہ کے بعد سالٹ پانڈ میں واپس لوٹ کر ایک اشتہار مشتمل بر پیشگوئیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام متعلقہ زلازل، عربی اور انگریزی دو زبانوں میں شائع کیا تو ایک ماہ کے اندر اندر ۱۸۰ نو مبائعین جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔''

(ملخص از بُرہان ہدایت صفحہ 181-178)

٭مرکز یہ خدمات بجالاتے رہے آپ کے دو صاحبزادے، ڈاکٹر نصیر احمد صاحب اور ڈاکٹر منیر احمد صاحب وطن عزیز میں طبی خدمات بجالا رہے ہیں (مؤلف)

دوسرا نشان

”سارجنٹ ڈے کی چھٹی منظور ہوگئی ہے“

حضرت بانی سلسلہؑ کے ایک غلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کا جواب

یہ نشان ایک درویش صفت احمدی مولوی عنایت اللہ احمدی کی دعا کے نتیجے میں ایک ایسے انگریز فوجی افسر کے مطالبہ پر ظاہر ہوا جو مخالفت کیا کرتا تھا مگر نشان دیکھ لینے کے بعد نہ صرف یہ کہ اس نے مخالفت ترک کر دی بلکہ آپ کا دوست بن گیا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

”میں 1944ء میں اپنی ایسٹ سینیا میں فوجی ملازمت کے دوران بھی افریقن اور یورپین کو تبلیغ کیا کرتا تھا۔ ہمارا فوجی کیمپ جگجگا شہر سے دُور تھا۔ وہاں ایک کلر سارجنٹ جو انگریز تھا میری بہت مخالفت کیا کرتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ مجھے اس کے ہر شر سے محفوظ رکھا بلکہ اس کیلئے اپنی قدرت کا ایک نشان دکھایا۔ ایک روز وہ میرے دفتر میں آیا اور بڑی نرمی سے مجھے کہنے لگا کہ مسٹر احمد۔ تم ہمیں اپنے دین کی باتیں تو بہت بتاتے ہو (جس سے اس کی مراد یہ تھی کہ میں اکثر انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں اور دعاؤں کے پورا ہونے سے متعلق بتاتا رہتا تھا) اگر خدا واقعی سنتا اور بولتا ہے تو میرے لئے دعا کرو کہ مجھے انگلینڈ جانے کیلئے چھٹی مل جائے اس نے کہا کہ میں نے بہت کوشش کی ہے اور کئی درخواستیں دی ہیں لیکن کمانڈ ہیڈ کوارٹرز میری چُھٹی منظور نہیں کرتا۔ میں نے دعا کا وعدہ کرلیا، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اُسی روز میں نے دل میں دعا کی لیکن ابھی نماز عصر بھی ادا نہ کی تھی کہ دفتر سے جب میں تھکا ماندہ

اپنے کمرے میں گیا اور چارپائی پر ذرا ستانے کیلئے لیٹ گیا تو خداوند کریم نے جو قدم قدم پر احمدیت کے غلاموں کی نصرت کیلئے آتا ہے۔ مجھے ایک لمحہ میں ایک واضح کشف دکھایا۔ مجھے ایک کاغذ دکھایا گیا جس پر انگریزی زبان میں یہ الفاظ ٹائپ ہوئے ہوئے تھے کہ "کلر سارجنٹ ڈے کی چُھٹی منظور ہوگئی ہے"۔ میں نے یہ خبر پا کر خدا کا شکر ادا کیا اور دوسرے ہی دن صبح اُس انگریز دوست کو خبر دی کہ خدا تعالیٰ نے اس کی چھٹی منظور کر دی ہے۔ اور رخصت کیلئے ایک بار اَور درخواست دینے کا مشورہ دیا۔ اسے بڑا تعجب ہوا لیکن آزمانے کیلئے اور ڈرتے ڈرتے اس نے درخواست دے دی۔ اور جب تھوڑے ہی دنوں میں انہیں رخصت منظور ہونے کی اطلاع آ گئی تو بڑے خوش ہوئے۔ ان کی حیرت اور بھی بڑھ گئی اور لندن کیلئے روانگی سے قبل میرے سامنے انہوں نے انگریز فوجیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ مسٹر احمدی کا میرے بعد بہت خیال رکھنا اور ملکر رخصت ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔" (مکتوب نمبر ۹۲)[لہ]

لہ مکرم چودھری عنایت اللہ صاحب احمدی میں میں پیدا ہوئے آپ ۱۹۳۹ء میں اپنے بہنوئی، حضرت ڈاکٹر احمد دین صاحب مرحومؓ کے پاس یوگنڈا (مشرقی افریقہ) میں مقیم تھے کہ جنگ عظیم دوم چھڑ جانے پر جب حضرت المصلح الموعودؓ کی طرف سے اعلان شائع ہوا کہ ہمارے نوجوان فوج میں بھرتی ہو کر حکومت کی مدد کریں، تو آپ وہیں فوج میں بھرتی ہو گئے۔ بعد میں حضور کی طرف سے وقفِ زندگی کی تحریک ہونے پر آپ نے اپنی زندگی سلسلہ کے لئے وقف کر دی اور پھر حضور کے ارشاد کے ماتحت وہیں مشرقی افریقہ میں خدمتِ دین بجالانے لگے۔ پینتیس، چھتیس سالہ اِس عرصہ میں آپکو مختلف حیثیتوں سے خدمت کی توفیق حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپکی اولاد بھی آپکے رنگ میں رنگین ہے آپ کے بڑے صاحبزادے، چودھری حبیب اللہ صاحب احمدی، ایم۔ اے (انگریزی) اور شاہد کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ ربوہ میں بطور پروفیسر خدمات بجالا رہے ہیں۔ آپ کی متعدد رؤیا جو آپ نے خاکسار کو لکھ کر بھجوائیں، خاکسار کے پاس محفوظ ہیں اور اپنے اپنے عنوانات کے تحت "درویشانِ احمدیت" کی مختلف جلدوں میں درج کی جارہی ہیں۔ (مؤلف)

تیسرا نشان

”آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے“

اپنے ایک درویش بندے کیلئے خدا کی رحمت کا نشان

حضرت مولانا رحمت علی صاحب سالہا سال تک انڈونیشیا میں مبلغ رہے۔ آپ بہت دعا گو اور درویشانہ صفات کے مالک تھے۔ آپ کی قبولیتِ دعا کے بعض واقعات متعلقہ باب میں درج گئے گئے ہیں۔ یہاں ان کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والا ایک نشان جس نے اپنوں اور بیگانوں کو ورطہٗ حیرت میں ڈال کر رکھ دیا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ آپ اُس وقت انڈونیشیا کے شہر پاڈانگ میں بطور مبلغ اسلام قیام فرماتے تھے۔ آپ اِس کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:۔

”میں پاڈانگ شہر کے محلہ یاسر مسکین میں مقیم تھا۔ وہاں کے اکثر مکانات لکڑی کے اور بالکل ساتھ ساتھ بنے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ اتفاقاً اس محلہ میں آگ لگ گئی جو اردگرد کے مکانات کو راکھ بناتی ہوئی میری رہائش گاہ کے قریب پہنچ گئی حتیٰ کہ اس کے شعلے میرے مکان کے چھجے کو چھونے لگے۔“ آگے فرماتے ہیں:

یہ نازک صورت حال دیکھ کر احبابِ جماعت نے پُرزور اصرار کیا کہ آپ مکان کو فوری طور پر خالی کر دیں۔ لیکن آپ نے پورے یقین اور وثوق سے کہا:

”یہ آگ انشاء اللہ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ یہ مکان اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک غلام اور مجاہد فی سبیل اللہ کی رہائش گاہ ہے اور حضور سے خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ 'آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔'“

حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے اس درویش غلام کی زبان سے یہ کلمات کچھ ایسے درد اور جوش سے نکلے کہ ابھی بمشکل وہ یہ کہہ ہی پائے تھے کہ اچانک بادل اُمڈ آئے اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی جس نے آناً فاناً اس آگ کو بالکل ٹھنڈا کر دیا۔ ('ایمان افروز واقعات' صفحہ ۳۵-۳۴)

چوتھا نشان

’’آپ دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ بارش برسا دے‘‘

قادیان کے آریوں نے اسلام کی صداقت کا نشان دیکھا

اوپر بتایا گیا ہے کہ حضرت بانی سلسلہؑ کے ایک غلام کے وجود کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا یہ نشان ظاہر فرمایا کہ بارش برسا کر آن کی آن اُس آگ کو بجھا دیا جو قریب تھا کہ ان کے مکان کو جلا کر خاکستر کر دیتی۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اسی قسم کا ایک اَور نشان بیان کیا جاتا ہے یعنی حضرت بانئ سلسلہؑ کے ایک اَور درویش غلام کی دعا سے ایسے وقت میں بارش برسی جبکہ بظاہر اِس کے کوئی امکانات نہ تھے۔ چنانچہ حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ[1] (سابق مہر سنگھ) فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ میں قادیان کے ہندو بازار میں سے گزرا۔ بے پناہ گرمی پڑ رہی تھی۔ چند ہندوؤں نے کہا کہ آپ ہر روز دعا کی برکات بیان کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آج بارش برسا دے تا گرمی دور ہو“

آپ نے ان کی طنز و تمسخر کو بُری طرح محسوس کیا اور آپ کی غیرت جوش میں آئی۔ آسمان بالکل صاف تھا۔ آپ مسجد اقصیٰ میں جا کر اس وقت تک دعا میں مصروف رہے جب تک بارش کی وجہ سے آپ کے کپڑے گیلے نہ ہو گئے۔ فرماتے تھے کہ میں ہندوؤں سے جب بھی اِس نشان کا ذکر کرتا تو وہ شرمندہ ہو کر آنکھیں نیچی کر لیتے۔ (اُصحاب احمدؓ جلد ہفتم صفحہ ۱۵۹)

لہ حضرت سردار عبدالرحمٰن صاحبؓ (سابق مہر سنگھ) کا تعارف پچھلے صفحات میں کرایا جا چکا ہے جہاں بتایا گیا ہے کہ کسطرح آپ نے عین طالب علمی کے زمانے میں یعنی اُس وقت جب آپ ٹیچرز ٹریننگ کالج لاہور میں پڑھتے تھے، اپنے ہم جماعت عیسائی طلبہ کو اسلام کے زندہ خدا کی قدرتوں کے نشان دکھائے اور کس طرح ان نشانات کو دیکھ کر بعض غیر از جماعت مسلمان طالب علم خدا کی ہستی کے قائل ہو گئے۔ آپ کی اولاد در اولاد اِس وقت انگلستان میں موجود ہے آپ کے ایک پوتے ڈاکٹر سردار حمید احمد صاحب کو نائجیریا میں خاکسار کے زمانۂ امارت میں کئی سال تک جماعتی نظام کے تحت طبی خدمات بجالانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اِس وقت وہ لندن میں اپنی سروس کے ساتھ ساتھ ہمہ تن جماعتی خدمات میں بھی مشغول ہیں۔ (مؤلف)

پانچواں نشان

''ساری رات بارش برستی رہی''

درویشان احمدیت کی دعا کا چمکتا ہوا نشان

حضرت امام الزمان کے درویش غلاموں کی دعا سے بارش برسنے کا ایک اور واقعہ جو مسلمانوں اور عیسائیوں کیلئے احمدیت کی صداقت کا ایک زبردست نشان ثابت ہوا۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے چوتھے خلیفہ حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت انگلستان کے چونتیسویں جلسہ سالانہ منعقدہ اسلام آباد ٹلفورڈ کے موقع پر اپنے دوسرے روز کے تاریخی خطاب فرمودہ ۳۱ جولائی ۱۹۹۹ء میں بیان فرمایا ۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

''علی جمعہ گیوا صاحب مبلغ بینن سرکٹ (نائجیریا) لکھتے ہیں کہ ہم ایکسا کو کے علاقہ میں تبلیغ کیلئے گئے۔ ارد گرد کے دوسرے علاقوں میں بارشیں ہوئی تھیں۔ لیکن یہ علاقہ بالکل خشک تھا۔ وہاں کے مسلمانوں نے بھی بارش کیلئے اجتماعی دعا کی تھی اور عیسائیوں نے بھی۔ جب جماعت احمدیہ کا وفد تبلیغ کیلئے وہاں پہنچا تو گاؤں والوں نے یہی شرط رکھی کہ ہم آپ کی بات پھر سنیں گے۔ پہلے آپ لوگ بارش کیلئے دعا کریں اور بارش ہو جائے۔ اس پر علی جمعہ گیوا صاحب نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ملکر ہاتھ اٹھا کر دُعا کی۔ اس وقت دو پہر دو بجے کا وقت تھا۔ عصر کے وقت اچانک بادل آئے اور بڑی تیز بارش ہوئی اور پھر ساری رات ہوتی رہی۔

یہ نشان دیکھ کر بغیر کسی اور تبلیغی پروگرام کے اس علاقے کے کثیر لوگ احمدیت میں شامل ہو گئے اور بیعتوں کا سلسلہ جاری ہے''۔

چھٹا نشان

’’فلاں دن بارش ہوئی تو مرزا صاحب سچے‘‘

غیر احمدیوں کا چیلنج اور خدائی قدرت کا نشان

حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کی صداقت کے ثبوت کے طور پر غیر از جماعت کے دئے ہوئے چیلنج کے جواب میں بارش برسنے اور بارش تھمنے کا ایک اَور نشان سلسلہ کے ایک معلم مکرم احمد علی صاحب اسلم کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے ایسے رنگ میں ظاہر فرمایا کہ مخالفین کو برملا اقرار کرنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ صادقوں کے ساتھ ہے۔

اس واقعہ کے راوی مکرم ہدایت اللہ صاحب شاد مقیم جرمنی بیان کرتے ہیں۔

’’۱۹۶۴ء میں خاکسار اپنی ڈیوٹی کے سلسلہ میں کمالیہ کے علاقہ میں دورہ پر گیا۔ وہاں مکرم احمد علی صاحب اسلم معلم وقف جدید سے ملاقات ہوئی مکرم اسلم صاحب قادیان کے رہنے والے تھے اور تقسیم ہند سے قبل فوج میں ملازم تھے اور یہ واقعہ انہی دنوں کا ہے۔ وہ بتلاتے ہیں کہ میں فوج میں بھی اپنے ساتھی فوجیوں کو تبلیغ کیا کرتا تھا اور اس وجہ سے میری مخالفت بھی تھی۔ مخالفین میں ایک شیعہ حوالدار میرا بہت مخالف تھا۔‘‘ اسلم صاحب نے مزید بتایا:

’’ ایک دن جبکہ ہماری پریڈ ہونے والی تھی اور نماز ظہر کا وقت تھا۔ میں تیار ہوکر ظہر کی نماز ادا کرنے لگ پڑا کہ مبادا پریڈ کی وجہ سے نماز قضا ہو جائے۔ اس اثنا میں وہ شیعہ حوالدار میری بیرک میں داخل ہوا اور مجھے جلد باہر نکلنے کا حکم دیا۔ میں نے کہا کہ میری صرف آخری دو سنتیں رہ گئی ہیں۔ میں پڑھ کر حاضر ہوتا ہوں۔ وہ کہنے لگا کہ تم کافروں کی کیا نماز ہے کوئی ضرورت نہیں۔ جلد باہر آجاؤ۔ چنانچہ میں بغیر ادائیگی سنت پریڈ کیلئے آ گیا اور جب وقفہ ہوا تو میں نے کھڑے ہی سنتیں اشاروں سے ادا کرلیں کیونکہ اتفاق سے ہم قبلہ رُخ ہی کھڑے تھے۔ میرے اردگرد کے ساتھیوں کو جب معلوم ہوا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے سب کو بتلایا اور وہ میرے اردگرد جمع

ہو گئے اور مخالفت کرنے لگے کہ یہ نماز پڑھنے کا تم نے نیا طریق رائج کر لیا ہے۔ تم بدعتی ہو تمہاری کوئی نماز نہیں ہوئی میں نے یقین سے کہا کہ باقی نمازوں کا تو معلوم نہیں لیکن یہ نماز خدا کے فضل سے ضرور مقبول ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کا ثبوت دو میں نے کہا کہ آپ لوگ اپنی نمازوں کا مجھے ثبوت دیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو ثبوت نہیں دے سکتے اور کہنے لگے کہ 'تم کہتے ہو کہ مرزا صاحب سچے ہیں ان کی سچائی کیلئے یہ ثبوت ہوگا کہ ہم کہیں گے کہ فلاں دن بارش ہوگی تم کہو نہیں ہوگی اگر نہ ہوئی تو مرزا صاحب سچے ہیں اور اگر ہم کہیں کہ فلاں دن بارش نہیں ہوگی اور تم کہو ہوگی اور اگر ہو گئی تو تم لوگ سچے ہو۔' فرماتے ہیں:۔

" چنانچہ اس بات کے ثبوت کے لئے ۱۵ یوم کے بعد اتوار کا دن مقرر کیا گیا۔ میں نے اس دوران خدا تعالیٰ کے حضور بہت گریہ زاری سے دعائیں کیں اور مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مسیح پاکؑ کی سچائی ثابت کرنے کیلئے ضرور نشان دکھائے گا۔" آگے فرماتے ہیں:

" چنانچہ انہوں نے مجھے بارش ہونے کی دعا کرنے کو کہا کیونکہ اس وقت بارش کی بہت ضرورت بھی تھی۔ آخر مقررہ دن آ گیا اُس دن مطلع بالکل صاف تھا اور کہیں بادل کا نام و نشان نہ تھا۔ میں نے ناشتہ کرنے کے بعد وضو کیا اور بوقت اشراک بیرکوں کے سامنے بنے ایک چبوترہ پر سبز رنگ کا چوغہ پہن کر دو نفل نماز کی نیت کر کے کھڑا ہو گیا اور سجدوں میں خدا تعالیٰ کے حضور بارش کی دعا کی۔ نوافل ادا کرنے کے بعد جو آسمان پر نگاہ کی تو چھوٹی چھوٹی بادلوں کی ٹکڑیاں نظر آئیں۔ میں نے پھر دو نفل اَور ادا کرنے شروع کر دیئے اور دعا کی۔ جب میں نے سلام پھیرا تو بارش شروع ہو چکی تھی۔ سب لوگ اپنی بیرکوں کے دروازوں سے بارش کا نظارہ دیکھ رہے تھے۔ اسی دوران وہ آئے اور مجھے کندھوں پر اُٹھا کر میری بیرک میں لے گئے اور کہنے لگے کہ واقعی آپ لوگ سچے ہیں ہم اب آپ کی مخالفت نہیں کریں گے۔ بارش بہت تیز ہو گئی۔ پھر وہ لوگ کہنے لگے کہ اب اس کو روکو بھی۔ چنانچہ مجھے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہامی مصرعہ یاد آیا 'چل رہی ہے نسیم رحمت کی، جو دعا کیجئے قبول ہے آج' تو میں نے سب سے کہا کہ تم تمام میرے ساتھ مل کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرو میں نے یہ مصرعہ پڑھ کر دعا کی تو خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کے حکم سے بارش تھم گئی

اور وہ سب یہ کہتے ہوئے اپنی اپنی بیرکوں میں چلے گئے کہ اس شخص کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ الحمدللہ۔"

بارش تھم جانے کے واقعات

بارشوں کا برسنا اور تھمنا اور آندھیوں اور طوفانوں کا آنا اور رکنا قدرت کے ایسے مناظر ہیں جن میں کسی انسانی تدبیر کا ذرہ بھر بھی دخل نہیں۔ وہ زمین وآسمان کے خالق و مالک خدا کے بنائے ہوئے قوانینِ قدرت کے ماتحت ظاہر ہوتے اور عالمِ ارضی وسماوی ہیں تغیرات پیدا کرتے ہیں۔ اوپر حضرت بانی سلسلہؑ کے غلاموں کی دعاؤں کی برکت سے بارش برسنے کے واقعات درج کئے گئے ہیں۔ ذیل میں چند ایک ایسے واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے برستی ہوئی بارش کو روک دیا یا بارش سے بھرپور اُمڈ کر آئے ہوئے بادلوں کو تھام کر اپنے مامور کی صداقت کا چمکتا ہوا نشان دکھایا۔

پہلا واقعہ

عیسائی پادری نے خدا کا زندہ نشان دیکھا

’’اے بارش! تو خدا کے حکم سے تھم جا‘‘

یہ واقعہ بھی حضرت مولانا رحمت علی صاحب مبلغ (انڈونیشیا) کا بیان کردہ درج کیا جاتا ہے جن کی نسبت پچھلے صفحات میں بتایا گیا ہے کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے بارش برسا کر بھڑکتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

میں ایک بار شہر پاڈانگ میں ایک عیسائی پادری سے اسلام اور عیسائیت کے موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ جسے سننے کیلئے بکثرت لوگ جمع تھے۔ اسی اثنا میں اچانک موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ اس علاقہ میں یہ معمول ہے کہ جب بارش شروع ہو جائے تو کئی کئی گھنٹے مسلسل برستی رہتی ہے اور رکنے کا نام نہیں لیتی۔

گفتگو کے دوران پادری نے اپنے آپ کو عاجز پا کر اچانک یہ عجیب وغریب مطالبہ کر ڈالا کہ اگر تمہارا مذہب اسلام واقعی سچا ہے تو ذرا اپنے اسلام کے خدا سے کہئے کہ وہ اپنی قدرت کا کرشمہ دکھائے اور اس موسلا دھار بارش کو بند کر دے۔ میں نے اپنے زندہ خدا پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے اس وقت بارش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

’’اے بارش! تو اس وقت خدا کے حکم سے تھم جا اور اسلام کے زندہ اور سچے خدا کا ثبوت دے‘‘

آپ فرماتے ہیں، مجھے ایسا کہتے ہوئے ابھی چند منٹ ہی گذرنے پائے تھے کہ موسلا دھار بارش تھم گئی، جس پر وہ پادری اور اسکے ساتھ جملہ حاضرین حیران وششدر ہو کر رہ گئے۔

(ملخص از ’ایمان افروز واقعات‘ ص ۳۴ تا ۳۵)

دوسرا واقعہ

''اب بارش نہیں برسے گی''

بھدرک (اڑیسہ) میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نشان

سلسلہ کے درویش مبلغ حضرت مولانا غلام رسول راجیکیؓ صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

''سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت ہندوستان کے دورہ کیلئے چار افراد پر مشتمل ایک وفد بھیجا گیا جس میں خاکسار راقم الحروف مولوی محمد سلیم صاحب فاضل۔ مہاشہ محمد عمر صاحب اور گیانی عباد اللہ صاحب شامل تھے۔ ہم پہلے کلکتہ گئے۔ وہاں سے ٹاٹا نگر۔ جمشید پور ہوتے ہوئے کیرنگ پہنچے۔ کیرنگ میں بڑی جماعت ہے جو مولوی عبدالرحیم صاحب پنجابی کے ذریعہ قائم ہوئی تھی۔

''کیرنگ سے ہم بھدرک پہنچے یہ خاں صاحب مولوی نور محمد صاحبؓ کا آبائی وطن تھا۔ خانصاحب پولیس کے اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ بھدرک میں علاوہ دیگر شرفاء اور معززین کے ایک ہندو مہنت سے بھی ملاقات ہوئی جو وہاں کے رئیس تھے انہوں نے ہماری ضیافت کا انتظام کیا بلکہ اپنی وسیع سرائے میں ہمیں جلسہ کرنے اور لیکچر دینے کی اجازت بھی دی۔ اس سرائے کے ایک حصہ میں ہندوؤں کے بت خانوں کی یادگاریں اور بتوں کے مجسمے جابجا نصب تھے۔

''جب ہماری تقریریں شروع ہوئیں تو اوپر سے ابر سیاہ برسنا شروع ہو گیا۔ تمام چٹائیاں اور فرش بارش سے بھیگنے لگا۔ اس وقت احمدیوں کے دلوں میں لیکچروں میں رکاوٹ کی وجہ سے سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ میرے دل میں بھی سخت اضطراب پیدا ہوا۔ اور میرے قلب میں دعا کیلئے

جوش بھر گیا۔ میں نے دعا کی کہ اے ہمارے مولیٰ! ہم اس معبد اصنام میں تیری توحید اور احمدیت کا پیغام پہنچانا چاہتے ہیں اور تیرے پاک خلیفہ اور مصلح موعود کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ لیکن آسمانی نظام اور ابر وسحاب کے منتظم ملائکہ بارش برسا کر ہمارے اس مقصد میں روک بننے لگے ہیں''۔

آگے فرماتے ہیں:

''میں یہ دعا کر ہی رہا تھا کہ قطرات بارش جو ابھی گرنے شروع ہی ہوئے تھے، طرفۃ العین میں بند ہو گئے اور جو لوگ بارش کے خیال سے جلسہ گاہ سے اٹھکر جانے لگے تھے، میں نے ان کو آواز دیکر روک لیا اور کہا کہ اب بارش نہیں برسے گی، لوگ اطمینان سے بیٹھ کر تقریریں سنیں۔ چنانچہ خدا کے فضل سے سب مبلغین کے لیکچر ہوئے اور بارش بند رہی اور تھوڑے وقت میں مطلع بالکل صاف ہو گیا''۔

(حیات قدسی حصہ سوم صفحہ ۲۴۔۲۵)

تیسرا واقعہ

''اے خدا! اس ابر سیاہ کو روک دے''

بھاگلپور (بہار) میں قدرت خداوندی کا کرشمہ

اس واقعہ کے راوی بھی سلسلہ کے وہی درویش مبلغ یعنی حضرت مولانا غلام رسلو صاحب راجیکیؓ ہیں جنہوں نے اوپر کا واقعہ بیان فرمایا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں

''اسی طرح ہمارا یہ وفد جب بھاگلپور میں پہنچا تو مقامی جماعت کی طرف سے ایک جلسہ منعقد کر کے ہمارے لیکچروں کا انتظام کیا گیا۔ جلسہ کا پنڈال ایک سرسبز و شاداب اور وسیع میدان میں بنایا گیا۔ حضرت مولوی عبد الماجد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں کے امیر جماعت تھے۔ آپ کے انتظام کے ماتحت کرسیاں۔ میز اور دریاں قرینہ سے لگائی گئیں۔ حاضرین کی تعداد بھی کافی ہوگئی۔ ابھی جلسہ کا افتتاح ہی ہوا تھا کہ ایک کالی گھٹا جو برسنے والی تھی ۔ مقابل کی سمت سے نمودار ہوئی اور کچھ موٹے موٹے قطرات بارش گرنے بھی شروع ہوگئے ۔ میں اس وقت اسٹیج کے پاس حضرت مولوی ابوالفتح پروفیسر عبدالقادر صاحب کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے قلب میں اس وقت بارش کے خطرہ اور تبلیغی نقصان کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک جوش بھر گیا اور میں نے اس جوش میں اِلحاح اور تضرع کے ساتھ دعا کی کہ

'اے خدا یہ ابر سیاہ تیرے سلسلہ حقہ کے پیغام پہنچانے میں روک بننے لگا ہے اور تبلیغ کے اس زرّیں موقعہ کو ضائع کرنے لگا ہے تو اپنے کرم اور فضل سے اس اُمنڈتے ہوئے بادل کو برسنے سے روک دے اور اس کو دُور ہٹا دے'۔''

اب آپ تو اپنے قادر خدا کی یاد میں یوں دست بدعا تھے اُدھر لوگ آسمان پر چھائی ہوئی کالی گھٹا کے تیور دیکھ کر اس کی زد سے بچنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کا جو زندہ نشان ظاہر فرمایا اس کی روئداد آپ یوں بیان فرماتے ہیں۔

''چنانچہ جب لوگ موٹے موٹے قطرات کے گرنے سے اِدھر اُدھر ہلنے لگے اور بعض لوگوں نے فرش کو جو نیچے بچھایا ہوا تھا لپیٹنے کی تیاری کر لی تو میں نے اس سے منع کر دیا اور لوگوں کو تسلی دلائی کہ وہ اطمینان سے بیٹھے رہیں بادل ابھی چھٹ جائے گا یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ وہ بادل جو تیزی سے امنڈا چلا آتا تھا قدرتِ مطلقہ سے پیچھے ہٹ گیا اور بارش کے قطرات بھی بند ہو گئے۔ اور ہمارا جلسہ خدا تعالیٰ کے خاص فضل کے ماتحت کامیابی کے ساتھ سرانجام ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالک''۔ [1]

(حیات قدسی حصہ سوم صفحہ ۲۶۔ ۲۵)

---

[1] ''دعا سے ایک قُوتِ تقوین پیدا ہو جاتی ہے''

دعا سے متعلق حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کا ایک لطیف ارشاد

حضورؑ فرماتے ہیں:

''یہ بات اربابِ کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے کہ کامل کی دعا میں ایک قُوت تکوین پیدا ہو جاتی ہے یعنی باذنہٖ تعالیٰ وہ دعا عالمِ سفلی اور عُلوی میں تصرف کرتی ہے اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے جو طرف موئید مطلوب ہے خدا تعالی کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں بلکہ اعجاز کی بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابتِ دعا ہی ہے''

(برکات الدعا، روحانی خزائن، جلد ۶ صفحہ ۹ تا ۱۰)

”چوتھا واقعہ“

”اے خدا تو مومن اور فاسق میں فرق ظاہر فرمادے“

غازی کوٹ (ضلع گورداسپور) میں خدا تعالیٰ کی قدرت کا دوہرا نشان

حضرت بانی سلسلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالَم کو اک عالَم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسِ رہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہوکر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہوکر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

اِن اشعار کی عملی صداقت کے اظہار کے طور پر وہ واقعہ رونما ہوا جس میں مخالفوں نے محض شرارت اور دشمنی پر مبنی اپنی تدبیروں کو اپنی آنکھوں کے سامنے خاک میں ملتے دیکھا دوسری طرف مسیح پاک کے خادموں نے بھی خدا کی نصرت و تائید کا چمکتا ہوا نشان اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا۔ یہ سب کچھ سلسلہ کے اسی بزرگ اور درویش بندے کی عاجزانہ دعاؤں کے نتیجے میں ہوا جن کے دو واقعات اوپر بیان کئے جاچکے ہیں یعنی حضرت مولانا غلام

رسول صاحب راجیکیؒ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

''اسی قسم کا ایک واقعہ اور کرشمۂ قدرت غازی کوٹ ضلع گورداسپور میں ظہور پذیر ہوا چوہدری منتھے خاں صاحب جو گاؤں مذکور کے رئیس اور مخلص احمدی تھے نے وہاں ایک تبلیغی جلسہ کا انتظام کیا اور علاوہ مبلغین اور مقررین کے اردگرد کے احمدی احباب کو بھی اس میں شمولیت کی دعوت دی۔ جلسہ دودن کے لئے مقرر کیا گیا جب غیر احمدیوں کو اس جلسہ کا علم ہوا تو انہوں نے بھی اپنے علماء کو جو فحش گوئی اور دشنام دہی میں خاص شہرت رکھتے تھے مدعو کر لیا اور ہماری جلسہ گاہ کے قریب ہی اپنا سائبان لگا کر اور اسٹیج بنا کر حسب عادت سلسلۂ حقہ اور اس کے پیشواؤں اور بزرگوں کے خلاف سب دشتم شروع کر دیا۔ ابھی چند منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ ایک طرف سے سخت آندھی اُٹھی اور اس طوفانِ باد نے انہی کے جلسہ کا رُخ کیا اور ایسا اودھم مچایا کہ ان کا سائبان اُڑ کر کہیں جا گرا، قناتیں کسی اَور طرف جا پڑیں اور حاضرینِ جلسہ کے چہرے اور سَر گَرد سے اَٹ گئے۔ یہاں تک کہ ان کی شکلیں دکھائی نہ دیتی تھیں۔ ۱۲ بجے دوپہر تک جو غیر احمدیوں کا پروگرام تھا وہ سب کا سب طوفانِ باد کی نذر ہو گیا'' آگے فرماتے ہیں۔

''ہمارا جلسہ ۱۲ بجے کے بعد شروع ہونا تھا اور سب سے پہلی تقریر میری تھی۔ آندھی کا سلسلہ ابھی چل رہا تھا کہ مجھے اسٹیج پر بلایا گیا۔ میں نے سب حاضرین کی خدمت میں عرض کیا کہ سب احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے جلسہ کو ہر طرح سے کامیاب کرے چنانچہ میں نے سب حاضرین سمیت دعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے اور خدا تعالیٰ کے حضور عرض کیا:

’اے مولیٰ کریم تو نے خود ہی قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ مخلص اور مومنین اور فاسق و کافر برابر نہیں ہو سکتے اور تجھے معلوم ہے کہ غیر احمدیوں کے جلسہ کی غرض تیرے پاک مسیح کی ہجو اور تکذیب کے سوا کچھ نہیں اور ہماری غرض تیرے پاک مسیح کی تصدیق اور توصیف کے سوا اور کچھ نہیں اگر دونوں مقاصد میں تیرے نزدیک کوئی فرق ہے تو اس آندھی کے ذریعہ اس فرق کو ظاہر فرما اور اس آندھی کے مسلط کرنے والے ملائکہ کو حکم دے کہ وہ اس کو تھام لیں تا کہ ہم جلسہ کی کارروائی کو عمل میں لا کر اِعلاءِ کلمۃ اللہ کر سکیں‘۔

آپ فرماتے ہیں۔

”ابھی میں دعا کر ہی رہا تھا اور سب احباب بھی میری معیت میں ہاتھ اُٹھائے ہوئے تھے کہ یکدم آندھی رُک گئی اور ایسی رُکی کہ ریاحِ عاصفہ سے بادِ نسیم میں تبدیل ہو گئی اور چند منٹ تک ہوا میں بالکل سکون ہو گیا اور ہمارا جلسہ بخیر و خوبی سر انجام پایا۔ خدا تعالیٰ کی نصرت کے یہ سب کرشمے اُس کے پاک مسیح موعود اور نائب الرسول اور اس کے عظیم الشان خلفاء کی خاطر اور ان کی برکت سے ظاہر ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک“۔

(’حیات قدسی‘ حصہ سوم صفحہ ۲۷۔۲۶)

پانچواں واقعہ

’’ہم تیرے پیارے مہدی کا پیغام پہنچانے آئے ہیں‘‘

آئیوری کوسٹ میں ظاہر ہونے والا نشانِ قدرت

اب جماعت کے موجودہ امام اور سلسلہ احمدیہ کے چوتھے خلیفہ حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کا جلسہ انگلستان منعقدہ ۱۹۹۹ء کے موقع پر بیان کردہ آئیوری کوسٹ میں ظاہر ہونے والا اسی قسم کا ایک نشان درج کیا جاتا ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

’’آئیوری کوسٹ کے امیر صاحب لکھتے ہیں۔

’’جب ہمارا تبلیغی وفد جرنوسو گاؤں میں پہنچا تو سارا دن موسلا دھا بارش ہوتی رہی۔مغرب کے قریب بارش تھمی تو ہم نے تبلیغی نشست کا اعلان کیا۔ عشاء کے بعد مجلس کا آغاز ہوا۔چاروں طرف سے کالی گھٹا نے گھیر لیا اور احساس ہو رہا تھا کہ کسی بھی لمحہ موسلا دھار بارش ہمارے پروگرام میں حائل ہو جائیگی چنانچہ خدا کے حضور عاجزانہ عرض کی کہ تیرے پیارے مہدی کا پیغام پہنچانے آئے ہیں یہ بادل بھی تیرے ہی قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اے خدا یہ دعا تو نہیں کرتے کہ تیری رحمت کی بارش نہ برسے۔ہم تجھ سے صرف اتنی مہلت مانگتے ہیں کہ یہ پیغام روحانی پیاسوں تک پہنچا سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہم عاجزوں کی دعاؤں کو اس انداز سے شرف قبولیت بخشا کہ تمام پروگراموں کے دوران خدا کے فضلوں نے بادلوں کو تھامے رکھا۔ کامیاب انداز میں تبلیغ کا پیغام ختم ہوا۔لوگوں نے بیعت سے متعلق اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ ہم اپنی رہائش گاہوں تک پہنچے ہی تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور ساری رات ہوتی رہی۔صبح سات بجے کے قریب بارش رُکی اور روحانی بارش کا آغاز ہوا اور دوپہر تک

بفضلہٖ تعالیٰ 3775 بیعتیں ہوئیں۔ بیعتوں کا سلسلہ مکمل ہوا ہی تھا کہ پھر سے بارش ہونا شروع ہوگئی''۔ ؁

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں۔

''اب یہ اتفاق کے بعد اتفاق تو نہیں ہوسکتے۔ یہ زندہ خدا ہے جو جماعت کی تائید میں کھڑا ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

مسئلہِ استجابتِ دعا

از افادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

؁ مومن کی دعا سے بارش کا ہونا یا رُک جانا، ایک ایسی مشہود حقیقت ہے جس کے ثبوت میں متعدد واقعات بطور نشاناتِ الٰہیہ اُوپر درج کئے گئے ہیں۔ ذیل میں استجابت دعا کے بارے میں حضرت بانیٔ سلسلہؑ کا ایک بصیرت افروز بیان قارئین کے افادۂ روحانی کی غرض سے درج کیا جاتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

''استجابتِ دعا کا مسئلہ درحقیقت دعا کے مسئلہ کی ایک فرع ہے ...... دعا کی ماہیّت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے ربّ میں ایک تعلق جاذبہ ہے یعنی پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدا تعالیٰ اس سے نزدیک ہوجاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواصِ عجیبہ پیدا کرتا ہے سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہوکر خدا کی طرف کامل یقین اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہوکر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے۔ پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہِ اُلوہیت ہے اور اسکے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ تب اسکی روح آستانہ الوہیت پر سر رکھ دیتی ہے اور قوتِ جذب جو اسکے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ تب اللہ جلّ شانہ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادیٔ اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر بارش کے لئے دعا ہے تو بعد استجابتِ دعا کے وہ اسبابِ طبعیہ جو بارش کے لئے ضروری ہوتے ہیں، اس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں اور اگر قحط کے لئے دعا ہے تو قادرِ مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کردیتا ہے''۔ (برکات الدعاؑ، روحانی خزائن، جلد ۶ صفحہ ۹ تا ۱۰)

چند متفرق نشانات

پہلا نشان

’’دیکھو میرے پیر کی کرامت‘‘

حضرت بانی سلسلہؑ کے ایک غلام نے ایک دھریہ کو حیران کردیا

ہماری عزیزہ بہن محترمہ امۃ الکریم صاحبہ (ان کی اپنی قبولیتِ دعا کے نشانات کا ذکر اگلی جلدوں میں آرہا ہے) ایم اے لیکچرار گورنمنٹ کالج برائے خواتین رحیم یارخان اپنے مرحوم والد صاحب کے ذکر میں تحریر فرماتی ہیں۔

’’ہمارے ابا جان محترم (محمد عبداللہ صاحب بھٹی) فرماتے تھے کہ ’ایک مرتبہ میں بہت بیمار پڑ گیا۔ بخار ہونے لگ گیا اور جسم یوں ہو گیا جیسے جان ہی نہ ہو۔ دوسرے اٹھا کر لے جاتے تھے میں خود بغیر کسی کی مدد کے نہیں چل سکتا تھا۔ میرے ایک استاد دھریہ تھے انہوں نے کہا کہ تمہارا پیر فلاں دن یہاں لدھیانہ آرہا ہے تم اس سے دعا کیوں نہیں کرواتے۔ (یہ خلافت ثانیہ کا زمانہ تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس وقت لدھیانہ میں وہ مقام دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے تھے جہاں ۱۸۸۹ء میں پہلی بیعت ہوئی تھی۔ ناقل) مجھے جب یہ معلوم ہوا تو میں اپنے بہنوئی کے ہمراہ ٹانگے پر اس مکان پر پہنچ گیا۔ چونکہ میں کھڑا بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ اسلئے بھائی صاحب (بہنوئی ماسٹر محمد رمضان صاحب) نے مجھے ایک جگہ بٹھا دیا کہ حضور یہاں تشریف فرما ہوں گے اسلئے قریب بیٹھے رہو۔ ایک رقعہ میں نے دعا کیلئے پہلے ہی لکھوا لیا تھا جس میں یہ لکھوایا کہ پیر بھگت مریضوں پر دم کیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ گھر پر نہ تھے کہ ایک کوڑھی آیا ان کی بیوی

گھر پر تھی۔ انہوں نے سوچا کہ یہ شخص نامراد نہ جائے۔ کہنے لگیں لاؤ۔ میں دم کرتی ہوں اور اسے سامنے بٹھا کر تین مرتبہ کہا ’رام۔ رام۔ رام۔‘ جب پیر بھگت آئے تو ان کی بیوی نے واقعہ سنایا کہنے لگے: ’تین مرتبہ کہنے کی کیا ضرورت تھی ایک بار ہی کہہ دیتی، تو آرام آجاتا۔‘ اسلئے میں آپ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا کریں۔ جسطرح وہ مریض صحت یاب ہوتے تھے میں بھی ہو جاؤں میں ایسے ایسے بیمار ہوں یعنی بیماری کا ذکر کیا اور پھر حضور کے تشریف لانے پر میں نے وہ دعا والا رقعہ حضور کو دے دیا۔ اب جب حضور آخری دعا فرما رہے تھے تو اچانک مجھے اپنی ٹانگوں پر چیونٹیوں کے رینگنے کا احساس ہوا۔ جب کثرت سے جھنجھناہٹ ہونے لگی تو میں نے دعا سے توجہ ہٹا کر اپنی ٹانگوں کو دیکھنا شروع کیا۔ دعا کافی لمبی تھی جس پر میری توجہ دعا سے بالکل ہٹ چکی تھی۔ حضور دعا کروا چکے اور اُٹھکر چل پڑے اور کار پر واپس تشریف لے گئے۔ لوگ بھی بھاگم بھاگ ساتھ گئے۔ میں بھی اچانک اٹھ کھڑا ہوا اور چلنے لگا۔ مجھے یاد ہی نہ رہا کہ میں تو اٹھنے سے بھی لاچار تھا۔ میں بھاگتے ہوئے مختصر راستہ سے اس چوک تک آیا جہاں سے حضور کی کار گزرنا تھی۔ میں جب پہنچا تو کار گزر رہی تھی میں تو اپنے خدا اور اس کی رحمت پر قربان ہی ہو گیا۔ اور دھریہ استاد کو جا کر دکھایا کہ دیکھو میرے پیر کی کرامات کہ میں خود چل کر واپس آیا ہوں۔ وہ حیران رہ گیا۔“ (مکتوب نمبر ۱۸ مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۷۹ء)

۱؎ عزیزہ امۃ الکریم صاحبہ اپنے والد صاحب (محترم محمد عبداللہ خان صاحب بھٹی مرحوم) کا تعارف کراتے ہوئے فرماتی ہیں:
پ بہت متوکل، مخلص اور احمدیت کے فدائی تھے۔ ۱۹۲۰ء میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بہت عبادت گذار تھے۔ بہت سے خدا ے جلوے دیکھے۔ آپکے توکل کا یہ عالم تھا کہ دعا مانگتے اور پھر اتنا یقین ہو جاتا کہ ہمیں دن اور وقت بتا دیتے مثلاً ہمارے بھائی جھنگ سے باہر رہتے ہیں ب کسی بیٹے سے ملنے کو دل چاہتا تو خدا سے دعا مانگتے کہ میرے بیٹے سے ملا دے پھر ہمیں فرماتے: ’کل، پرسوں یا فلاں دن میرا فلاں بیٹا آجائیگا۔ میں نے را سے اسکے ملنے کیلئے عرض کی ہے‘ اور خدا کی قدرت کہ اسی دن بھائی آن موجود ہوتے۔ یہ ایک مرتبہ نہیں، سینکڑوں مرتبہ ایسا دیکھنے میں آیا پھر ان کے آنے ورا خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے، شکرانہ کے نفل ادا کرتے“ (بقیہ حاشیہ، اگلے واقعہ کے آخر پر ملاحظہ فرمائیں)

دوسرا نشان

''آج سے آٹھویں روز میرے گھر میں عبدالرشید پیدا ہوگا''

ایک باغیرت احمدی نے ایک ہندو پنڈت کا منہ بند کردیا

یہ دوسرا واقعہ جو ہماری اسی محترمہ بہن کا اپنے والد صاحب مرحوم کی زبانی بیان کردہ ہے۔ بتاتا ہے کہ کس طرح انہوں نے ایک دفعہ ایک ہندو معترض کی جھوٹی تعلّی کا منہ توڑ جواب دیکر اسے ایسا شرمندہ کیا کہ اس سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ چنانچہ وہ اپنے ابّا جان سے روایت کرتی ہیں کہ وہ فرماتے تھے:۔

''اکثر میرا مناظرہ ہندوؤں اور آریہ لوگوں سے ہوتا رہتا۔ایک دن میں اور کچھ دوست ایک ہندو کے مکان پر (وہ مذہبی قسم کا آدمی تھا) بیٹھے تھے اور بحث چھڑ گئی ایک مسلمان عبدالرشید نے ہندو رہنما شردھانند[1] کو قتل کردیا تھا۔ وہ ہندو کہنے لگا بڑے جوش سے کہ کیا ہوا ایک شردھانند قتل ہوا ہے۔ تو اَور بہت سے شردھانند پیدا ہوں گے اور تم میں کوئی رشید نہ پیدا ہوا نہ ہوگا اور ہمارے شردھانند تمہارے رشید کا بدلہ لیں گے۔ میں جوش میں آگیا۔ نجانے میرے منہ سے کیسے نکل گیا کہ پنڈت جی تم کیسی بات کرتے ہو۔ آج سے ٹھیک آٹھویں دن میرے گھر میں عبدالرشید پیدا ہوگا۔ تم شردھانند پیدا کر کے دکھانا۔ وہ جمعہ کا روز تھا۔ میں یہ کہہ کر واپس آگیا گھر آتے ہوئے میں راستے میں بیٹھ گیا۔ اتنا رویا کہ خدایا یہ میرے منہ سے کیا نکل گیا تو معاف کر۔''

آگے فرماتے ہیں:

---

[1] شردھانند ایک متعصب ہندو تھا جس نے آنحضرت ﷺ کی ہجو میں ایک کتاب ''رنگیلا رسول'' کے عنوان سے لکھی۔اس میں آپؐ اور آپؐ کی ازدواج مطہراتؓ نیز آپؐ کے صحابہؓ پر فحش الزامات لگائے گئے تھے۔

''اِدھر میری جان پر بنی ہوئی تھی۔ جوں جوں دن گزرتے جاتے میری حالت غیر ہوتی جاتی۔ آٹھویں دن تو بہت بری حالت تھی۔ صبح سے ہی بہت دعائیں مانگ رہا تھا ویسے گھر میں میری بیوی کو تکلیف بھی محسوس ہوئی تو دایہ کو بلوایا ہوا تھا۔ میں ایک کونے میں الگ بیٹھا دعائیں مانگ رہا تھا۔ میری غیرت کا سوال تھا۔ اسلام کی عزت کا سوال تھا یہاں حق و باطل کا مقابلہ اور غیرت کا سوال تھا۔ تقریباً دس یا گیارہ بجے دائی نے آکر مجھے کہا مبارک ہو۔ میں نے کہا جواب ابھی آکر دیتا ہوں میں نے سائیکل اٹھائی اور اس برہمن کے گھر کی طرف چل پڑا۔ تقریباً ۴۔۵ میل کا فاصلہ تھا۔ وہاں جاکر اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے اُوپر چوبارے سے سر نکال کر دیکھا اور پوچھا کیا بات ہے۔ میں نے زور سے آواز دی کہ میرے گھر میں رشید پیدا ہو گیا ہے۔ پنڈت رام جی تم شردھانند پیدا کر کے دکھادو۔ وہ شخص نیچے اتر آیا۔ کہنے لگا دانتوں میں انگلی دبا کر کہ 'ماسٹر جی اگر تم کہتے کہ تمہارا بیڑا غرق ہو جائے تو یہ بھی ہو جاتا'۔'' (مکتوب نمبر ۱۸ مورخہ ۲۲/اگست ۱۹۷۹ء)

(مکرم محمد عبداللہ خان صاحب کا بقیہ تعارف)

پھر فرماتی ہیں: ''بڑے اللہ والے انسان تھے۔ ان کی زندگی میں میں نے ہمیشہ ان کو خدا سے التجا کرتے اور پھر اگر کوئی اشارہ ملتا تو اس پر پورا یقین رکھتے دیکھا .... اپنی وفات کے بارے میں آپ نے دو تین بار خوابیں دیکھیں۔ ایک بار سخت بیمار ہو گئے تو امی جان سے کہنے لگے کہ (مرحوم) ماسٹر صاحب (مراد میرے پھوپھا ماسٹر محمد رمضان صاحب) آئے تھے اور کہ رہے تھے کہ اب بہت ہو چکا، اب واپس چلو۔ ہم لینے آئے ہیں اور بھی وفات یافتہ بزرگ ان کے ساتھ تھے۔ میں نے کہا 'میرے بچے چھوٹے ہیں۔ میں کیسے جا سکتا ہوں۔ یہ کیا کرینگے' تو کہنے لگے 'اچھا جیسے تمہاری مرضی' پھر ابا جان ٹھیک ہو گئے .... ۶۴ء میں پھر سخت بیمار ہو گئے۔ اس دوران خواب میں دیکھا کہ خدا کی طرف سے آواز آئی ہے کہ '۸۰ کے قریب فوت ہو گا' .... چنانچہ آپ مئی ۸۷ء میں فوت ہوئے۔ وفات سے چند دن پہلے جبکہ آپ ظاہری لحاظ سے بالکل ٹھیک ٹھاک تھے، آپ نے خواب میں دیکھا 'میں مر گیا ہوں اور لوگ مجھے نہلا کر کفن پہنا کر ٹرک پر لیجا رہے ہیں کہ میں حرکت میں آکر اُٹھ بیٹھا۔ سب کہنے لگے کہ ٹھیک ہو گیا ہے، زندہ ہو گیا ہے مگر ایک آواز آئی کہ یہ تو اس نے سنبھالا لیا ہے، ورنہ وقت تو آ گیا ہے'۔ کہتے تھے 'میں یہ خواب دیکھ کر بہت پریشان ہوں، اللہ فضل کرے'۔ یہ تین یا چار مئی کی بات ہے۔ اسکے ۱۳ یا ۱۴ دن بعد فوت ہو گئے۔ اس وقت آپکی عمر ۷۵ یا ۷۶ سال تھی (جو قمری لحاظ سے قریباً ۸۰ سال ہی بنتے ہیں)

(ملخص از مکتوب نمبر ۱۸)

تیسرا نشان

”صبح بارش تھم گئی ہے“

اللہ تعالیٰ نے ایک احمدی کی خواب پوری کردی

مکرم عبدالمجید صاحب خالد نیشنل بنک آف پاکستان لکھتے ہیں

”۱۹۵۳ء یا اس سال کے لگ بھگ شدید بارشیں ہو رہی تھیں ہمارے رشتہ داروں کے مکان وغیرہ سب گر چکے تھے (وہ کہتے رہتے تھے کہ مرزا کو کہو کہ ہماری ٹانگیں توڑے) وہ بھی ہمارے گھر جو گاؤں کے درمیان میں تھا آچکے تھے۔ رات کے وقت مجھے خواب آئی کہ صبح ۱۰۔۹ بجے بارش تھم گئی ہے اور سورج نکل آیا ہے اور لوگ گھروں کی مرمت کر رہے ہیں لیکن تھوڑی دیر بعد پھر بادل چھا گئے ہیں جس کی وجہ سے لوگ گھبرا گئے ہیں لیکن تھوڑی دیر بعد پھر آسمان صاف ہو گیا ہے اور پھر بارش نہیں ہوئی۔ صبح تقریباً ۸/۷ بجے یہ خواب میں نے اپنے ماموں (وہ سخت معاند احمدیت ہیں) صاحب کو سنائی انہوں نے مجھے کہا۔ یہ کوئی حالات ہیں بارش بند ہونے کے (اُس وقت بارش شدید ہو رہی تھی) تجھے تو مرزے کی طرح الہام ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم سے بالکل اِسی طرح ہوا اور میں نے ماموں صاحب سے عرض کی کہ ماموں صاحب! آپ تو مرزا صاحب کے الہام پوچھتے ہیں اب تو اُس کے مرید کا الہام دیکھ لیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ”ہاں بھائی! تم میں روحانیت تھی لیکن اب مرزائی ہونے سے تم میں مٹی بھر چکی ہے“ یعنی اتنا بڑا نشان دیکھ کر بھی وہ صداقتِ احمدیت سے منکر رہے“۔

(مکتوب نمبر ۸۵ مورخہ ۹۔۷۔۳۔۱۳)

چوتھا نشان

''ایسے قواعد نہیں ہیں تو اب بنائے جائیں''

مخالفین اپنے منصوبہ کو ناکام دیکھ کر شرمسار ہو گئے

ایک اور احمدی نوجوان کے ساتھ یہ بیتا ہوا واقعہ بتاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے انکے افسرِ اعلیٰ کا دل ان کے لئے نرم کر کے ان کے دفتر کے تمام مخالفین کو شرمسار کیا اور ان کے منصوبہ کو کلیۃً ناکام کر کے اپنے درویش بندہ کی عزت اور آبرو پر حرف نہ آنے دیا۔ یہ احمدی ڈاکٹر (ھومیو) سید سعید خالد ہیں جو اِس نشان آسمانی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

''میں لاہور میں محکمہ ریلوے میں ملازم تھا اور ایسے محکمہ میں ملازم ہوا تھا جو بالکل نیا ہی تھا اور سب سے پہلا میں ہی آدمی تھا جو اس محکمہ میں ملازم رکھا گیا تھا۔ میرے اوپر بڑا ایک افسر تھا جو احمدیت کی وجہ سے سخت مخالف تھا۔ میں ۲۲ روز کیلئے بیماری کی وجہ سے لاہور سے قادیان چلا گیا۔ جب واپس آیا تو میرے افسر نے میرے خلاف رپورٹ لکھدی کہ یہ عارضی ملازم ہے۔ ۲۲ دن غیر حاضر رہا ہے اسلئے ۲۲ دنوں کے تنخواہ کے پیسے نہ دے جاویں اور سالانہ ترقی بھی ۲۲ دن کے بعد دی جائے۔ وغیرہ وغیرہ جب اس نے خلاف رپورٹ تیار کر لی۔ تو میں نے منت سماجت کی کہ ایسی سخت رپورٹ نہ بھیجیں مگر اس نے کہا کہ 'بچُو اب ہی قابو آیا ہے اب تو تیرا اُوپر جو سکرٹری ہے وہ بھی قانون کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا'۔ یہ زبردست طعنہ دیکر اس نے رپورٹ بھیجدی۔ سارے دفتر میں شور مچ گیا کہ قادیانی قابو آ گیا۔ میں نے رات خوب دعا کی۔ یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں میری کسی کمزوری کی وجہ سے مسیح پاک کے نام پر کوئی دھبہ نہ آجاوے۔ دفتر میں بحث بڑی چلتی تھی اور ایک دفتر کا آدمی تو سخت گند اُچھالتا رہتا تھا۔''

خدا نے اپنے اس عاجز بندے کے درد مند دل سے نکلی ہوئی دعا کیسے سنی اور اپنے مسیح پاک کی برکت سے آپ کے دفتر کے سب مخالفین کو شرسار کر کے کیا نشان ظاہر فرمایا اس بارے میں آپ فرماتے ہیں،

''میں نے گھر آکر خوب دعا کرنی شروع کر دی۔ رات بھی خوب دُعا کر کے سو گیا۔عین صبح کی اذان سے ذرا پہلے خواب دیکھا کہ سید عبد الغفور صاحب ملے ہیں پھر اپنے بزرگ سید حسن شاہ صاحب کو دیکھا۔ پھر دیکھا کہ میری والدہ دودھ کا گلاس لائی ہیں اور میں نے یہ گلاس دودھ کا پی لیا ہے جب دودھ پی چکا تھا تو آنکھ کھل گئی۔ اس نظارہ کو خواب میں دیکھا تو دل کو تسکین ہو گئی۔ دوسرے دن دفتر گیا یہ سوچتے ہوئے کہ اب افسر نے کیا میرے متعلق لکھا ہو گا شائد میں دفتر میں سب سے پہلے گیا تھا۔ وہاں دیکھا کہ میری پرسنل فائل جس میں میرے خلاف رپورٹ بنا کر اوپر سیکرٹری کو بھیجی گئی تھی پڑی تھی۔ سیکرٹری نے اس کے اوپر بڑے زور آور الفاظ میں لکھا تھا کہ یہ ملازم مستقل ہے آئندہ کیلئے ملازم ایک ماہ تک چھٹی سالانہ لے سکتا ہے اگر ابھی تک ایسے قواعد نہیں ہیں تو اب بنائے جائیں اور ۲۲ دن رخصت تصوّر کی جاوے اور اِن دنوں کے تنخواہ کے پیسے دیئے جاویں Immediate افسر کو اپنے ماتحتوں کے خلاف ایسا نہیں لکھنا چاہئے۔ وغیرہ وغیرہ۔''

(مکتوب نمبر 85 مورخہ 13.3.79)

پانچواں واقعہ

''گٹھڑی بھی واپس لے لی ہے اور سامان بھی''

ایک مربیِ سلسلہ کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والا خدا تعالیٰ کا نشان

مکرم محمد اسد اللہ قریشی صاحب (مربیِ سلسلہ گلگت) تحریر فرماتے ہیں کہ

''جس سال مجھے ادارۂ فضل عمر فاؤنڈیشن (ربوہ) [1] کی طرف سے اپنا انعامی مقالہ بعنوان ''انبیاء پاک و ہند'' لکھنے پر انعام ملا (اس انعام کی مقدار مبلغ ایک ہزار روپے تھی) تو میں نے خواب دیکھا (یہ جون ۱۹۶۹ء کی بات ہے) کہ میرے کمرے کے اندر کوئی چور گھس کر وہاں سے میرا نقد ایک ہزار روپیہ جو مجھے اس ہفتہ فضل عمر فاؤنڈیشن سے مقالہ پیش کرنے پر انعام ملا تھا مع سامان گٹھڑی باندھ کر لے جا رہا ہے وہ ابھی کمرے سے نکلا ہی ہے کہ میں نے اسے پکڑ لیا ہے اور اس سے گٹھڑی واپس لے لی ہے اور ایک ہزار روپے بھی رکھوا لیا ہے۔''

اب یہ خواب کیسے پورا ہوا اور پھر اس کے پورا ہو جانے پر مخالفین احمدیت جنہوں نے میرے نقصان کی خبر ملنے پر خوشی کے جشن منائے تھے کیسے شرمندہ ہوئے۔ یہ ایک دلچسپ کہانی ہے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

''خاکسار ۲۰؍جون ۶۹ء کو ربوہ سے کوٹلی آزاد کشمیر روانہ ہوا جہاں کیلئے میں بحیثیت مربی سلسلہ متعین تھا اور ایک ہزار روپیہ مع مختصر سامان کی گٹھڑی بھی ہمراہ تھی۔ راولپنڈی سے کوٹلی کیلئے گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی بس جس پر میں موضع نکیال کی ایک سواری کے ساتھ سوار تھا نارہ متور نامی مقام پر ٹھہری میں یہاں چائے کی دکان پر چائے پینے بیٹھا کہ بس نکل گئی اور میں

---

[1] ادارہ 'فضل عمر فاؤنڈیشن' جماعت کی مرکزی انتظامیہ کے تحت قائم کردہ وہ ادارہ ہے جو جماعت کے اندر علمی اور تحقیقی ذوق پیدا کرنے کی غرض سے ہر سال اچھے اور معیاری تحریری اور تصنیفی کاموں پر انعامات دیتا ہے۔

پیچھے رہ گیا۔ میں نے چند گھنٹوں کے بعد دوسری بس پکڑ لی مگر جب کوٹلی پہنچا تو میرا سامان مع ایک ہزار روپیہ گم تھا۔ اُسی وقت میں نے کوٹلی سے ایک اور دوست ظہور احمد صاحب کو جو نکیال کے علاقہ کا واقف تھا جیپ کے ساتھ ہمراہ لیا اس خیال سے کہ شاید وہ سواری سامان اکٹھا کر کے لے گئی جو میری ساتھ والی سیٹ پر نکیال جانے والی بیٹھی تھی۔ نکیال پہنچ کر ہم نے پولیس والوں کو اطلاع دی اور پھر ہوٹلوں وغیرہ سے پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ نکیال جو سواریاں اُتری تھیں وہ ڈبسی کی تھیں جو یہاں سے چار پانچ میل دُور دشوار گذار پہاڑ پر جنگلی علاقہ میں ایک گاؤں ہے۔ اب شام ہو چکی تھی ہم نے روشنی کا انتظام کر کے موضع ڈبسی کی طرف جانے کا فیصلہ کیا اور راتوں رات روانہ ہو گئے۔ ڈبسی میں جا کر تین سواریوں سے تو سامان نہیں ملا۔ چوتھی سواری غلام حسین نامی سے سامان کا پتہ مل گیا اور اُس نے اقرار کر لیا کہ میں سامان اٹھا کر لایا ہوں چنانچہ گٹھڑی اور بیگ منگوا لئے گئے تو ایک ہزار روپیہ کا وہ لفافہ بھی مل گیا جس پر لکھا ہوا تھا ''فضل عمر فاؤنڈیشن کی طرف سے انعام'' دوسرے دن واپس کوٹلی آ گئے۔ کوٹلی کے مخالف لوگوں نے بازار میں خوشی منائی تھی کہ احمدی مولوی کا ایک ہزار روپیہ چوری ہو گیا۔ اب وہ ہرگز نہیں ملنے کا۔ بعض نے کہا اگر ملا تو احمدی ہو جائیں گے۔ خدا کا کرنا جب راستہ کے لوگوں نے جو یہ کہانی سن چکے تھے اور کوٹلی والوں نے بھی سنا کہ مولوی صاحب کی چوری برآمد ہو گئی ہے اور ایک ہزار روپیہ بھی مل گیا ہے تو مخالفین شرمندہ ہو گئے اور اس طرح خدا کی غیبی امداد اور دعاؤں کی قبولیت کا ایسا نشان ظاہر ہوا کہ پورے علاقہ میں اس کی شہرت ہو گئی لوگ حیران تھے کہ جس رقم اور سامان کو شائد پولیس بھی برآمد نہ کرا سکتی وہ کس طرح سب کا سب برآمد ہو گیا۔''

(مکتوب نمبر 5 7 مورخہ 2.4.79)

چھٹا نشان

''میں ولی ہوں''

ایک احمدی درویش کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ اس کی ولایت کا نشان بن گئے

مکرم محمد فقیر اللہ خان صاحب ساکن موضع گھٹیالیاں (ضلع سیالکوٹ) تحریر فرماتے ہیں۔

''موضع کھوتّ ضلع گوجرانوالہ کا ایک شخص مقبول نامی عرف قُولا ایک زبردست قسم کا بدمعاش نوجوان تھا۔ جس کے ہاتھوں موضع دھیرووالی کا ایک نوجوان قتل ہوگیا۔ اس پر مقدمہ چلا اور اسے گرفتار کرلیا گیا۔ جن دنوں وہ زیر حراست تھا تو جس نوجوان کو اس نے قتل کیا تھا اس کا چچازاد بھائی برکت ولد حسین میرے پاس آیا (اس وقت میرے چچازاد بھائی غلام نبی اور رحمت علی چوکیدار بھی بیٹھے ہوئے تھے) اور باتوں باتوں میں کہنے لگا 'میرزائیوں میں اولیاء اللہ نہیں ہوسکتے' ۔ مجھے غیرت آئی اور میں نے کہا کہ 'میں ولی ہوں' یہ سن کر وہ جھٹ بولا کہ اچھا کوئی کرامت دکھاؤ۔ میں نے کہا 'قُولا کھُلا اور بری' یعنی مقبول عرف قُولا جیل سے نکل آئے گا اور بری بھی ہوجائے گا چونکہ وہ (قُولا) اس کے چچازاد بھائی کا قاتل تھا اسے یہ سن کر طیش آگیا اور وہ کہنے لگا 'اگر قُولا بری ہوجائے تو میں احمدی ہو جاؤں گا'۔ مزید اس نے یہ کہا ہم نے ہزاروں روپے اِس مقدمہ پر خرچ کرڈالے ہیں اور گواہوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے سفید دن کے وقت یہ قتل ہوا۔ گولیاں چلتی ہوئی ساری دنیا نے دیکھی ہیں۔ یہ سب شہادتیں ہمارے پاس ہیں۔ بھلا وہ بری کس طرح ہوسکتا ہے۔ میں نے کہا

خدا کی مرضی سے ہو سکتا ہے یہ بات گاؤں کے اکثر لوگوں کو معلوم ہو گئی۔''

اب اللہ تعالیٰ نے ایک درویش احمدی کے منہ سے نکلی ہوئی بات کیسے پوری فرمائی اور مخالف کس طرح شرمندہ اور خاموش ہو گئے اس کی تفصیل مکرم محمد فقیر اللہ خاں نے یوں بیان فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

''گوجرانوالہ کے ایک رئیس کو ووٹوں کے بارے میں مقبول (عرف قُولا) کی مدد درکار تھی۔ اس نے اس کی ضمانت کرا کر اسے آزاد کرا لیا۔ اس طرح قولا حراست سے باہر نکل آیا۔ یہ بات جب مجھے کوٹ آغاں کے ایک مدرس امین اللہ ولد بشیر احمد نے بتائی تو میں خود حیران ہوا کہ قاتل کی ضمانت وہ کہنے لگا چچا یہ بالکل صحیح بات ہے مقبول کی ضمانت ہو گئی ہے۔ اور آپ کی بات پوری ہو کر رہے گی انشاء اللہ۔ اس کے کچھ عرصہ بعد جب مقدمہ قتل کا فیصلہ ہوا جو اسی عرصہ میں ہوا جبکہ وہ ضمانت پر باہر تھا تو وہ بری ہو گیا اور اس طرح کھلے کا کھلا رہ گیا۔''

(خاکسار راقم الحروف کے بذریعہ خط دریافت کرنے پر مکرم فقیر اللہ خان[1] صاحب نے تحریر فرمایا کہ ''قُولے کے متعلق مجھے اللہ تعالیٰ نے پہلے بذریعہ خواب بتایا ہوا تھا کہ وہ بری ہو جائے گا۔ جب برکت نے طعنہ دیا کہ ولی ہو تو کرامات دکھاؤ تو میں نے کہا کہ 'قولا کھلّا اور بری'۔'')

(مکتوب نمبر ۶۔ مورخہ 4.1.78)

---

[1] آپ ۱۹۵۳ء میں احمدی ہوئے۔ قبولِ احمدیت سے قبل آپ سلسلہ کے سخت مخالف تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے آپ کو کچھ ایسے نظارے دکھائے کہ آپ پر احمدیت کی صداقت روشن ہو گئی (احمدیت کے بارے میں آپکو ہونے والی آسمانی رہنمائی کا ذکر 'درویشان احمدیت' کی جلد اوّل میں کیا جا چکا ہے)۔ احمدی ہو جانے کے بعد آپ پر روحانیت کا ایسا رنگ چڑھا کہ آپ کی ساری زندگی خوارق کا ایک حسین مرقع بن گئی۔ جب خاکسار کا خوابوں کے بارے میں 'الفضل' میں اعلان شائع ہوا تو آپ نے اپنی دو درجن کے قریب خوابیں اور کشوف خاکسار کو تحریر فرمائے جو خاکسار کے پاس محفوظ ہیں۔ ان میں سے اکثر خاکسار کی زیر تالیف کتاب 'درویشان احمدیت' کی مختلف جلدوں میں آ چکے ہیں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ آپ اپنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی اِس نعمت کو آنحضرت محمد ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنے کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ آپ عام طور پر دِن میں دس ہزار مرتبہ درود پڑھتے۔ آپکو تین بار آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ (ملخص از مکتوب نمبر ۶)

ساتواں نشان

ذیل میں درج کئے جانے والے تین واقعات وہ ہیں جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے چوتھے جانشین اور سلسلہ احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے معرکۃ الآرا خطاب فرمودہ 31 اگست 1999 برموقعہ جلسہ سالانہ انگلستان میں جماعت احمدیہ پر نازل ہونے والے نت نئے نشانات کے تذکرہ کے ضمن میں بیان فرمائے۔ چنانچہ آپ بیان فرماتے ہیں۔

''آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا''

سارے مخالفین عبرت کا نشان بن گئے

مکرم محمد شفیع اللہ صاحب صوبائی امیر کرناٹک (انڈیا) لکھتے ہیں۔

''شہر کے ایک علاقہ میں ہمارے ایک نو احمدی دوست مکرم محمد نور اللہ صاحب کی محلّہ کے مولویوں نے شدید مخالفت کی۔ یہاں تک کہ اس کے ہندو مالکِ مکان کو مسجد میں بلوا کر ڈرایا دھمکایا گیا کہ تم اس احمدی سے مکان خالی کروالو۔ اس دوران یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ آئندہ جمعہ کو اِس نو احمدی کے خلاف خطبہ دیا جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مولوی (امام مسجد) کے مقدّر میں کچھ اور ہی فیصلہ لکھا جا چکا تھا۔ ہُوا یوں کہ جب یہ مولوی اپنے گھر سے مسجد کیلئے روانہ ہوا تو راستے میں ایک سکوٹر نے ٹکر ماردی۔ وہ شدید زخمی ہوگیا اور دو دن زندہ رہ کر فوت ہوگیا۔ اس پر نومبائعین نے مخالفین کو کہا کہ 'یہ تو ابھی ابتداء ہے آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا'۔ اِس پر مخالفین نے شدید ردعمل کا اظہار کیا اور کہا کہ اچھا۔ ہم اپنے امام کی تدفین سے فارغ ہوکر تم سے ضرور انتقام لیں گے۔ اب خدا کا کرنا یہ ہوا کہ جب یہ سارے شریر جنازہ کے ساتھ کار پر روانہ ہوئے تو راستے

میں کار الٹ گئی اور اس میں موجود یہ سب مخالفین شدید زخمی ہو گئے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے انتقام کی تعلّی کرنے والوں کو عبرت کا نشان بنا دیا"۔ ؎

(خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ سارا واقعہ کرناٹک کے صوبائی امیر مکرم محمد شفیع اللہ صاحب نے خاکسار کو جلسہ سالانہ قادیان (منعقدہ ۱۶۔۱۷۔۱۸ نومبر ۲۰۰۰) کے موقع پر زبانی بھی سنایا۔ خاکسار کے استفسار پر کہ اس عبرت کے دوہرے نشان کو دیکھ کر کیا مخالفین کے کسی آدمی نے نصیحت پکڑی یا وہ احمدی ہو گیا۔ تو فرمایا کہ اُن میں سے کسی کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق تو نہیں ملی البتہ اب وہ مخالفت نہیں کرتے اور ہمیں دیکھ کر شرمندگی سے آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں۔)

ظالم اور مجرم لوگوں کی سزادہی کا آسمانی نظام

؎ مذکورہ بالا عبرت انگیز واقعہ کے ضمن میں حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کا بیان فرمودہ ایک نہایت اہم اور بصیرت افروز اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے حضور فرماتے ہیں:

"قانون صاف گواہی دیتا ہے کہ خدا کا یہ فعل بھی دنیا میں پایا جاتا ہے کہ وہ بعض اوقات بے حیا اور سخت دل مجرموں کی سزا ان کے ہاتھ سے دلواتا ہے سو وہ لوگ اپنی ذلّت اور تباہی کے سامان اپنے ہاتھ سے جمع کر لیتے ہیں اور ان کی نظر سے وہ امور اُس وقت تک مخفی رکھے جاتے ہیں جب تک خدا تعالیٰ کی قضا و قدر نازل ہو جائے"

(استفتاء، روحانی خزائن، جلد ۱۲ صفحہ ۱۱۵ تا ۱۱۶)

یہ انذاری عبارت بہت سے ایسے مخالفین کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے جو شریر طبع اور عاقبت نااندیش لوگوں کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنے آپ کو موردِ غضبِ الٰہی بنا لیتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ خدا کے غضب کی لاٹھی سے ڈریں اور اپنے اور اپنے بچوں پر رحم کرتے ہوئے خدا کے فرستادہ کی مخالفت ترک کر دیں۔

آٹھواں نشان

''خدا تیرے منہ میں گندگی ڈالے''

ایک دردمند احمدی کے منہ سے نکلی ہوئی دعا مخالف ہندو کے لئے عبرت کا نشان بن گئی

صوبہ ہماچل کے ایک دوست سراج الدین صاحب ا۔ جماعت میں شامل ہونے سے قبل ہر قسم کی برائی میں ملوث تھے اور اس علاقے میں جماعت کے شدید مخالف تھے انہوں نے غیر مسلموں کے ساتھ ملکر جماعت احمدیہ کے مبلغ کو اس علاقہ سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ خدا نے ان کو اس طرح ہدایت دی کہ جلسہ سالانہ ۱۹۹۸ء پر وہ قادیان گئے اور جماعت میں شامل ہو کر واپس لوٹے۔ قبولِ احمدیت کے بعد ان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایسی تبدیلی پیدا فرمائی کہ وہ جو شراب کا عادی تھا پنج وقتہ نماز کا عادی بن گیا۔ ماہ رمضان کے پورے روزے رکھنے شروع کر دئے۔

اس اچانک تبدیلی کو دیکھ کر ایک غیر مسلم متکبر مخالفِ اسلام نے ان کو طعنے دینے شروع کر دئے۔ گالیوں اور گندے الفاظ سے ان کا نام لیتا۔ ایک دن سراج الدین صاحب روزہ رکھ کر کسی کام سے جا رہے تھے کہ راستے میں وہی غیر مسلم ایک درخت کے اوپر چڑھ کر پتے کاٹ رہا تھا درخت کے نیچے اس کی بیوی کھڑی تھی اس (ہندو شخص) نے سراج الدین کو دیکھتے ہی انہیں گالیاں نکالنی شروع کر دیں۔ سراج الدین صاحب نے اسے سمجھایا کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ میں تو ایسے گندے اور تحقیر کے الفاظ منہ سے نہیں نکال سکتا۔ لیکن اس کے باوجود وہ (ہندو) اپنی شرارت سے باز نہ آیا آخر تنگ آکر انہوں نے اسے کہا کہ میری یہ دعا ہے کہ خدا تیرے منہ میں گندگی ڈالے تا کہ اسلام کے خلاف بکواس نہ کر سکے۔

ابھی یہ الفاظ ان کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ وہ ٹہنی ٹوٹنے کی وجہ سے درخت سے نیچے گرا اور عین اس درخت کے نیچے وہاں گرا جہاں گوبر پڑا ہوا تھا۔ جس میں وہ منہ کے بل آپڑا۔ تب اس کی

بیوی نے کہا۔

''اِسی وقت اِس احمدی سے معافی مانگو'۔اِس نشان کو دیکھ کر سراج الدین صاحب کا ایمان اور بھی مضبوط ہو گیا۔[1]

---

[1] سراج الدین صاحب اِس وقت صوبہ ہمہ چل میں اپنے علاقہ کی جماعت احمدیہ کے صدر ہیں اور بڑے اخلاص اور مالی قربانی کے جذبہ کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

نواں نشان

''خدا کی گرفت قریب ہے''

ایک معاند احمدیت کو انتباہ اور اس کا انجام

''مکرم منیر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت لکھتے ہیں:۔

''جماعت احمدیہ ضلع بیجاپور (کرناٹک) کا ایک شخص جس کا نام اسحٰق انگڑی تھا اور وکالت کرتا تھا۔ احمدیت کا شدید مخالف تھا۔ جہاں بھی احمدیت کا وفد جاتا اور تبلیغ کرتا یہ وکیل وہاں پہنچ جاتا اور جماعت کے خلاف لوگوں کو اکساتا اور مخالِفت میں شدت پیدا کر دیتا تھا چونکہ اس وکیل کا علاقہ میں اچھا خاصا اثر ورسوخ تھا اس لئے تمام لوگ اس کی باتوں میں آجاتے۔ ایک روز صبح کرناٹک کے صوبائی امیر (مکرم محمد شفیع اللہ صاحب) نے عبد الجبار مُلّاں (یہ شخص تاجر ہے اور اسحٰق انگڑی کے اچھے دوستوں میں تھا۔ ناقل) کی وساطت سے اسحٰق انگڑی کو خدا کے عذاب سے ڈرایا اور کہا کہ وہ دین کی مخالفت چھوڑ دے ورنہ خدائی گرفت قریب اور عذاب قریب ہے۔ یہ وہی عذاب اور گرفت ہے جس سے صدر پاکستان ضیاء الحق بھی بچ نہ سکا لیکن اس کے باوجود اسحٰق انگڑی نے اپنی مخالفت کا سلسلہ جاری رکھا خدا کا کرنا یوں ہوا کہ ایکدن وہ اپنے نو آدمیوں کے ساتھ اپنی گاڑی پر کہیں جا رہا تھا اسے جلد پہنچنا تھا۔ ڈرائیور سے کہنے لگا۔ گاڑی تیز چلاؤ۔ گاڑی تیز رفتاری سے جا رہی تھی کہ اچانک سامنے سے ایک ٹرک آ گیا جس کے نتیجے میں گاڑی اپنا توازن کھو بیٹھی وکیل انگڑی نے اپنی جان بچانے کیلئے کار کا دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی جس سے اس کا سر سنگلاخ زمین سے ٹکرا کر چکنا چور ہو گیا اور اسی وقت اس کی موت واقع

ہوگئی۔ یہ عجیب ہے کہ باقی لوگ بچ گئے اور گاڑی کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچا۔ یہ واقعہ بھی علاقے میں عبرت کا نشان بن چکا ہے'' [1]

یہ واقعہ بھی امیر صاحب کرناٹک (محمد شفیع اللہ صاحب) نے بعض تفصیلات کے ساتھ سنایا کہ بظاہر کوئی وجہ نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ جسے سزا دینا چاہتا تھا اس کو احمدیت کی صداقت کا نشان بنانے کیلئے چن لیا''۔

حرفِ آخر [2]

''درویشانِ احمدیت'' کی تالیف

[1] یہ جملہ نشانات جو درج کئے گئے ہیں، دراصل ظِلّ اور پَرتَو ہیں، اُن نشانات کا جو حضرت بانئ سلسلہؑ نے اپنی زندگی میں اپنے وجود میں صداقتِ اسلام اور اپنے منجانب اللہ ہونے کے ثبوت میں دنیا کو دکھلائے اور جن کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ

''ہماری جماعت، جس نے مجھے پہچانا ہے، کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اِن نشانات کو باسی نہ ہونے دیں - اِس سے قوت یقین پیدا ہوتی ہے - اس لئے ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ اِن نشانات کو پوشیدہ نہ رکھے - اور جس نے دیکھے ہیں وہ اُن کو بتلائے جو غائب ہیں.......اور اِن نشانات کو عمدہ براہین سے سجا سجا کر پیش کریں''

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۱۱۳)

حضور علیہ السلام کے اِسی ارشاد کی تعمیل میں اِس عاجز نے اِن نشانات کو اور اِن کے ظِلّ اور تتمہ کے طور پر آپؑ کے متّبعین کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے نشانات کو مختلف عناوین کے تحت جمع کرنے کی کوشش کی ہے وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللّٰہ (ملاحظہ ہو ٹائیٹل پیج کے اندرونی صفحہ پر دی گئی 'درویشان احمدیت' کے زیر تالیف حصص کی فہرست)۔ (مؤلف)

---

[2] یہ آخری واقعہ درج کرنے کے بعد چند ایک اَور واقعات حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کے ایک صحابی کے بیان کردہ ملے ہیں جو اگلے صفحات پر درج کئے جا رہے ہیں۔

حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے

چند نشانات

آخر پر چند ایک وہ نشانات درج کئے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کے ایک ابتدائی صحابی، حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ (المعروف 'سبز پگڑی والے') کے ہاتھ پر ظاہر فرمائے (آپ کا مکمل تعارف اور آپ کے علمی معرکوں میں عیسائی، ہندوؤں اور غیر احمدی علماء کو لاجواب کرنے والے واقعات کا بیان باب اوّل میں آچکا ہے)

پہلا نشان

''میری اپنی آنکھیں اشکبار ہو گئیں''

ایک برہمن لڑکی کی معجزانہ شفایابی

یہ نشان جو آپکی دعا کی برکت سے وقوع پذیر ہوا اور جسے بیشمار ہندوؤں اور مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، ایک ایسے علاقے میں ظاہر ہوا جہاں کے مسلمانوں کو یہ کہہ کر ہندو بنایا جا رہا تھا کہ اسلام میں کیا دھرا ہے، تم ہندو ہو جاؤ تو تمہاری دنیا بھی سنور جائیگی اور دین بھی سنور جائیگا - یہ کیسے ظاہر ہوا، یہ قدرتِ خداوندی کا ایک نشان ہے جو حضرت بانئ سلسلہؑ کے ایک ادنیٰ غلام کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے دکھایا تا اسلام کا بول بالا ہو - اسکی دلچسپ اور ایمانوں کو تازہ کرنے والی روئداد جو حضرت مولوی صاحب موصوف نے اپنی خودنوشت داستان ''میری یادیں'' میں بیان فرمائی ہے، اِس طرح پر ہے کہ جن ایام میں آپ ملکانہ (یو-پی) کے علاقے میں شُدھی کی تحریک[1] کے دفاع کے سلسلے میں مرکز (قادیان) کی طرف سے بھجوائے گئے تھے (اُس وقت آپ ایک چھوٹے سے گاؤں 'لوہاری' میں مقیم تھے) تو قریب کے گاؤں کی ایک برہمن لڑکی کسی پُراسرار

[۱] یہ تحریک ایک متعصب آریہ شردھانند نامی شخص کی طرف سے اس اعلان کے نتیجے میں شروع ہوئی کہ اگر آریہ سماج والے اسے چار لاکھ روپیہ اکٹھا کر کے دے دیں تو وہ ملکانہ (یو-پی) میں بسنے والے قریباً چار لاکھ مسلمانوں (مرد و زن اور بچوں سمیت) کو آریہ بنا لیگا - اس کا مزید تعارف اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۳ پر کرایا گیا ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ وہ کتنی گندی فطرت کا انسان تھا اور اسلام سے کس قدر بغض رکھتا تھا-

بیماری میں مبتلا ہوگئی - چنانچہ فرماتے ہیں:

"لوہاری کے پاس ایک گاؤں بڈ ّپور ہے اور وہ سارا گاؤں برہمنوں کا ہے وہاں کے سب سے بڑے رئیس برہمن جن کا نام غالباً رام بھجن پنڈت تھا ان کی نوجوان لڑکی جس کی پندرہ یوم کے بعد شادی ہونے والی تھی اس قسم کی بیماری میں مبتلا ہو گئی کہ جب اسے دورہ پڑتا تو اس قسم کا جوش اس میں پیدا ہوتا کہ ہر پاس آنے والے کو کاٹتی اور سارے بدن کے کپڑے پھاڑ ڈالتی تھی۔ جوں جوں انہوں نے اسے دوائی دی توں توں بیماری کا زور بڑھتا گیا وہاں ایک دو سادھو بہت مشہور تھے۔ ان کے پاس لڑکی کو لے کر گئے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔"

آپ فرماتے ہیں کہ اس جگہ کے یہ سب لوگ بہت ہی وہمی تھے - جس بیماری کا علاج نہ ہوسکتا، اس کے متعلق کہہ دیتے کہ اسے جادو ہوگیا ہے یا اس پر جنوں نے قبضہ کرلیا ہے - اِنہیں بھی کسی سادھو نے یہ کہہ دیا کہ اس پر کوئی جن عاشق ہوگیا ہے اور وہ اتنا بڑا ہے کہ اسکی طاقت سے باہر ہے کہ وہ اس کا مقابلہ کرسکے- اور قریب تھا کہ بارات والے لڑکی کی بارات ہی روک دیتے اور یہ ان لوگوں کے لئے بہت بڑی سُبکی کی بات تھی - دوسری طرف فرماتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ پر شفا پانے کے چھوٹے موٹے واقعات آپ کے گاؤں والے اتنی کثرت سے دیکھ چکے تھے، مثلاً جب کسی کو سردرد ہوتی تو وہ کہتا "مولوی صاحب دم کردو"، اگر پیٹ درد ہوتی تو کہتا "مولوی صاحب سونف پڑھ دو" اور پھر خدا تعالیٰ اسے شفا دے دیتا، کہ فرماتے ہیں:

"ایک ہندو اس گاؤں بڈ ّپور میں گیا وہاں اس لڑکی کی بیماری کا بہت چرچا تھا۔ وہ ہندو لڑکی کے باپ پنڈت کے پاس گیا اور خدا جانے اس سے کیا کیا۔ میرے متعلق باتیں بتائیں تو کہتے ہیں کہ مرتا کیا نہ کرتا پنڈت صاحب اپنے دو بیٹوں کی مدد سے اس لڑکی کو رسی سے باندھ کر میری طرف چل پڑے۔ اڑھائی میل کا فاصلہ ان کے لئے تیس میل بن گیا۔ بڑی مشکل سے وہ میرے پاس اس وقت پہنچے جب میں عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر ابھی اکیلا مسجد میں ہی بیٹھا تھا کہ باہر سے چیخ کی آواز آئی۔ باہر چاند کی روشنی تھی۔ باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوبصورت نوجوان لڑکی کو رسیوں سے باندھے ہوئے اس کے بھائی دُور دُور کھڑے ہیں کیونکہ وہ انہیں کاٹتی

تھی۔ اس کے کھُلے ہوئے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ سر پر کوئی کپڑا نہیں ہے لہنگہ پہنے ہوئے تھی۔ انہوں نے مجھے سلام کیا اور کہنے لگے کہ مولوی صاحب ہم اپنی لڑکی کو آپ کی تعریف سُن کر لائے ہیں۔ اس کا کوئی علاج کریں۔"

آپ فرماتے ہیں، یہ سارا نظارہ دیکھ کر اور اس برہمن بچی کی ناگفتہ بہ حالت کا ملاحظہ کر کے میری اپنی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور دل سے اس کی شفایابی کیلئے دعا نکلنے لگی - چنانچہ فرماتے ہیں:

"میں نے انہیں تسلی دی اور اس کے بھائیوں سے اس کے پاؤں دُھلا کر صف پر اسے بٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسے بازو سے پکڑ لیا۔ گاؤں کے مرد اور عورتیں کافی تعداد میں وہاں اکٹھے ہو گئے۔ پنڈت جی کو سب نے پہچان لیا۔ میں نے اپنے گھر سے صاف پانی کا گلاس منگوایا اور اس بچی کو صف پر لٹا کر اس پر اپنا صافہ ڈال دیا اور سب سے کہہ دیا کہ اس جگہ اب کوئی بات نہ کرے۔ درد دل سے دعا کی اور پانی کا پہلا چمچہ جب میں اس کے منہ میں ڈالنے لگا تو لڑکی بے ہوش ہو چکی تھی اور اس کا منہ بند تھا۔ میں نے پنڈت کو اشارہ سے کہا کہ اس کا منہ کھولو تا کہ پانی ڈالا جا سکے۔ کہنے لگے مجھ سے نہیں کھلتا آپ ہی کھولیں۔ خیر میں نے منہ کھول کر دو تین چمچ پانی ڈالا تو لڑکی نے انگڑائی لی۔ مجھے بھی قدرے تسلی ہوئی پھر دعا شروع کر دی اور اس پر پانی چھڑکا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بارہ دنوں سے بیمار اس لڑکی کو نصف گھنٹہ کے بعد خدا تعالیٰ نے بات کرنے کی توفیق دی۔ میں نے اپنا بستر گھر سے چوپال پر ہی منگوا لیا اور لڑکی کو گھر بھیج دیا۔"

اِدھر آپ نے لڑکی کے لواحقین سے کہہ دیا کہ اپنے کھانے وغیرہ کا یہیں بندوبست کر لیں اور رات بھی یہیں گزاریں چنانچہ آپ نے گھر سے ان کیلئے گندم کا آٹا وغیرہ منگوا دیا

اب لڑکی کی سنیں - آپ فرماتے ہیں:

"جب لڑکی میرے گھر پہنچی تو میری بیوی نے میرے پیغام بھیجنے پر لڑکی سے پوچھا کہ آپ کیا کھائیں گی۔ لڑکی ہندی پڑھی ہوئی تھی۔ کہنے لگی کہ میں نے جب مولوی

صاحب کے ہاتھ سے پانی پی لیا ہے تو اب ان کے گھر کی پکی ہوئی روٹی کھا لینے میں کیا حرج ہے؟ اگر ہو تو مجھے بھلکیہ (چپاتی) دیدو اور سالن کیا ہے؟ اس نے کہا کلیہ (یعنی گوشت)۔ اس لڑکی نے خوب پیٹ بھر کر گوشت روٹی کھائی وہ کئی دنوں سے بھوکی بھی تھی۔"

آگے فرماتے ہیں:

"خیر دن چڑھا ہم نماز سے فارغ ہو کر چوپال پر بیٹھ گئے تو پنڈتوں نے میرا بہت شکریہ ادا کیا اور پچیس روپے میرے سامنے رکھ دیئے میں نے کہا پنڈت صاحب ہم لوگ خدا کی ساری مخلوق کے ہمدرد ہیں۔ میں حکیم نہیں ہوں۔ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ منظور کر لے تو اس کی مہربانی ہو جاتی ہے ورنہ ہمارا کوئی زور نہیں ہے۔ جیسے وہ آپ کی بچی ہے ویسے ہماری بچی ہے۔ میں نے کبھی کسی سے کچھ نہیں لیا اور نہ اب لوں گا۔ اس رقم سے آپ اس بیوہ کی مدد کر دیں جس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو اس کا آپ کو فائدہ پہنچ جائے گا۔ ان پر اس بات کا بہت نیک اثر ہوا۔ لڑکی تو گھر سے ناشتہ کر آئی اور آکر آواز دی کہ اب چلیں۔ لڑکی نے میرے گھٹنوں کو ہاتھ لگا کر سلام کیا اور پنڈت صاحب بھی سلام کر کے چلے گئے۔ انہوں نے اپنے گاؤں میں جا کر ہماری بزرگی اور نیکی کا خوب پرچار کیا۔ جس دن لڑکی کی بارات آئی اس دن اس کا بھائی گھوڑی لے کر میرے پاس مجھے لینے آیا۔ میں نے بھی اپنا تبلیغی فائدہ ملحوظ رکھ کر اس کے ساتھ جانا پسند کیا۔ وہاں لے جا کر انہوں نے میری بہت آؤ بھگت کی غرضیکہ بہت شہرت ہوئی۔ الحمدللہ"

---

[۱] ہندو قوم کے دلوں میں مسلمانوں کی نسبت ایسی سخت نسلی منافرت پائی جاتی ہے کہ وہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے پانی تک پینے کے روادار نہیں ۔ رہا ان کا 'کلیہ' یعنی گوشت کھانا تو وہ اپنے دھرم یعنی مذہبی عقیدہ کی بنا پر اسے اسی طرح حرام سمجھتے ہیں جیسے کسی مسلمان کا سؤر کھانا۔ ایسی صورت میں اس برہمن لڑکی کا بلا چون و چرا گوشت کھا لینا اسکی انتہائی اضطراری حالت کو ظاہر کرتا ہے

دوسرا نشان

"میرے محسن خدا نے اسکو بالکل ٹھیک کر دیا"

قرآن کریم کے نام کی برکت

اسلام کی سر بلندی کا یہ دوسرا نشان آپ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے اُس وقت ظاہر فرمایا جب آریہ پنڈتوں نے ضلع فرخ آباد میں دریائے گنگا کے کنارے آباد گنگلٹی نامی گاؤں کے مسلمانوں کو شُدھ کرنے (یعنی ہندو بنانے) کا پکا پروگرام بنالیا تھا - مگر خدا تعالیٰ نے ایک ایسی تقریب پیدا فرمادی کہ نہ صرف ان کا یہ سارے کا سارا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا بلکہ انہیں لینے کے دینے پڑ گئے یعنی وہ ایسے رُسوا ہوئے کہ اپنی مکروہ کاروائی شروع کرنے سے پہلے ہی وہ بڑی بے عزتی کے ساتھ اُس گاؤں سے ہی نکال دیئے گئے - دوسری طرف اسلام کی صداقت کا ایک ایسا چمکتا ہوا نشان ظاہر ہوا کہ کیا ہندو اور کیا مسلمان اُس گاؤں کے اسلام کے گُن گانے لگ گئے-

اِس واقعہ کی تفصیل پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے حضرت مولانا صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ

"(اس گاؤں کا محمد حسین نامی ایک شخص ایک دن میرے پاس آیا اور بتانے لگا کہ ہمارے گاؤں میں آریہ تین دن کے بعد آئیں گے اور گاؤں میں رہنے والوں کو شُدھ ہونے کی تحریک کریں گے۔ ہم چونکہ انہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے لہٰذا آپ ضرور چلیں ورنہ ہمارے گاؤں کی خیر نہیں"۔

اس پر آپ اپنے گاؤں ننگلہ گھنو کے بعض مسلمان شرفا کو ساتھ لیکر گنگلٹی پہنچ گئے - اُدھر آریہ لوگ بھی اپنی منڈلی لیکر آ گئے - آپ فرماتے ہیں:

"ایک خوبصورت نوجوان لڑکی بھی ان کے ساتھ تھی جو بڑی سُریلی آواز میں بھجن گاتی تھی دوسرے باجے واجے، طبلہ، سارنگی غرضیکہ نوجوانوں کو خوش کرنے کے سب سامان موجود تھے۔ لوگ انہیں دیکھتے جاتے اور اس لڑکی کی خوبصورتی کی بہت تعریف کرتے۔ اس نے بھی بناؤ سنگھار میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

آگے فرماتے ہیں:

"بوقت چار بجے دن آریوں کے پنڈت بھی وہاں پہنچ گئے۔ بڑے زور و شور سے پوری کچوری کا انتظام ہوا۔ ہمارا جاسوس محمد حسین خاں وہاں آتا جاتا رہا۔ ان آریہ پنڈتوں نے مشورہ کیا کہ یہ قادیانی مولوی بڑا خطرناک ہے۔ بد قسمتی سے ہندو بھی اس کے مداح ہو جاتے ہیں اس لئے اسلام پر طرح طرح کے اعتراض کر کے اسے خوب تنگ کرو۔ جب وہ تھک جائے تو اسی وقت مناظرہ کا چیلنج دے کر مناظرہ شروع کر دو۔ اب ایک ایک کر کے پنڈت جائیں اور اسے خوب تنگ کریں۔"

اب ادھر آریوں نے اپنا یہ مکروہ پروگرام تیار کیا، اُدھر آسمان کے خیر الماکرین خدا نے بھی انہیں رسوا کرنے کا پروگرام بنالیا۔ اِس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا صاحب موصوف فرماتے ہیں:

"ان کی اس اسکیم کی ہمیں بھی اطلاع مل چکی تھی۔ رات کو ابھی ہم تھوڑا سا ہی سوئے تھے کہ ہمارے قریب بہت شور بلند ہوا۔ ایک ہندو لڑکا جس کی عمر بمشکل چودہ سال ہو گی پیٹ میں شدید تکلیف کی وجہ سے چیختا اور شور مچاتا تھا' ہائے میں جل گیا۔ وہ اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ سارا خاندان بہت حیران تھا۔ گنگا پر ایک سادھو صاحب تھے۔ ان کے پاس اس لڑکے کو لے گئے۔ اس نے جواب دے دیا۔ اب سارا خاندان رو رہا تھا۔"

اُن کی یہ حالت دیکھ کر وہی محمد حسین خان اُن کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ ہمارے چوپال پر ایک قادیانی مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں، وہ اس کا علاج کر سکتے ہیں۔ اب مرتا کیا نہ کرتا، وہ لوگ اپنے لڑکے کو لے کر آپکے پاس آنے کیلئے تیار ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں:

"اس لڑکے کی چیخ و پکار اور سخت تکلیف کی وجہ سے اس کے ساتھ ایک بہت بڑا ہجوم اکٹھا ہو گیا تھا۔ وہ سب لوگ جب میری طرف آئے تو میں ان کا شور سُن کر بیدار ہو گیا۔ انہوں نے ساری حقیقت مجھے بتائی۔ میں

نے جوش میں آکر کہہ دیا کہ آریہ پنڈت وید سے اس کا علاج کریں یہ ہندو بچہ سخت تکلیف میں ہے۔ اب ان پنڈتوں کو بلاؤ کہ وہ آکر موجودہ وید کی کرامت دکھائیں ورنہ اپنے ہتھکنڈوں سے خدا تعالیٰ کی مخلوق کو جہنم کا ایندھن بنا کر خود کو بھی سزائے واس یعنی دوزخ میں جانے والے نہ بنائیں۔ میرا تمہارا اب اسی وقت فیصلہ ہو جائے گا۔ تم وید کی صداقت اور اپنی روحانیت کا مظاہرہ کرا کر اثر ڈال لو کیونکہ مذہب کی غرض ہی یہی ہے کہ پرماتما سے تعلق پیدا ہو جائے اور اب اگر یہ آریہ میدان میں نہ نکلیں تو یہ جھوٹے ہوں گے اور میں خدا کے فضل سے قرآن کریم سے اس بچے کا علاج کروں گا۔ اب 'وید اور قرآن پاک' کا مقابلہ ہے کہ دونوں میں سے کون سچا ہے۔"

اِس پر وہ لوگ دوبارہ اپنے پنڈتوں کے پاس گئے اور انہیں جناب مولوی صاحب کا پیغام دیکر آپکے مقابلے میں نکلنے اور اپنے جوہر دکھانے کیلئے کہا - وہ لوگ علاج تو کیا کرتے، اُن پر اِس بات کا ایسا رُعب پڑا کہ انہوں نے سامنے آنے سے ہی انکار کر دیا - اُن سے مایوس ہو کر یہ لوگ اپنے بچے کو لے کر اب پھر حضرت مولانا صاحب موصوف کے پاس آئے، اُدھر سے اُن کے پنڈت بھی تماشا دیکھنے کی غرض سے وہاں پہنچ گئے کہ دیکھتے ہیں یہ "پنجابی مولوی" اب کیا کرامت دکھاتا ہے - چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے پیارے مولا کریم سے ہی دعا کی کہ میرے مولا کریم میں جو کچھ کرتا ہوں تیرے لئے کرتا ہوں کہ تیرا دین حق سچا ثابت ہو۔ مولیٰ آپ ہی اس بچہ کو شفاء دے کر قرآن مجید کی برتری ثابت کر دیں یہ سب لوگ جاہل اور موٹی عقل کے مالک ہیں۔ ان پر اچھا اثر پڑ جائے گا۔ پانی پڑھ کر پلایا اور دَم کیا ہوا پانی اوپر چھڑکا۔ پہلے تو میرے ہاتھ پکڑنے سے بچے نے شور مچانا بند کر دیا۔ عورتوں اور مردوں کا بڑا ہجوم تھا۔ لوگ چھتوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آریہ بھی دیکھ رہے تھے۔ ان کی بھجن گانے والی لڑکی بھی مستورات میں بیٹھی واقعہ دیکھ رہی تھی۔ جب بچہ میرے ہاتھ لگانے سے ہی چیخنے سے رک گیا اور رلٹانے پر بیہوش ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد دَم کر کے پانی چھڑکنے اور پلانے سے میرے محسن خدا تعالیٰ نے اسکو بالکل ٹھیک کر دیا۔"

بچے کا خاموش ہونا تھا کہ سارے لوگ حیران رہ گئے اور رونے دھونے کی بجائے خوشی کے گانے گانے لگے یہی نہیں بلکہ لڑکا باتیں بھی کرنے لگا - آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے جب پوچھا کہ اب کیسے ہو تو جو اس نے اپنی روئداد بتائی، اس نے لوگوں کو اور بھی حیران وششدر کردیا - اُس نے بتایا کہ

"دو شخص میرے دل پر چھرے مار رہے تھے۔ میرا دل پھونکا جا رہا تھا کہ اچانک وہ یہ کہہ کر بھاگ گئے ہیں کہ

'للّے !تیرو بدو اچھو ھتھو کہ جوہ مولبی پنجابی آ گیا ورنہ تمکو آج ہم نے مارڈارناتھو'

یعنی لڑکے تیری تقدیر اچھی تھی کہ پنجابی مولوی آگیا ورنہ آج ہم نے تمہیں مارڈالناتھا"

اِس کا جوخوشگوار اثر اہلِ دِہ پر اور بالخصوص وہاں کے ہندوؤں پر پڑا، اس کے متعلق مکرم مولانا صاحب فرماتے ہیں:

"ہندو شکر گزار تھے اور مسلمان آریوں سے بیزار ہو گئے اور راتوں رات گاؤں کے ہندوؤں اور مسلمانوں نے مل کر پنچائیت کی اور فیصلہ کیا کہ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ آریوں کا مذہب گندہ ہے۔ اگر یہ شریف ہوں تو جوان لڑکیوں کو ساتھ لے کر دربدر نہ پھریں۔ اس طرح ہماری بچیوں پر برا اثر پڑے گا اور ایمان دھرم بھرشٹ ہوگا۔ ان سے صبح کہہ دو کہ مہربانی کر کے یہاں سے چلے جائیں۔ ہم تمہارے مذہب و مجلس میں ہرگز شامل ہونا نہیں چاہتے ہم جس مذہب پر ہیں وہی ٹھیک ہے۔ صبح جب آریوں کو ایسا پیغام پہنچا تو وہ اسی وقت وہاں سے چلے گئے کیونکہ جس مکان میں وہ ٹھہرے ہوئے تھے اس نے کہا کہ میری برادری ناراض ہے اس لئے جلد مکان خالی کر دو۔"

اور اسطرح اللہ تعالیٰ نے ایسا معجزہ دکھایا کہ آن کی آن میں سارے گاؤں کی فضا بدل گئی - ایک طرف آریہ اپنے پنڈتوں سے بدظن ہوگئے اور دوسری طرف مسلمانوں کے سرفخر سے اونچے ہوگئے

تیسرا نشان

''اس کا سہرا قادیانی مبلغ کے سر ہے''

ایک گاؤں کا گاؤں مرتد ہونے سے بچ گیا

یہ نشان بھی جو اسلام کی صداقت کا ایک عظیم شاہکار ہے، آپ کی دردمندانہ دعاؤں کی برکت سے ایسے وقت میں ظاہر ہوا کہ جب آریہ پنڈتوں کے رُسوا کن ہتھکنڈوں سے ایک پُورا گاؤں مرتد ہونے کے لئے تیار کھڑا تھا - یہ کیونکر اور کیسے ظاہر ہوا ، اسکی دلچسپ اور ایمانوں کو تازگی بخشنے والی روئداد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ ننگلہ گھنو میں رات کے وقت میں اپنے گھر سویا ہوا تھا کہ ایک مہمان 'دونڈے مئی' ضلع فرخ آباد سے میرے پاس پہنچا اور مجھے جگا کر بتانے لگا کہ دو تین روز تک ہاتھی پور گاؤں جو ضلع فرخ آباد سے متصل ہے وہ سارے کا سارا آریہ ہو جائے گا کیونکہ وہاں کے نمبردار لعل خاں نے کسی کا چھ ہزار روپیہ قرض دینا تھا جو آریوں نے اس شرط پر ادا کر دیا ہے کہ وہ نمبردار مع سارے گاؤں کے افراد کے مرتد ہو کر ان میں شامل ہو جائے گا۔ اس بات کا تحریری معاہدہ ہو چکا ہے۔"

آپ فرماتے ہیں یہ سن کر میری نیند تو اسی وقت کافور ہو گئی - میں نے بغیر وقت ضائع کئے اپنی کتابوں کی گٹھڑی سنبھالی اور چمار کو ساتھ لے کر گھر سے چل پڑا - گھر والے کہنے لگے کہ اِس وقت رات ہے، کل صبح سویرے چلے جانا مگر میں نے جواب دیا کہ نَو میل پیدل چل کر جانا ہے - پھر گاڑی ملے گی - اس لئے بہتر ہے کہ ابھی چل پڑوں تا کہ دریاؤ گنج سے پہلی گاڑی پر بیٹھ کر فرخ آباد پہنچ جاؤں - آپ نے یہ نَو میل کا پُر خطر فاصلہ جس میں سانپوں اور بھیڑیوں کی فراوانی تھی، راتوں رات کیسے طے کیا اور فرخ آباد پہنچ کر آگے کس طرح پھر پیدل چل کر ہاتھی پور پہنچے، ایک طویل اور صبر آزما داستانِ سفر ہے، جو بتاتی ہے کہ خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک

کہنےوالی جماعت کے دِلوں میں کس قسم کا جوش اور ولولہ پایا جاتا ہے کہ وہ اپنی جانوں تک کی بازی لگانے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں - آگے سنئے! جب آپ بالآخر لعل خان نمبردار کے پاس پہنچ گئے تو فرماتے ہیں:

"میں نے اس کو بہت سمجھایا کہ ایسا کرنے سے باز آجاؤ۔ پڑھے لکھے آدمی ہو عقل سے کام لو مگر وہ ایک نہ مانا۔ بعدہٗ اس کے گھر پہنچا کیونکہ اس کی بیوی میرے ایک دوست کی بیٹی تھی۔ وہ مجھے خوب جانتی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر رو پڑی اور کہنے لگی کہ مولوی صاحب میں ہرگز کافر نہیں بنوں گی مگر اس بے چاری کی کون سنتا تھا۔"

آپ اس کے باوجود مایوس نہ ہوئے بلکہ ایک نئی امنگ لے کر پہلے وہاں کے ایک مسلمان راجہ ہادی یار کے پاس گئے اور اسے ساری صورت حال بتا کر اُس سے اِس سلسلہ میں امداد چاہی، پھر ایک اور رئیس امیر علی خان سے ملکر اسے بھی ساتھ جانے پر آمادہ کرلیا - اسی طرح آپ شہر فرخ آباد کے نمبردار امراؤ علی خان کے پاس گئے اور اسے ساری صورت حال سے آگاہ کر کے اس بات کیلئے تیار کرلیا کہ یہ سارے معززین اکٹھے ہو کر چار بجے لعل خان کے پاس جائینگے اور اسے سمجھائینگے - آخر پر آپ ایک مسلمان سیشن جج ریٹائرڈ، احمد علی خان کی کوٹھی پر پہنچے - اس سے ملاقات اور گفتگو کا حال آپ یوں بیان فرماتے ہیں:

"میں پھر احمد علی خان صاحب سیشن جج ریٹائرڈ گوالیار کی کوٹھی پر پہنچا میرے وہ واقف نہ تھے۔ جا کر دیکھا کہ بڑے بڑے رئیس زادے دو مسلمان اور بھی بیٹھے ہیں۔ میرے وہ بھی واقف نہ تھے اور قادیانیوں کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہہ رہے تھے کہ یہ بڑے مرتد اور گپّی لوگ ہیں۔ کرتے کچھ بھی نہیں اور اخباروں میں بڑے کام کرنے کے دعویدار ہیں۔ میں کیونکہ چپکے سے جا کر کرسی پر بیٹھ گیا تھا اور ان کی باتیں سن کر بہت افسوس کر رہا تھا۔ احمد علی خاں ان کی باتوں کو سن کر کہہ رہا تھا کہ اگر مجھے کوئی قادیانی مل جائے تو میں اس پر فائر کر کے جان سے مار دوں گا۔"

آگے فرماتے ہیں کہ

"میں نے موقع محل دیکھتے ہوئے خود ہی بات کا آغاز کر دیا کہ جناب خاں صاحب ہاتھی پور گاؤں جو آپ کے شہر کے قریب ہے گویا آپ کے پاؤں تلے ہے وہاں کا نمبردار لعل خاں سارے گاؤں سمیت مرتد ہونے کا وعدہ کر چکا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی تھی کہ وہ سمجھ جائے لیکن وہ مان نہیں رہا۔ میں پھر راجہ ہادی یار صاحب کے پاس گیا وہ بھی اور رئیس اعظم امیر علی خاں صاحب اور امراؤ علی خانصاحب بھی آج چار بجے ہاتھی پور میں جا کر اسے سمجھائیں گے۔آپ بھی خدا کے فضل سے ایک شریف اور نیک اور معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک معزز عہدہ سے ریٹائرڈ ہو کر خوش قسمتی سے تشریف لے آئے ہیں۔ اگر آپ بھی تشریف لے چلیں شاید لعل خاں پر اثر پڑ جائے تو دین کی ایک بڑی بھاری خدمت کر کے ثواب دارین حاصل کر سکنے کا ایک سنہری موقع ہے۔ اگر آپ عاجز کی درخواست قبول کر لیں تو بڑی نوازش ہو گی۔"

یہ سن کر جج صاحب کی جیسے دینی رگِ حمیت پھڑک اٹھی - وہ اپنی سابقہ گفتگو چھوڑ کر آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کو آگے والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھنے لگے:

جج صاحب: اِس وقت گیارہ بجے کا وقت ہے ، آپ نے ناشتہ کر لیا ہے؟:

آپ: میرا ناشتہ وہی ہے، اگر آپ جانے کا وعدہ کر لیں تو !

جج صاحب: آپ یہ بتائیں کہ ناشتہ کر لیا ہے کہ نہیں؟

آپ: نہیں۔

جج صاحب: اوہو! پھر تو رات کا ہی کھانا کھایا ہوا ہے؟

آپ: نہیں رات کو بھی موقع نہیں ملا تھا -

جج صاحب: تو کیا کل دن کو کھانا کھایا تھا؟

آپ: نہیں پرسوں شام کو گھر سے کھایا تھا پھر بھاگم بھاگ موقع ہی نہیں ملا -

جج صاحب: آپ پرسوں کہاں سے چلے تھے؟

آپ: نگلہ گھنوں ضلع ایٹہ سے رات بارہ بجے پیدل چلا تھا اور سٹیشن دریاؤ گنج سے سوار ہو کراب تک بھاگا پھر رہا ہوں - کہیں موقع ہی نہیں ملا کہ آرام سے بیٹھوں اور کھانا کھاؤں -

جج صاحب: استغفراللہ! آپ کس جماعت کی طرف سے وہاں تعینات ہیں؟

آپ: جناب! احمدیہ جماعت، قادیان، کی طرف سے -

یہ سُن کر جج صاحب کی تو جیسے آنکھیں کھل گئیں یعنی کجا یہ کہ وہ کسی قادیانی کو دیکھتے ہی اسے گولی سے اڑا دینے کی باتیں کررہے تھے اور کجا یہ ہوا کہ جونہی انہیں پتہ لگا کہ مولوی صاحب قادیان سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنی راتوں کی نینداور دن کا آرام حرام کر کے ایک مسلمان گاؤں کو مرتد ہونے سے بچانے کیلئے مارے مارے پھر رہے ہیں - اور یہ کہ پُورے دو دنوں سے انہوں نے کچھ کھایا تک نہیں تو آپ فرماتے ہیں:

"جج صاحب رقیق القلب بھی تھے۔ آنکھوں میں آنسو بھی آگئے اور جوش سے میز پر ہاتھ مار کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم اگر یہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں تو پھر دنیا میں کوئی بھی مسلمان نہیں ہے۔ اللہ اللہ اتنی زبردست تکلیف اسلام کے لئے اٹھانا انہیں لوگوں کا کام ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کسی اور جماعت کا مولوی بھی لعل خان کے پاس گیا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ بڑے جوش سے کہنے لگے:

"میں تو ان مولویوں کو اپنی کوٹھی میں گھسنے نہیں دوں گا۔ ان کی سب باتیں ان مولوی صاحب کے عمل سے غلط ثابت ہو رہی ہیں دیکھیں کیسی فقیرانہ سی صورت ہے اور دربدر مارے مارے پھر رہے ہیں۔ یہ کوئی لعل خان کے رشتہ دار ہیں؟ رشتہ دار تو ہم ہیں مگر ہماری برادری یہ سنبھال رہے ہیں۔ اور لوگوں پر کتنا افسوس ہے۔ رئیسوں کے پاس گئے مگر کسی نے کھانا تک نہیں کھلایا۔"

اسکے بعد آپ فرماتے ہیں کہ

"(اس پر جج صاحب نے اپنے) نوکر کو آواز دی۔ نوکر کی آواز آئی 'حضور'؟ ابے کوئی کھانے والی چیز موجود ہے؟ 'حضور نہیں۔ ابے دودھ بھی نہیں؟ 'حضور ہے'۔ جلدی سے بڑا گلاس بھر کر لے آؤ اور جج صاحب اپنی الماری سے انگور نکال کر لے آئے اور کھانے کو کہنے لگے۔ میں نے پاؤ بھر انگور اور دودھ پی لیا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جج صاحب نے نوکر کو بلایا اور کہا کہ مولوی صاحب کو اچھی طرح پہچان لو۔ جس وقت بھی تشریف لائیں خواہ آدھی رات ہی کیوں نہ ہو تازہ کھانا اور بستر وغیرہ دینا ہے۔ خواہ میری غیر حاضری میں ہی آئیں اور چارپائی کے پاس پانی کا لوٹا اور مصلّیٰ موجود رہے اور مجھ سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب آپ کو خدا کی قسم آپ اپنا گھر سمجھ کر تشریف لایا کریں اور اگر ہو سکے تو آنے سے پہلے دو پیسے کا کارڈ لکھ دیا کریں کہ میں فلاں گاڑی سے آرہا ہوں تو ہمارا تانگہ آپ کو اسٹیشن سے لے آیا کریگا "

آپ یہ جملہ کاروائی سرانجام دینے کے بعد، اب حسب پروگرام اِن سب رؤسا کو لیکر لعل خان کے پاس گئے - اِن سب نے باری باری اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر بے سود، وہ اپنے ارادے سے یعنی مرتد ہونے سے باز آنے کیلئے کسی طور بھی تیار نہ تھا - چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"سب رؤسا ناراض ہو کر یکوں پر سوار ہو کر واپس چلے گئے۔ میں لعل خان کو یہ شعر سنا کر واپس چل پڑا۔

ہُم تو اپنا حق دوستو اب کر چکے ادا - اب بھی اگر نہ سمجھے تو سمجھائے گا خدا' "

ظاہر ہے کہ اِس کوشش کے رائیگاں جانے کا سب سے زیادہ صدمہ خدا کے اُس درویش بندے اور مامور من اللہ کے اُس غلام کو تھا جس کا اوڑھنا اور بچھونا دینِ مصطفےٰ ﷺ کی خدمت اور اس دین کے نام لیواؤں کی بھلائی چاہنا تھا چنانچہ اس نے وہی کیا جو خدا کے بندے ایسے حالات میں کیا کرتے ہیں۔ یعنی وہ کبھی مایوس نہیں ہوتے بلکہ اپنے پیدا کرنے والے خدا کی قدرتوں پر ایمان رکھتے ہوئے، اُسی کے در پر سجدہ ریز ہو کر اُس کی نصرت کے طالب ہوتے ہیں - چنانچہ آپ بھی فرماتے ہیں:

”ابھی نصف راستہ ہی طے کیا تھا کہ اس ناکامی کی وجہ سے سخت اضطراب میں خود بخود یہ مصرعہ زبان سے جاری ہو گیا کہ 'حیلے سب جاتے رہے اک حضرت توّاب ہے'۔ میرا دل بھر آیا۔ قریب ہی چری کا ایک کھیت تھا اس میں گھس کر سجدہ ریز ہو گیا اور فریاد کی اور بڑے درد سے دعا کی۔ زمین آنسوؤں سے تر ہوتی گئی۔ ساتھ ہی میرے دل کی تسلی ہو گئی اور گھبراہٹ وغیرہ بھی جاتی رہی۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ بعدہٗ امراؤ علی خان نمبردار کے مکان پر پہنچا۔ اس نے بھی لعل خان کی حالت پر افسوس کا اظہار کیا اور مجھے بیٹھک میں آرام کرنے کے لئے کہا۔ میں نے کہا کہ میں باہر تخت پوش پر رہوں گا۔ کھانا میں نہیں کھاؤں گا اور صرف پانی کا ایک لوٹا دے دیں اور بس۔“

آگے کیا ہوا، یہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور اسکی اپنے سچے دینِ اسلام کیلئے غیرت کے اظہار کی ایسی دلرُبا اور ایمان افروز داستان ہے جو تاریخ کے اوراق پر سنہری حروف سے لکھی اور صداقتِ اسلام کے ایک عظیم شاہکار کے طور پر یاد کی جائیگی - آپ ہی کے الفاظ میں اسکی تفصیل ملاحظہ ہو - آپ فرماتے ہیں:

”وہ مجھے پانی دے کر اندر چلا گیا۔ میں نمازیں وغیرہ پڑھ کر بہت دعائیں کرتا رہا۔ کافی رات اسی طرح گزر گئی۔ آخر سو گیا تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص نے روتے ہوئے اور کانپتے ہوئے مجھے جگایا اور کہنے لگا مولوی صاحب خدا کے لئے مجھے معاف کر دیں۔ چونکہ اندھیرا تھا میں نے کہا کہ آپ کون ہیں کہنے لگا لعل خان۔ میری عجیب سی کیفیت ہو گئی کہ کیا خواب دیکھ رہا ہوں یا بیدار ہوں۔ آخر اپنے آپ کو ہوش میں پا کر اسے اپنے پاس بٹھایا اور دریافت کیا کہ اس وقت کیسے آئے؟ کہنے لگا ذرا ٹھہر جائیں۔ تھوڑا سا آرام کر لوں۔ میں نے تسلی دی کہ فکر نہ کرو۔ کیا بات ہے۔ بتانے لگا کہ مولوی صاحب جب آپ یہ شعر پڑھ کر واپس مُڑے ہیں تو میں اسی وقت گھر سے باہر نکل گیا تھا تاکہ اپنے دل کی گھبراہٹ کو دور کر سکوں لیکن آہستہ آہستہ میری گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا گیا جس کی وجہ سے کھانے پینے کو بھی جی

نہ چاہا۔ گھر والوں نے کھانا نہ کھانے کی وجہ دریافت کی لیکن میری سمجھ میں کچھ نہ آرہا تھا غرضیکہ اسی حالت میں کافی رات گزر گئی اور پھر نیند آگئی۔ تھوڑی دیر ہی سویا تھا کہ میں نے ایک بہت بڑا قد آور نوجوان دیکھا اس کی آنکھیں موٹی اور سرخ تھیں۔ ساری زندگی میں نے کبھی اِتنا بارعب شخص نہیں دیکھا تھا۔ وہ آکر میرے سرہانے کھڑا ہو گیا اور اپنے پاؤں سے بہت بڑا جوتا جو ڈیڑھ دو فٹ کے قریب لمبا تھا اتار کر بولا کہ او جہنم کی تیاری کرنے والے! تیرے پاس خدا کا ایک بندہ تیری برادری کو لے کر آیا تھا تاکہ تجھے جہنم میں جانے سے روک لے مگر تو نے اسے روتے ہوئے لوٹا دیا۔ اب میں تیری خبر لینے آیا ہوں اور یہ کہتے ہوئے اس نے تین چار جوتے میرے رسید کئے جنہیں میں برداشت نہ کرسکا اور میں نے روتے روتے اسے جواب دیا کہ میں ان مولوی صاحب کا کہا مان لوں گا، آپ مجھے معاف کر دیں۔ اس نے کہا ابھی جا کر ان سے معافی مانگو ورنہ اِسی جوتے سے تیری جان نکال دوں گا اور اتنے زور سے ایک اَور جوتا مارا کہ میں بیدار ہو گیا اور سر بُری طرح دُکھ رہا تھا۔"

نیز کہنے لگا کہ اسے یوں لگتا ہے جیسے وہ 'آدمی' جوتا لیکر اِس وقت بھی اُس کے سر پر کھڑا ہے۔ مزید یہ کہا کہ میں یہ سب کچھ اپنی بیوی کو بتا کر آیا ہوں اور اسے کہہ آیا ہوں کہ اِس کا ذکر کسی سے نہ کرنا اور یہ کہ میں اِس وقت مولوی صاحب کو ڈھونڈنے جا رہا ہوں، میں نے سوچا کہ امراؤ علی خان سے آپ کا پتہ چل جائیگا اور اب میں آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی بھی مرتد ہونے کا خیال تک اپنے دل میں نہیں لاؤنگا۔

ظاہر ہے یہ سب قصہ سن کر آپ کی خوشی کی انتہا نہ رہی - آپ کے دل کا سارا بوجھ اتر گیا اور آپ نے الحمدللہ پڑھا پھر فوراً ہی آپنے امراؤ علی خان کو جگایا اور اسے وہ سارا ماجرا سنایا - وہ بھی بہت خوش ہوئے آپ کا چونکہ رات والا کھانا ابھی پڑا ہوا تھا، آپ نے وہ منگوا کر خود بھی کھایا اور لعل خان کو بھی کھلایا - پھر فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ لعل خان کو لیکر رئیس اعظم امیر علی خان کے مکان پر گئے - وہ بھی ساری کہانی سن کر بہت خوش ہوئے - آگے فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے مشورہ کر کے لعل خان کو تو وہیں ٹھہرنے کو کہا اور خود ہاتھی پور جا کر وہاں کے حالات کا جائزہ لینے کیلئے چل پڑا - وہاں پہنچ کر آپ فرماتے ہیں کہ (میں بھی)

"لعل خان کی تلاش کرنے لگا اور چپکے سے اس کی بیوی کو بتا دیا کہ لعل خان ہمارے پاس پہنچ چکا ہے اور امیر علی خان کی کوٹھی پر ہے اور باہر آکر تلاش جاری رکھی۔ آریہ بھی تلاش کرتے دکھائی دیئے۔ میں نے پوچھا کون کون سے مہاشا پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ مہاراجہ 'تروا' مہاراجہ اُوگڈھ اور مہاراجہ سنٹو۔ یہ تینوں اور ارد گرد کے پنڈت پہنچ چکے ہیں اور یانت تیاری کر رہے ہیں۔ مگر اس وقت سب حیران ہیں کہ لعل خان کہاں چلا گیا ہے گھر میں بھی نہیں ہے اور نہ ہی کہیں گاؤں میں دکھائی دیتا ہے باہر وہ آج جا بھی نہیں سکتا تھا۔ میں نے کہا کہ کل اس کی برادری کے بڑے بڑے لوگ یہاں آئے ہوئے تھے تو اس نے کیا جواب دیا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ ہمیں تو علم نہیں ہے۔ میں نے کہا یہ جو راجے آئے ہوئے ہیں ان پر تو مقدمہ چلے گا کیونکہ یہ دنیا کے سیاسی مسئلوں میں تو دخل دے سکتے ہیں مگر یہ مذہبی معاملے میں دخل دینے آئے ہوئے ہیں اور یہ قانون کے خلاف ہے۔ انہوں نے جا کر راجوں پر مقدمہ چلنے کا ذکر کیا۔ یہ بات راجوں تک بھی پہنچ گئی اور وہ نصف گھنٹہ کے اندر اندر وہاں سے چلے گئے اور باقی لوگ چھوٹے چھوٹے گروپوں میں بٹ کر چلے گئے۔ نہ تو کوئی شُدّھی ہوئی بلکہ بُدّھی یعنی عقل ٹھکانے آگئی۔"

اسکے بعد فرماتے ہیں کہ کچھ دیر بعد لعل خان بھی گھر پہنچ گیا۔ اب وہاں آریوں کی جو حالت ہوئی، اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"اب آریہ شرم کے مارے منہ بھی سامنے نہ کرتے تھے میں نے یہ سب حالات جج صاحب کو جا کر بتائے۔ وہ بھی بہت محظوظ ہوئے۔ فرخ آباد سے غیر احمدیوں کا ایک اخبار نکلا کرتا تھا۔ اس میں بعض واقعات درج کر کے یہ لکھا ہوا ہوتا تھا کہ اس ہتھیہ پور کی شدھی روکنے کا سہرا قادیانی مبلغ کے سَر ہے جس نے نہایت جانثاری سے شب و روز دوڑ دھوپ کی اور آخر خدا تعالیٰ نے انہیں کامیاب کر دیا۔ کاش کہ ہمارے اچکن پہننے والے مولوی صاحبان بھی اپنی مولویت کے کوئی جوہر دکھائیں۔ جب کہ یہ ناممکن دکھائی دے رہا ہے۔"

چوتھا نشان

''وہ کسی احمدی کا اپنے گھر میں آنا پسند نہ کرتی تھی''

ایک غیر احمدی بیوی کی کایا پلٹ حالت

یہ نشان جو آپ کے ہاتھ پر اور آپکی دعاؤں سے ظاہر ہوا، احمدیت کی صداقت کا ایک ایسا درخشندہ نشان ہے جو ایک صاف دل انسان کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے ۔ آپ اُس وقت لدھیانہ[ا] میں نئے نئے بطور مرکزی مبلغ مقرر ہو کر تشریف لائے تھے ۔ وہاں ایک مختصر سی جماعت تو موجود تھی ۔ مگر مخالفت اتنی شدید تھی کہ ان کیلئے تبلیغی جلسے منعقد کرنا قریبا ناممکن تھا ۔ تاہم آپ نے دعاؤں سے کام لیتے ہوئے تمام محلّہ جات میں تبلیغی جلسوں کا انعقاد شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میں بہت کامیابی ہوئی ۔ اِسی دورانِ قیام کا یہ حیرت انگیز واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''ایک دن پہلی دفعہ میں لدھیانہ شہر کے سیکرٹری تبلیغ ، صوفی عبدالرحیم کے مکان پر گیا تو وہ بیٹھنے کے لئے کرسیاں باہر گلی میں لے آئے۔ میں نے کہا کہ یہ راستہ ہے یہاں ہمیں نہیں بیٹھنا چاہیے۔ کہنے لگے کہ میری بیوی بڑے امیر خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور تعلیم یافتہ بھی ہے مگر احمدیت کے نام سے اسے بہت نفرت ہے۔ وہ کسی احمدی کا گھر میں آنا پسند نہیں کرتی اس لئے میں کرسیاں باہر ہی لے آیا ہوں۔ میں نے کہا آپ مجھے اس وقت اجازت دیں۔ پھر کسی وقت میں دوبارہ یہاں آؤنگا۔ لیکن صوفی صاحب نہ مانے اور مجھے وہیں بیٹھنے پر مجبور کر دیا ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ ایک برقعہ پوش عورت آئی اور یہ کہتے ہوئے کہ یہ کوئی شریف آدمیوں کا کام ہے کہ راستہ میں بیٹھیں ، صوفی صاحب کے گھر میں داخل ہو گئی''۔

[ا] شہر لدھیانہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ۱۸۸۹ء میں جب حضرت بانئ سلسلہؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم ہوا، تو آپؑ نے اس کا آغاز اسی شہر سے کیا چنانچہ وہ مکان جس میں (بیعتِ اُولیٰ) کی یہ تقریب منعقد کی گئی، اِس وقت بھی جماعت کی تحویل میں ہے اور ''دار البیعت'' کہلاتا ہے

آپ کو کچھ سمجھ نہ آئی کہ وہ عورت کون ہے اور اس نے وہ جملہ کیوں کہا ہے تاہم فرماتے ہیں:

”میں بہت شرمندہ ہوا کہ صوفی صاحب نے میرا کہا نہ مان کر بے عزتی کروا دی ہے۔ صوفی صاحب کہنے لگے کہ یہ میری بیوی ہے جو اپنے والدین کے گھر سے آئی ہے یہ کہہ کر وہ اپنے گھر بھاگے بھاگے گئے۔ میں وہیں اکیلا کھڑا رہا اور حیران ہوا کہ یہ بھاگ کر اندر کیوں گئے ہیں۔ ابھی چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ وہ واپس آبدیدہ آنکھوں سے آگئے۔ مجھے اپنا خون آلود بازو دکھانے لگے جس پر دانتوں کے نشانات تھے اور خون بہہ رہا تھا۔ مجھ سے کہنے لگے مولوی صاحب خدا کے لئے ذرا گھر کے اندر چلیں اور اس کا علاج کریں۔ آپ میرے بزرگ بھائی ہیں۔ (آپ سے کیا پردہ ہے) جلدی چل کر دیکھیں بڑا نقصان ہو رہا ہے“۔

آپ کو اب بھی کچھ سمجھ نہ آئی کہ یہ کیا ہو رہا ہے ، ان کے بازو پر خون کیوں بہ رہا ہے اور وہ مجھے اندر کیوں بلا رہے ہیں۔ مگر آپ جب صوفی صاحب کے کہنے پر اور ان کے خدا کا واسطہ دینے پر اندر تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کی بیوی کی آنکھیں آگ کی طرح سُرخ ہو رہی ہیں ۔ اُس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور بدن کے کپڑے پھٹے پڑے ہیں ۔ چینی اور شیشے کے کافی برتن بھی ٹوٹے پڑے تھے ۔ آپ یہ حالت دیکھ کر فوراً ہی واپس مڑنے لگے کہ صوفی صاحب نے پھر خدا کا واسطہ دیکر آپکو روک لیا اور کہا کہ اس کا کچھ علاج کریں ،بڑا نقصان ہو رہا ہے ۔ آپ نے فرمایا، میں اُس کی اِس حالت میں کیسے اُس کے قریب جا سکتا ہوں ۔ مگر صوفی صاحب کہنے لگے کہ اگر میں کسی ڈاکٹر کو بھی بلاؤں تو وہ بھی اُسے اِسی حالت میں دیکھے گا، پھر میں اُسے اِس حالت میں چھوڑ کر بھی تو جا نہیں سکتا ، آپ اِس کو اپنی بہن سمجھ کر ہی کچھ کریں۔

آپ فرماتے ہیں اِس پر میں ہمّت کر کے آگے بڑھا اور اُس عورت کا بازو پکڑ کر صوفی صاحب کو بستر بچھانے کیلئے کہا ۔ اُن کے بستر بچھانے پر آپ نے اُس عورت کو اس کے اُوپر لٹا دیا اور پھر پانی دم کر کے اسے پلایا اور ساتھ ہی اسکی نبض پر ہاتھ رکھ کر دعا میں مصروف ہو گئے ۔ آپ فرماتے ہیں:

”وہ میرے لٹانے کے ساتھ ہی بے ہوش ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے خود

ہی اس کا منہ کھول کر پانی ڈالا اور اس پر پانی چھڑکا۔ قریباً پانچ منٹ کے بعد اس نے انگڑائی لی میں نے پھر اس کے منہ میں پانی ڈالا اور دوبارہ اس کے جسم پر پانی چھڑکا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور میرے ہاتھ میں نبض دیکھ کر بولی کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کچھ نہیں آپ فکر نہ کریں۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ صوفی صاحب اسے بتانے لگے کہ اپنے ریشمی کپڑے پھاڑ کر تو نے پھینک دیئے تھے۔ چینی اور شیشے کے بھی کافی برتن توڑ دیئے ہیں اور اپنا زخمی بازو بھی اسے دکھانے لگے جسے اس نے کاٹا تھا۔ وہ بہت شرمندہ ہوئی۔ "

صوفی صاحب نے اسے یہ بھی بتایا کہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے مولوی صاحب یہاں موجود تھے جنہوں نے دعا کر کے تمہارا علاج کیا اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے شفا بخشی۔

اب جب افاقہ کی حالت دیکھ کر آپ نے صوفی صاحب سے واپس جانے کی اجازت چاہی، کیونکہ نماز کا وقت بھی ہو رہا تھا تو دونوں میاں بیوی یک زبان ہو کر بولے کہ نہیں، ہم نہیں جانے دیںگے، آپ نماز یہیں پڑھ لیں۔ اسکے بعد مکرم مولوی صاحب موصوف اور صوفی صاحب کی بیوی کے مابین جو مکالمہ ہوا، وہ قدرتِ خداوندی کا ایک ایسا کرشمہ تھا کہ اسکی قدرتوں پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے یعنی آن کی آن میں خدا نے اس عورت کی ایسی کایا پلٹ دی کہ کجا یہ کہ وہ کسی احمدی کو اپنے گھر میں دیکھنے کیلئے تیار نہ تھی، اور کجا اسکی یہ حالت ہوئی کہ نہ صرف وہ اپنی سابقہ گستاخیوں پر معافی کی خواستگار ہوئی، بلکہ انشراحِ صدر کیساتھ حضرت بانی سلسلہ کے غلاموں میں شامل ہونے کیلئے آمادہ ہوگئی۔ اِس عجیب وغریب داستان کی تفصیل اِس قابل ہے کہ خود مکرم مولانا صاحب موصوف کے الفاظ میں بیان کی جائے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

" اس کی بیوی نے کہا میں نہیں جانتی کہ میرے ساتھ آج ایسا کیوں ہوا۔ یہ میرے اختیار سے باہر کی بات ہے اس لئے مولوی صاحب! میرے دو حقیقی بھائی ہیں اور میں آپ کو آج سے اپنے ایمان سے تیسرا حقیقی بھائی سمجھوں گی۔ آپ بے دھڑک جس وقت چاہیں آجایا کریں اور ضرور آیا کریں۔ میں نے کہا میری بہن آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میری بھی دو حقیقی بہنیں

ہیں اور تیسری آپ کو آج سے سمجھوں گا۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ میری پیاری بہن کافر اور مومن بھائی! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ کے خیال میں ہم کافر ہیں تو بات بنتی نہیں۔ کہنے لگی مولوی صاحب بے شک میں اس بیماری سے قبل آج تک یہی خیال کرتی رہی مگر اب جب کہ صوفی صاحب نے میری حالت بیان کی ہے آپ کی دعا اور نتیجۃً شفاء کا ذکر کیا ہے تو میرے دل پر اس کا بہت اثر ہوا ہے۔ جن کے مرید ایسے ہیں کہ خدا ان کی فریاد سنتا ہے اور وہ یہ جانتے ہوئے کہ یہ شخص ہمارا سخت مخالف ہے اور برا سمجھتا ہے اس کے بعد بھی اتنے ہمدرد ہو جاتے ہیں کہ دعا کرنے سے دریغ نہیں کرتے تو یہ لوگ آپس میں کتنے ہمدرد ہوں گے۔ مولوی صاحب میں آج سے ان تمام کلمات سے جو میں نے حضرت صاحب کے خلاف بولے ہیں توبہ کرتی ہوں۔ خدا تعالیٰ مجھے معاف کرے۔ ہم دونوں نے آمین کہا۔ میں نے شرائط بیعت کا فارم دیا اور انہوں نے اسے غور سے پڑھ کر دستخط کر دیئے۔"

آپ فرماتے ہیں کہ اسکی یہ کایا پلٹ حالت دیکھ کر ہم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر میں اگلے دن عشاء کے وقت دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے واپس آ گیا

آخر پر فرماتے ہیں :

"ہماری اس بہن کا نام غالباً ثریا بیگم اور لڑکی کا نام طاہرہ بیگم تھا۔ پھر تربیت اور دلجوئی کے لئے گاہے بگاہے وہاں جاتا رہا۔ اس نے بھی پھر کبھی ہمارے جلسہ سے غیر حاضری نہ کی۔ جب اس کی سہیلیوں کو اس بات کا علم ہوا تو ملامت کرنے لگیں لیکن چونکہ وہ خود تعلیم یافتہ تھی اس لئے اس کے آگے کوئی بھی دم نہ مار سکی۔"

تحریک شُدّھی کا انسداد اور جماعت احمدیہ

شُدّھی کی تحریک جیسا کہ صفحہ پر دیئے گئے فٹ نوٹ میں تحریر کیا گیا ہے، ہندوستان کے ایک آریہ سماجی پنڈت شردھانند کے تیار کردہ منصوبہ کے تحت ۱۹۲۳ء میں اس مقصد کے لئے شروع کی گئی کہ ہندوستان کے یو۔ پی کے صوبہ میں بسنے والے ملکانہ راجپوتوں کو جنکی اکثریت گذشتہ چار پانچ سو سالوں سے مسلمان چلی آرہی تھی، آریہ (ہندوؤں کا ایک انتہا پسند فرقہ جس کی داغ بیل پنڈت دیانند نے ڈالی تھی) بنالیا جائے۔ اس غرض کے لئے اس نے ملک بھر میں جو مالی فنڈ کی اپیل کی، اس کے نتیجے میں ہندوستان کے کئی راجے، مہاراجے اور دیگر ہندو اور آریہ سرمایہ دار لاکھوں روپیہ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے ہر جائز و ناجائز طریقے سے اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا۔ کہیں روپیہ کا لالچ دیتے، کہیں ظلم و تشدد کر کے لوگوں کو ان کی اراضی اور مکانات سے بے دخل کر دیتے۔ ان علاقوں کے ہندو راجے اور حکام ان کی مدد کرتے۔ ان کا طریقۂ واردات یہ تھا کہ مثلاً کسی گاؤں کے چند شوریدہ سر لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر اور ان پر اپنا اثر ڈال کر پُورے کا پُورا گاؤں شُدھ کر لیتے یعنی ہندو بنا لیتے۔ عموماً جس گاؤں کو شُدھ کرنا ہوتا، وہاں کی آبادی سے کئی گنا افراد کو لیکر موٹروں، گاڑیوں، رتھوں اور اسلحہ کے ساتھ وہاں پہنچ جاتے اور اس طرح وہاں کی آبادی کو مرعوب کر کے انہیں اپنے ساتھ ملا لیتے۔ چنانچہ آئے دن اخبارات میں اس قسم کی اخبار شائع ہونے لگیں کہ آج فلاں علاقے میں اتنے ہزار راجپوت، ملکانے، گوجر اور جاٹ ہندو بن چکے ہیں۔ اس کامیابی کو دیکھ کر اس مہم کے بانی شردھانند نے اتنی بڑی جسارت کی کہ اس نے اعلان کیا کہ

''ایسے لوگ ہندوستان کے ہر حصے میں ملتے ہیں۔ یہ پچاس ساٹھ لاکھ سے کم نہیں۔ اور اگر ہندو سماج انہیں اپنے اندر جذب کرنے کا کام جاری رکھے تو مجھے تعجب نہ ہوگا کہ انکی تعداد ایک کروڑ سے بھی تجاوز کر جائے''

دراصل اس تحریک کا مقصد صرف ملکانہ کے راجپوتوں کو ہی نہیں بلکہ جیسا کہ ان کے ایک اَور لیڈر کے بیان سے پتہ چلتا ہے، ان کا اصل ارادہ ہندوستان بھر کے سارے مسلمانوں کو ہندو بنانا تھا۔ چنانچہ ایک آریہ سماجی راجکمار نے دہلی میں ایک تقریر کرتے ہوئے یہ گمراہ کن اعلان بھی کر دیا کہ

''بلا شدھی 'ہندو مسلم ایکتا' (اتحاد) نہیں ہو سکتی۔ جس وقت سب مسلمان شُدھ ہو کر ہندو ہو جائینگے، تو (پھر) سب ہندو ہی ہندو نظر آئینگے۔ پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے آزادی سے نہیں روک سکتی''

جب اس قسم کی اخبار کثرت سے شائع ہونے لگیں تو بعض مسلمان اخباروں نے اسلامی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جہاں حکومت سے پرزور احتجاج کرنا شروع کیا وہاں ہندوستان بھر کی مسلمان تنظیموں کو بھی غیرت دلائی کہ وہ ارتداد کی اس رَو کا مقابلہ کرنے کیلئے اُٹھ کھڑے ہوں۔ اِس پر مسلمانوں کے اندر جوش ضرور پیدا ہوا۔ مگر عملی طور پر میدان میں

آ کر اس سیلاب کے آگے بند باندھنے کی ہمت کسی کو نہ ہوئی۔البتہ جماعت احمدیہ کے اُولُوالعزم امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، خلیفۃ المسیح الثانیؓ، اٹھے۔آپ نے اس تحریک کے انسداد کیلئے ایک بہت بڑا منصوبہ تیار کیا اور پھر اس کے لئے جماعت کو ہر قربانی کے لئے تیار رہنے کی جو تلقین فرمائی، اس کا خلاصہ یہ تھا کہ

ہمیں اس وقت ڈیڑھ سو آدمیوں کی ضرورت ہے ان میں سے ہر ایک کو فی الحال تین مہینہ کے لئے زندگی وقف کرنی ہوگی۔وہ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا خرچ بھی خود ہی برداشت کرینگے۔البتہ تبلیغ اور ڈاک کا خرچ ہم دینگے۔ جس کیلئے جماعت پچاس ہزار روپیہ اکٹھا کرنے کا انتظام کریگی۔اس طور پر اپنا نام پیش کرنے والوں کو اپنی ملازمتوں سے رخصت لینے کا انتظام خود کرنا ہوگا۔ نیز فرمایا کہ جو لوگ اپنے نام پیش کریں، وہ یہ عہد بھی کریں کہ اگر انہیں اپنا کھانا خود پکانا پڑا تو پکائیں گے۔اگر جنگلوں میں سونا پڑا تو سوئیں گے۔بعض دفعہ انہیں ننگے پاؤں چلنا پڑا تو چلیں گے۔اگر انہیں اپنی عزت قربان پڑی تو اس سے بھی دریغ نہیں کرینگے۔ خیالات قربان کرنے پڑے تو وہ بھی کرنے کیلئے تیار ہو جائینگے۔اس لئے جو یہ سب کچھ برداشت کر سکتے ہوں، وہی آگے آئیں۔

اس کے ساتھ حضور نے دیگر مسلمانانِ ہند کو بھی متحدہ طور پر کام کرنے کی دعوت دی اور فرمایا کہ باوجودیکہ ہندوؤں نے جو دیر سے کام کر رہے ہیں، دس لاکھ روپیہ جمع کرنے کی اپیل کی ہے۔لیکن مسلمانوں نے ان کے مقابل پر نیا کام شروع کرنا ہے۔اس لئے مسلمانوں کو بیس لاکھ روپیہ درکار ہے۔اگر دیگر مسلمان بقیہ رقم مہیا کرلیں تو افراد جماعت احمدیہ اس کا چالیسواں حصہ یعنی نصف لاکھ روپیہ جمع کرینگے نیز فرمایا کہ میں بفضلہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ اڑھائی درجن افراد تبلیغ کرنے کیلئے بھی دیگی۔

حضور کی اس تحریک پر احمدیہ جماعت کے سینکڑوں افراد نے والہانہ رنگ میں لبیک کہا۔ان میں وکلاء بھی تھے، تاجر بھی تھے، صناع بھی تھے اور سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ بھی تھے۔اور جو اپنے آپکو پیش نہ کر سکے، انہوں نے مالی رنگ میں حصہ لیکر اس جہاد کو کامیاب بنانے کی سعادت حاصل کی۔یہاں تک کہ احمدی خواتین بھی اس سے باہر نہ رہیں۔

مرکزی طور پر حضور نے اس کیلئے ایک نیا صیغہ کھول کر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو اس کا افسر اعلیٰ اور حضرت مرزا شریف احمد اور حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کو ان کا نائب مقرر فرمادیا۔اس شعبہ کے ماتحت بھجوایا جانے والا پہلا وفد چودھری فتح محمد صاحب سیال، ایم۔اے کی سرکردگی میں ۱۲ مارچ ۱۹۲۳ء کو قادیان سے روانہ ہوا۔

اس پہلے وفد نے علاقے میں پہنچ کر کام کا جو جائزہ لیا اسکی سنگینی کے پیش نظر انہوں نے وہاں سے تار بھیجی کہ مزید افراد کو بھجوایا جائے۔چنانچہ اس رپورٹ پر حضور نے ۲۶ مارچ کو بائیس افراد پر مشتمل دوسرا وفد، ۱۶ اپریل کو اتنے ہی افراد پر مشتمل تیسرا وفد اور ۱۸ اپریل کو ۱۹ مجاہدین پر مشتمل چوتھا وفد بھجوا دیا۔

ایک پسماندہ اور غیر معروف علاقے میں جہاں پہلے ہی فرقہ وارانہ کشیدگی موجود تھی، اجنبی لوگوں کیلئے مشکلات کا

پیدا ہونا لازمی امر تھا۔ پھر سفر میں موسم کی شدت کا سامنا کرنا بھی آسان کام نہ تھا۔ اس صورت حال کا نقشہ حضور کے اپنے الفاظ سے زیادہ بہتر نہیں کھینچا جا سکتا۔ حضور فرماتے ہیں:

''بعض علاقوں میں ریل کم ہے یا نہیں ہے۔ ایسی حالت میں ہمارے بھائی وہاں گئے اور ان میں سے بعض نے ستر ستر میل کا پیدل سفر کیا۔ گویا وہ بیس بیس گھنٹے چلتے رہے ہیں۔ اور پھر جب وہ گئے تو بعض علاقوں میں ان کو ڈاکو خیال کیا گیا۔ بعض میں خیال کیا گیا کہ یہ ان کے بچے بھگا لے جائینگے۔ اس حالت میں وہ ان کی بات کب سن سکتے تھے۔ ان کی حرکات پر ہی نظر رکھتے ہونگے۔ پھر اجنبیت وغیرہ کی وجہ سے بعض مقامات سے ہمارے مبلغوں کو نکال بھی دیا گیا۔ وہ کئی کئی دن سڑکوں پر پڑے رہے اور انکو فاقے کرنے پڑے۔ بعض کو مہینہ مہینہ بھر چنے چبا کر گذارہ کرنا پڑا۔ رمضان کے مہینہ میں..... ستوؤں پر گذارہ کرنا پڑا''

(بحوالہ 'تابعین اصحاب احمد'، جلد ہشتم)

ان سب مشکلات کے باوجود احمدی مجاہدین نے جس استقلال، ایثار اور محنت کے ساتھ وہاں کام کرنا شروع کیا اور جو حوصلہ افزا نتائج سامنے آئے، ان سے جہاں ملکانہ کے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے، وہاں ان کے اندر اسلام کے لئے جوش اور غیرت کی ایک نئی لہر پیدا ہو گئی۔ خود مسلمانانِ ہند کے دل خوشیوں سے بھر گئے۔ چنانچہ مسلم اخبارات نے بڑے بڑے اداریئے لکھ کر جماعت احمدیہ اور اسکے مجاہدین کو خراج تحسین پیش کیا۔ مثلاً

روزنامہ 'زمیندار' نے اپنی ۱۸ اپریل ۱۹۲۳ء کی اشاعت میں لکھا:

''احمدی بھائیوں نے جس خلوص، جس ایثار، جس جوش اور جس ہمدردی سے اس کام میں حصّہ لیا ہے، وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے''

اخبار 'وکیل'، امرتسر، نے ۳ مئی کے اداریہ میں تحریر کیا:

''ہم علی وجہ البصیرت اعلان کرتے ہیں کہ قادیان کی احمدی جماعت بہترین کام کر رہی ہے''

بلکہ بعض ہندو اخبارات بھی احمدی مجاہدین کے کام اور جذبہ ہمت کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ

اخبار 'آریہ پترکا'، بریلی، نے اپنی یکم اپریل کی اشاعت میں لکھا:

''ملکانے راجپوتوں (میں کام کرنے والی اسلامی انجمنوں اور جماعتوں میں سے)....... احمدیہ جماعت قادیان، کی سرگرمی اور کوشش فی الواقعہ قابلِ داد ہے''

اسی طرح دیو سماجی اخبار 'جَیَن تت'، لاہور، نے لکھا:

''چند ہفتے ہوئے، قادیانی فرقہ کے لیڈر مرزا محمود احمد صاحب (رضی اللہ عنہ) نے ڈیڑھ سو ایسے کام کرنے والوں کے لئے اپیل کی تھی جو تین ماہ کیلئے ملکانوں میں جا کر مفت کام کرنے کیلئے تیار ہوں۔ جو اپنا اور اپنے اہل و عیال کا وہاں کے کرایہ وغیرہ کا کل خرچ خود برداشت کر سکیں....... اس اپیل پر چند ہفتوں کے اندر

چار سو سے زیادہ درخواستیں موصول ہو چکی ہیں۔.....۹۰ (نوے) احمدی صاحبان ..... پہنچ چکے ہیں اور بہت سرگرمی سے اپنا پرچار کر رہے ہیں۔.....ان میں سے بعض نے جن میں گریجویٹ نوجوان بھی شامل تھے، اپنے بستر کندھوں پر رکھ کر اور تیز دھوپ میں پیدل سفر کر کے سارے علاقے کا دورہ کیا ہے۔.....ان کا جوش اور ایثار تعریف کے قابل ہے''

تاہم سب سے زیادہ پُرمغز اور حقیقت افروز اداریہ اخبار 'مشرق' گورکھپور، کا تھا۔اس نے اپنی ۲۹ مارچ ۱۹۲۳ء کی اشاعت میں لکھا:

''اس وقت سب سے آگے یہی فرقہ (جماعت احمدیہ) نظر آتا ہے۔اور باوجود اس بات کے کہ احمدی فرقہ کے نزدیک اس گروہ نومسلم (ملکانے راجپوت۔ناقل) کی تائید کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس فرقہ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا مگر اسلام کا نام لگا ہوا تھا۔اس لئے اس کی شرم سے امام جماعت احمدیہ کو جوش پیدا ہو گیا ہے۔ اور آپ کی بعض تقریریں دیکھ کر دل پر بہت ہیبت طاری ہوتی ہے کہ ابھی خدا کے نام پر جان دینے والے موجود ہیں۔اور اگر ہمارے علماء کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ احمدیہ جماعت اپنے عقائد کی تعلیم دے گی تو وہ اپنی متفقہ جماعت میں ......خلوص پیدا کر کے آگے بڑھیں کہ ستو کھائیں اور چنے چبائیں اور اسلام کو بچائیں۔ جماعت احمدیہ کے ارکان میں ہم یہ خلوص بیشتر دیکھتے ہیں۔دیانت، ایفاءِ عہد، اپنے امام کی اطاعت.....آمد وخرچ کے ابواب کی درستگی اور باقاعدگی سب سے زیادہ قابلِ ستائش ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ باوجود آمدن کی کمی کے یہ لوگ بڑے بڑے کام کر رہے ہیں''

یہ تو ان اخبارات کے بیانات تھے جو ایک اٹل حقیقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حالات کی تصویر کا وہ رُخ پیش کر رہے تھے جسے ان کی ضمیر سہی سمجھ رہی تھی۔ مگر بعض مسلمان اخبار ایسے بھی تھے جو حق شناسی اور حق گوئی کے کوچہ سے تو نا آشنا تھے ہی، انہیں اپنے تعصب کی وجہ سے یہ بھی خیال نہ رہا کہ دشمن ان کے اپنے دینی بھائیوں کی متاعِ عزیز (اسلام) چھیننے کے لئے کس قسم کے اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا ہے بلکہ اُلٹا وہ انہیں یہ کہہ رہے تھے کہ ان (احمدیوں) سے ساتھ ملنے سے بہتر ہے کہ تم ہندو ہو جاؤ۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس موقع پر اخبار 'زمیندار' نے جماعت احمدیہ کا شدید مخالف ہونے کے باوجود ایک ایسا کردار ادا کیا جسے اس کی اسلامی غیرت کا عظیم شاہکار کہیں تو بجا ہوگا۔اس نے پہلے تو ان مسلمان اخبارات کو ہندوؤں کی مثال دیکر شرم دلائی اور لکھا کہ

''اگرچہ سوامی شردھانند آریہ سماجی ہیں لیکن آریہ سماج کی جماعتوں کے علاوہ سناتن دھرم اور جینی وغیرہ بھی ان کے شریک کار ہیں اور آج تک ان لوگوں میں اختلاف کی ایک آواز بھی بلند نہیں ہوئی.......ایک مثال بھی ایسا نہ ملیگا جس سے باہمی اختلاف ظاہر ہوتا ہے''

پھر ان اخبارات کے ایسے نازک موقع پر جماعت احمدیہ کے ایک مستحسن اقدام کو ہدفِ تنقید بنانے پر اظہار افسوس کرتے ہوئے تحریر کیا کہ

''(ادھر مسلم اخبارات) پڑھئے تو آپ پر بار بار اس افسوسناک حقیقت کا انکشاف ہوگا کہ ایک انجمن دوسری انجمن کو کام کرتے دیکھنا گوارا نہیں کرتی ...... ہم مجلس نمائندگان تبلیغ (وغیرہ) انجمنوں کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگر احمدی مبلغین، ملکانوں کو احمدی بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو آپ کو بگڑنے کا کوئی حق نہیں ...... اور ہندو ہونے سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ ایک مسلمان احمدی ہو جائے۔ سیاسی نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھ لیجئے۔ اگر چھ لاکھ ملکانے مسلمانوں کی کسی جماعت میں شامل ہو جائیں تو مسلمان شمار کئے جائیں گے۔ لیکن اگر وہ ہندو ہو گئے، تو فریق ثانی کی طاقت میں اضافہ کا باعث ہوں گے۔ مسلمانوں کے مقاصد سیاسی کی حفاظت کے دعویدار بتائیں کہ صواب کی راہ کونسی ہے؟''

(بحوالہ 'تابعین اصحاب احمد'، جلد ہشتم)

ادھر آریوں نے اپنے ناپاک منصوبہ کی تکمیل کے لئے ہر اوچھا حربہ استعمال کرنے اور مجاہدین کی راہ میں روڑے اٹکانے کی ہر ذلیل حرکت کو بروئے کار لانے کی پوری کوشش کی مثلاً راجہ بھرت پور اور اس کے حکام کی طرف سے احمدی مجاہدین کو تنگ کیا جانے لگا۔ انہیں قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ راجہ مذکور کی جانب سے یہ حکم بھی نافذ کیا گیا کہ کسی غیر ریاستی پرچارک (مبلغ) کو حدود ریاست کے اندر چوبیس گھنٹوں سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ اس پر مجاہدین نے ریاست سے باہر قیام کر لیا اور ایسا اہتمام کیا گیا کہ ایک مجاہد، ریاست کے اندر کام کر کے چوبیس گھنٹوں کے بعد ریاست سے باہر آ جاتا۔ پھر دوسرا مجاہد وہاں پہنچ جاتا۔ اس طریق پر کام کا تسلسل بھی جاری رہا اور ریاستی حکم کی بھی خلاف ورزی کی نوبت بھی نہ آئی۔ مگر حکام پھر بھی سٹ پٹا اٹھے اور احمدی مبلغین کا ریاست میں داخلہ کلیۃً ممنوع قرار دے دیا۔ اس پر مسلم اخبارات نے زبردست احتجاج کیا۔ دوسری طرف حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب، حضرت شیخ یعقوب علیؓ صاحب عرفانی اور حضرت مولوی فضل دین صاحب وکیل پر مشتمل ایک وفد ناظم ریاست سے ملا۔ مگر شنوائی نہ ہوئی۔

ان تمام روکوں کے باوجود احمدی مجاہدین نے اپنا کام جاری رکھا۔ وہ دعاؤں، محنت شاقہ اور قربانی کا عظیم نمونہ پیش کرتے ہوئے جس شاندار طریق پر اس فتنۂ ارتداد کے سامنے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے اور آریوں کا ہر اوچھا حربہ ناکام کرنے لگے (اس کے چند نمونے متن کتاب کے اندر حضرت مولوی محمد حسین صاحب صحابیؓ کے بیان کردہ واقعات میں درج کئے گئے ہیں) اس سے آریہ پنڈت بلبلا اٹھے۔ ان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ اپنی خفت اور ناکامی کو مٹانے کے لئے نئی نئی تدبیریں سوچنے لگے۔ سب سے پہلے تحریک شدھی کے بانی، شردھانند، کو یہ سوجھی کہ اس نے ۱۹ اگست ۱۹۲۳ء کو ایک اعلان کے ذریعے مسلمانوں کو دعوت دی کہ وہ اس کے ساتھ آ کر مباحثہ کریں۔ احمدیہ جماعت کی طرف سے

اس کی یہ دعوت بھی قبول کر لی گئی۔ اور اسے بذریعہ تار اس کی اطلاع دینے کے علاوہ مسلم اور غیر مسلم اخبارات میں بھی اس کا اعلان کر دیا گیا۔ جب آل انڈیا کانگریس (ہندوستان کی اُس وقت کی سب سے بڑی سیاسی پارٹی جس کے ممبران کی اکثریت ہندو تھی) نے محاذ آرائی کا یہ حال دیکھا تو کانگریس کے صدر، مولانا ابوالکلام آزاد، نے کانگریس کمیٹی کا اجلاس طلب کر لیا اور تجویز پیش کی کہ چونکہ ہندوستان کو اس وقت 'متحدہ قومیت' کی ضرورت ہے لہٰذا ہندوؤں اور مسلمانوں کو چاہئے کہ تمام اس قسم کی سرگرمیاں بند کر دیں جن سے مذہبی اختلاف بڑھتا ہو۔ ان کی اس تجویز پر تیرہ افراد پر مشتمل ایک 'مجلس اتحاد' قائم کی گئی جس میں مولانا موصوف کے علاوہ مولوی شبیر حسین، مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی، ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل خان جیسے کبار اشخاص شامل تھے۔ آریوں کی طرف سے علاوہ دیگر ممبران کے خود شردھانند بھی شامل تھا۔ چونکہ قادیان کی طرف سے اس کے تجویز کردہ 'مباحثہ' کے علی الاعلان تسلیم کئے جانے سے اس کے غبارے کی ہوا پہلے ہی نکل چکی تھی، اس لئے اب مجلس اتحاد کا ممبر ہونے کے ناطے اس نے مباحثہ کی طرح واپس لے لی۔ اور وجہ یہ ظاہر کی کہ 'اتحاد کی جو بنیاد قائم ہوئی ہے، اس کی فضا مکدر نہ ہو'۔ اس کا یہ اعلان گویا تحریک شدھی کے بانی کا اعتراف شکست تھا، جسے خود آریہ سماجی اخبارات نے بُرا منایا۔ اس کاری ضرب کی تاب نہ لا کر شردھانند نے اس کے چند دن بعد ہی 'خرابی صحت' کی بنا پر اپنی جاری کردہ تحریک شدھی سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

اب مولانا ابوالکلام آزاد کی تجویز کردہ 'مجلس اتحاد' کا کارنامہ بھی ملاحظہ ہو۔ اس کے ارکان یہ سمجھوتہ کرنے پر آمادہ ہو چکے تھے کہ تحریک شدھی اور اس کی مدافعت کا کام بند کر دیا جائے۔ یہ بھی قرار پایا کہ فریقین اپنے اپنے آدمی شدھی والے علاقہ سے واپس بلا لیں۔ مسلم رہنماؤں نے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ ان کے آدمی پہلے واپس آ جائینگے۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حکیم اجمل خان، ڈاکٹر انصاری اور ڈاکٹر کچلو (ان کا پورا نام تھا) کے نام شدید احتجاج پر مشتمل تار روانہ کیا کہ ایسا سمجھوتہ سخت خلاف دانست اور خلاف مصالح اسلامیہ ہے۔ اور یہ کہ اب اس تبلیغی میدان سے پیچھے ہٹنا اس امر کے مترادف ہے کہ آریہ لوگ جو ہزاروں افراد کو آریہ بنا چکے ہیں، ان کو آریہ رہنے دیا جائے۔ جو قوم پہلے قبضہ کر چکی ہے، اس کے لئے آئندہ جنگ کو بند کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔ چونکہ اس مجلس 'مجلس اتحاد' میں جماعت احمدیہ کا کوئی نمائندہ موجود نہ تھا اور اس لحاظ سے جماعت ان کے کسی فیصلے کی پابند نہ تھی۔ اور یہ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ شدھی کی کامیاب مدافعت صرف جماعت احمدیہ ہی کر رہی ہے۔ لہٰذا ممبران مجلس اتحاد کی طرف سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے نام ایک تار بھیجا گیا کہ آپ بھی اپنا نمائندہ بھجوائیں۔ اس پر حضور نے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی، حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیال اور علی برادران کے برادر اکبر، حضرت مولوی ذوالفقار علی خان صاحب گوہر، کو بھجوایا۔

احمدی نمائندگان نے پہنچتے ہی اس مجلس اتحاد کے سامنے حضورؓ کا یہ موقف رکھا کہ جماعت احمدیہ اُس وقت تک اِس میدان جہاد کو ترک نہیں کریگی جب تک کہ شدھ کئے گئے مسلمانوں کا ایک فرد بھی شدھی کی حالت میں باقی ہے۔ آپؓ کے اس معقولیت پر مبنی اور عدل کے تقاضوں کے عین مطابق موقف کے سامنے کوئی ممبر دم نہ مار سکا اور اس طرح پر ان کی ساری

تجاویز کا پلندہ ہبا منثوراً ہو کر رہ گیا

غرض فتنۂ ارتداد کی یہ تحریک جو آندھی کے ایک خطرناک بگولے کی طرح اٹھی تھی، جماعت احمدیہ کی کامیاب مدافعت کے نتیجہ میں ساڑھے چھ ماہ کے قلیل عرصے میں ہی ختم ہو کر رہ گئی۔ اس کا بانی اور اصل محرک تو جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، پہلے ہی اس سے دستبردار ہو کر میدان سے غائب ہو چکا تھا۔ لیکن اسلام کے لئے غیرت اور قربانی کا جو نقش امام الزمان کے مقدس خلیفہ اور اولوالعزم فرزندار جمند، حضرت امام جماعت احمدیہ، کے بروقت اقدام نے اہل اسلام کے دلوں پر چھوڑا، وہ آج بھی تاریخ کے سینے پر محفوظ ہے۔ خود جماعت کے عہدیداران جنہوں نے میدان کارزار میں جا کر احمدی مجاہدین کی کامیاب مدافعت کا بچشم خود ملاحظہ کیا، ان کے تأثرات یہ تھے کہ

''یہ ایک عظیم الشان جنگ تھی جس کا محاذ قریباً ایک سو میل کی وسعت پر پھیلا ہوا تھا اور اس وسیع محاذ اسلام اور کفر کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل پر تخت یا تختہ کے عزم کے ساتھ ڈیرہ جمائے پڑی تھیں'' [1]

مضمون ختم کرنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دیگر اسلامی تنظیموں کے ''باتنخواہ مجاہدین'' کے 'کارہائے نمایاں' کی بھی چند جھلکیاں پیش کر دی جائیں جو انہوں نے شدھی کے میدان میں سرانجام دیں تاکہ تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے آجائے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے مجلس احرار کے ایک معزز رہنما، چودھری افضل حق، کا اپنی کتاب میں بیان کردہ ان کے بارے میں ایک نوٹ درج کیا جاتا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں:

''وہ وعظ کے بعد اپنی ذات کیلئے بھیک طلب کرتے۔ اور ان سے بداخلاقی کی حرکات بھی سرزد ہوئیں۔ اس وجہ سے زیرِ تبلیغ افراد کے قلوب میں اسلام کے بارے میں نہایت ذلیل خیال بیٹھ گیا''

اس کے بعد ملکانہ میں کام کرنے والے ایک احمدی مبلغ کے ذاتی مشاہدات کے حوالے سے ان کی کتاب ''میری یادیں'' سے کچھ واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ وہی مردِ مجاہد ہیں یعنی حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ جن کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے تائیدات الٰہیہ کے نشانات کی ذیل میں تحریک شدھی کا بھی ذکر آیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے ان غیر احمدی 'مبلغین' کا ذکر کیا ہے جو آپ کی ملکانہ کے علاقہ میں موجودگی کے دوران وہاں پہنچے۔ چنانچہ ان میں سے تین واقعات جو اُن کے ذاتی مشاہدہ میں آئے، ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

جیسا کہ متن کتاب میں بتایا جا چکا ہے، آپ نے اپنے لئے جس گاؤں کا انتخاب کیا اس کا نام 'نگلہ گھنو' تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ وہاں پہنچے ہوئے ابھی آپ کو چند ماہ کا عرصہ ہی ہوا تھا کہ جماعت علی شاہ علی پوری کے چند مرید اس علاقہ میں پہنچ گئے۔ انہوں نے دریاؤ گنج (ایک قصبہ جو ریلوے سٹیشن ہے اور نگلہ گھنو سے 9 میل کے فاصلے پر ہے) کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا

---

[1] ان خیالات کا اظہار حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے کیا جو اس معرکہ کے دوران بنفس نفیس آگرہ تشریف لے گئے تھے۔ اور حالات کا جائزہ لینے کے بعد احمدی مجاہدین سے ملکر ان کے کام کو دیکھتے اور انہیں اپنی ہدایات سے نوازتے رہے۔

کرکام شروع کردیا۔ چونکہ انہیں آپکے وہاں (نگلہ گھنومیں) موجودگی کا پتہ چل چکا تھا انہوں نے وہاں پہنچتے ہی لوگوں کو یہ کہنا شروع کردیا کہ 'قادیانی ہرگز مسلمان نہیں۔ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ان کے ساتھ کھانا کھانے والے کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔جو انہیں السلام علیکم کہے یا جواُن کے سلام کا جواب دے، وہ بھی کافر ہو جاتا ہے'۔مگر آپ فرماتے ہیں کہ عجیب بات یہ تھی کہ وہ جب آپکے پاس آتے تو آپکے ساتھ ٹھہرتے بھی، کھانا بھی کھاتے اور بڑی بے تکلفی سے باتیں بھی کرتے۔لیکن باہر جاکر پھر وہی کفر کے فتوے دینے شروع کردیتے۔

ان کے آنے کے کچھ عرصہ بعد جمیعت العلماء، آگرہ، کی جانب سے ایک دیوبندی مولوی جس کا نام مہدی حسن تھا، وہاں پہنچ گیا۔اس دن جمعہ تھا اور آپ اتفاق سے کسی اور گاؤں گئے ہوئے تھے۔وہ آتے ہی مقامی آدمیوں سے کہنے لگا کہ اذان دے دو، جمعہ میں پڑھاؤں گا۔ان لوگوں نے کہا بھی کہ ہمارے اپنے مولوی صاحب آنے والے ہیں۔وہی جمعہ پڑھائیں گے۔مگر وہ نہ مانا اور مصلّے پر جم کر بیٹھ گیا۔جب مولوی صاحب موصوف تشریف لائے تو آپ نے صورتِ حال بھانپ کر بڑی حکمت عملی سے اس مولوی کو مصلّے پر سے اٹھایا اور اذان دلوا کر نماز جمعہ پڑھائی۔نماز کے بعد آپ نے اسے شربت پلایا اور پھر شام کا کھانا بھی کھلایا۔دوران گفتگو آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ صاحب مولوی مرتضٰی حسن در بھنگہ والوں کے (جو احمدیت کے اشد ترین مخالفوں میں سے ہیں) بھانجے ہیں۔اس نے اب آپ سے مسئلہ نبوت پر بحث چھیڑ دی، جو مقامی لوگوں کی موجودگی میں رات گئے تک جاری رہی۔ جب وقت زیادہ ہو گیا تو وہ کہنے لگا، مجھے اب نیند آرہی ہے۔چنانچہ وہ وہیں مسجد کے اندر ہی سو گیا۔آپ فرماتے ہیں، اگلے دن صبح وہ آپ سے کہنے لگا کہ 'مجھے ساٹھ روپے ماہوار دیکر انجمن دیوبند آگرہ، نے اس گاؤں میں بھیجا ہے کہ آپ کو نکال کر میں اس گاؤں پر قبضہ کرلوں۔مگر یہاں آکر میں نے محسوس کیا ہے کہ اگر میں نے آپکو نکالنے کا نام بھی لیا تو پٹ جاؤنگا۔اب آپ ہی مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں'

آپ نے فرمایا 'قریب ہی ایک گاؤں گڑھی ہے۔وہاں بھی ہمارا ایک مبلغ تھا۔مگر اب نہیں ہے۔تم وہاں ڈیرہ لگا لو۔ہم آپس میں ملتے بھی رہیں گے۔ اور میں بوقت فرصت وہاں آجایا کرونگا۔تم بھی فرصت کے وقت یہاں آجایا کرنا'

آپ نے اسے یہ بھی نصیحت فرمائی کہ اپنے سامان کی خود حفاظت کرنا کیونکہ پہلے ہمارے مبلغ کی چیزیں وہاں چوری ہو گئی تھیں۔ آپ اسے صبح صبح ہی وہاں چھوڑ آئے اور لوگوں سے متعارف بھی کرا آئے۔لیکن عصر کے وقت وہ واپس آگیا۔کہنے لگا، 'مجھے تو وہاں سارا دن کسی نے کھانا تک نہیں پوچھا'۔آپ نے کھانا تو اسے کھلا دیا مگر فرمایا کہ ہم لوگ تو اپنا کھانا خود ہی تیار کرتے ہیں۔اور پھر اسے اپنے ساتھ لیجا کر ایک گھر میں اس کے لئے کھانے کا بندوبست فرمادیا۔دوسرے روز مولوی صاحب اپنا بستر اٹھائے آپکے پاس پھر پہنچ گئے۔کہنے لگے۔جی، میں وہاں نہیں رہ سکتا۔اب جب آپ تیسری بار اسے وہاں لے گئے، تو ان لوگوں نے آپکو بتایا کہ جی، مولوی صاحب ہمیں چور سمجھتے ہیں۔جب پاخانہ جاتے ہیں تو اپنا تمام سامان ساتھ لیجاتے ہیں اور واپسی پر ساتھ لے آتے ہیں۔اس سے پہلے کوئی مولوی ایسا نہیں کرتا تھا۔اس لئے ہم انہیں چور سمجھتے ہیں۔(یہ مولوی صاحب ،مہدی حسن ،اس کے چند دن بعد ہی آپ سے کہنے لگے کہ میں آپکے بغیر یہاں نہیں رہ

سکتا۔اور اگر میرے دیوبندی افسروں کو اس بات کا پتہ چل گیا تو وہ ویسے ہی مجھے چھٹی دے دیں گے۔اس لئے آپ مجھے قادیان بھجوادیں۔وہاں اگر میری تسلی ہوگئی تو میں احمدی ہو جاؤنگا۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں، میں نے مرکز سے خط و کتابت کر کے انہیں قادیان بھجوادیا۔کچھ دنوں کے بعد ان کا وہاں سے خط آگیا کہ میری تسلی ہوگئی ہے اور میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی ہے۔بعد میں آگرہ سے ان کے ادارہ کے لوگ پوچھ گوچھ کرتے کرتے آپ کے پاس پہنچے، تو آپ نے انہیں بتادیا کہ مولوی مہدی حسن احمدی ہو چکے ہیں اور اس وقت قادیان میں ہیں۔اس پر وہ لوگ مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔)

تیسرا واقعہ آپ نے ایک اَور مولوی سرور حسین صاحب، فاضل دیوبندی، کا بیان کیا ہے۔اس واقعہ کا بیان بھی قارئین کی ظرافتِ طبع کا موجب ہوگا۔آپ فرماتے ہیں:

> ایک دن صبح کے وقت لوہاری کے غیر احمدی نمبردار ولایت خاں صاحب ہمارے پاس چوپال پر آئے اور ہنس کر کہنے لگے کہ مولوی صاحب! کل ہمارے دیوبندی مولوی سرور حسین فاضل نے فتویٰ دیا کہ قادیانیوں سے سلام کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور اگر ایک ہی چھت کے نیچے بیٹھ کر ان کے ساتھ کوئی کھانا کھا لے تو اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ابھی انہوں نے اپنی بات ختم ہی کی تھی کہ تھوڑی دُور مولوی سرور حسین دیوبندی آتے ہوئے دکھائی دیئے۔میں نے اُس نمبردار کو فوراً چوپال کے اندر بھیج دیا۔وہ کواڑ سے دیکھتے بھی رہے اور کپڑا اوڑھے لیٹے بھی رہے۔دیوبندی مولوی صاحب آئے۔مجھ سے مصافحہ وغیرہ کر کے خیریت دریافت کی۔ناشتے کا وقت تھا میرا ایک شاگرد نور محمد خاں ہمارے گھر سے کھانا لے آیا۔دیوبندی مولوی صاحب کے بھی ہاتھ دُھلائے اور ایک ہی برتن میں کھانا کھانے لگے۔چپکے سے نمبردار صاحب اندر سے اٹھ کر ہمارے پاس دالان میں آگئے۔میں نے انہیں بھی ساتھ بٹھا لیا اور سالن روٹی اور منگوا لیا اور ان سے کھانے کو کہا۔نمبردار صاحب بولے 'تم دونوں قادیانی مل کر کھاؤ میں تو دیوبندی ہوں میں تو نہیں کھا سکتا'۔دیوبندی مولوی صاحب شرمندہ ہو کر بولے کہ نمبردار یار دل لگی کی باتوں کو بھی شریعت ہی سمجھ لیتے ہو۔آئیں آپ بھی کھائیں۔

چنانچہ نمبردار ولایت خان بھی ساتھ بیٹھ گیا اور ناشتہ کرنے لگا۔فرماتے ہیں، نمبردار چونکہ اپنے دیوبندی علماء کے منہ کے فتووں اور ان کے عمل کی حقیقت سے پہلے ہی اچھی طرح آگاہ تھا، اس لئے جونہی وہ ناشتہ سے فارغ ہوا، دیوبندی علماء اور ان کے فتووں پر یقین کرنے والوں کو لگا بے نقط سنانے۔جب وہ دل کا غبار نکال چکا تو کہنے لگا:

قادیانی سچے ہیں۔ اپنے مذہب کے پکے ہیں۔ یہ غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے چاہے باپ ہی کیوں نہ ہو اور اس پر عمل کر کے دکھا دیتے ہیں چاہے ساری دنیا مخالف ہو جائے۔ اس لئے ہم تو قادیانی مولویوں کے فتوؤں کو سچا سمجھتے ہیں چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

اب لگے ہاتھوں ان غیر احمدی مولویوں کے آریوں کے ساتھ مناظرہ کی بھی ایک روئداد سن لیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعودؑ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہر میدان میں فتح دیتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے سنا کہ علی گنج تحصیل میں رانی کے رامپور میں دیو بندی اور آریہ مناظرہ کر رہے ہیں۔ مناظرہ کے دن میں وہاں پہنچ گیا۔ مجھ سے قبل وہاں تین مولوی صاحبان بیٹھے ہوئے تھے۔ مولوی سرور حسین صاحب دیو بندی دوسرے مولوی امام الدین صاحب سیالکوٹی خدام صوفیہ اور تیسرے ایک بریلوی مولوی تھے چوتھا ایک احمدی مولوی وہاں پہنچ گیا۔ ہمارے گاؤں کے دو تین ملکانے بھی میرے ہمراہ تھے۔ مناظرہ شروع ہونے میں دو گھنٹے باقی تھے اور یہ تینوں مولوی بڑی گرمجوشی سے آپس میں اختلافی مسائل پر بحث کر رہے تھے اور ایک دوسرے پر پِل پڑنے کو تیار تھے۔ میں نے بڑی حکمت عملی سے انہیں سمجھایا کہ اِس وقت کفر و اسلام کی بحث ہونے والی ہے۔ آپ کوئی تیاری کریں کیونکہ مقابلہ پر جو آریہ آیا ہوا ہے وہ بہت ہوشیار اور پھکڑ ہے۔ آپ آپس میں الجھ رہے ہیں، کتنے افسوس کی بات ہے۔ سرور حسین نے مجھے بتایا کہ مولانا کام بہت خراب ہو گیا ہے۔ ہمارے مولوی بدر الحسن صاحب نے دیو بند سے تار دے دیا ہے کہ کوئی اور مولوی سکول سے فارغ نہیں ہے۔ میں نے آنے کا وعدہ کیا تھا مگر پیچش کے باعث سخت بیمار ہوں اس لئے نہیں آسکتا۔ اب بڑی تشویش میں ہوں کہ کیا کیا جائے۔ میں نے کہا تبھی آپس میں جھگڑا شروع کیا ہوا تھا اب اگر آپ کی طرف سے کوئی مناظر کھڑا نہ ہوا تو ملکانوں پر کیا اثر پڑے گا اور آریہ کتنے خوش ہوں گے۔"

اس کے بعد آپ بریلوی مولوی سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ 'قرآن اور وید کا مقابلہ ہے کہ عالمگیر تعلیم کس کی ہے۔ آپ کو آگے آنا چاہئے'۔ اب اسکا جواب بھی سن لیجئے۔ وہ کہنے لگا:

"توبہ! میں ان بے دین آریوں کے مکروہ چہرے بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا چہ جائیکہ

ان نابکاروں کو مخاطب کر کے باتیں کروں۔ یہ دیو بندی ہی جانیں جنھوں نے مناظرہ کی طرح ڈالی ہے۔اب وقت آیا تو پیچش شروع ہو گئی ہے ۔"

ان کی یہ بات دیو بندی مولوی بھی سن رہا تھا۔آپ فرماتے ہیں:

" یہ سن کر دیو بندی صاحب کو پھر غصہ آیا مگر میرے روکنے پر رک گئے۔ میں نے پھر امام الدین صاحب سے کہا کہ اب پھر آپ ہی اس وقت کو سنبھالیں تو وہ بولے کہ مولوی صاحب یہ آپ ہی کا کام ہے اور آپ نے ہی کرنا ہے آپ تیاری کر لیں۔ میں نے کہا کہ مناظرہ شروع ہونے میں قریباً ایک گھنٹہ باقی رہتا ہے اور اب میں تیاری کروں۔ اچھا جو خدا چاہے گا ہو گا۔ "

اب چونکہ قرعہ آپ پر پڑ چکا تھا، حالانکہ آپ نہ مولوی فاضل تھے، نہ اتنے تعلیم یافتہ، ہاں صرف یہ تھا کہ آپ اس مامور کے غلاموں میں سے تھے جنکو فی زمانہ اسلام کا بطل جلیل بنا کر بھیجا گیا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے

" مناظرہ کی شرائط پڑھیں احتیاطاً چند کتابیں اپنے ہمراہ رکھی ہوئی تھیں۔ کچھ اپنی نوٹ بک پر نظر دوڑائی اور دعا میں لگ گیا۔ آریہ مناظر کا نام سوری کولہ ہل تھا اور دیہات میں وہی مناظرے اور لیکچر کے کام کیا کرتا تھا۔ وہاں ہندو آریہ پہلے ہی کافی تعداد میں تھے اور مسلمان ملکانے بھی کافی تعداد میں جمع ہو گئے۔ میرے ایک واقف ہندو دوست تھے جن کی بات سب لوگ متوجہ ہو کر سنتے تھے اور سبحان اللہ کہا کرتے تھے کیونکہ ان کی آواز اچھی تھی۔ آریہ مناظر نے اٹھ کر اسلام پر بعض اعتراض کئے اور وید کے منتر سے نہیں بلکہ ادھر ادھر کی ہندی کتابوں سے ویدک تعلیم کو عالم گیر ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ میں نے اپنی ٹرن میں اس کے اسلام پر کئے ہوئے اعتراض کے جواب دیئے اور کچھ اس سے مطالبات کئے اور کہا کہ آپ اِدھر اُدھر سے ادھار نہ کھائیں۔ وید کا دعویٰ پیش کریں کہ میں ساری دنیا کے لئے ہوں۔ جب وید اس بات کا دعویدار ہی نہیں تو پھر آپ کی وکالت کا کیا فائدہ؟ اگر وید ساری دنیا کے لئے ہوتا جیسے یہ بتایا جاتا ہے کہ جب سے دنیا کا آغاز ہوا وید اس وقت سے ہے تو پھر اب اسے گھر گھر ہونا چاہئے اور ساری دنیا اب تک اپنی اپنی زبانوں میں اس کا ترجمہ کر چکی ہوتی اور بچوں کو سکھا رہی ہوتی۔

اس کے برعکس اس کی یہ حالت ہے کہ ہندوستان میں اردو زبان بولی جاتی ہے مگر آج تک اس کا اردو میں بھی ترجمہ نہیں ہو سکا - - - - - - - - اس کے مقابلہ میں قرآن کریم ہر ملک میں پڑھا جاتا ہے اور اس کی بے شمار تفسیریں اردو عربی انگریزی اور فارسی زبان میں ہر ملک میں موجود ہیں اور اب مزید بیسیوں زبانوں میں ہو رہی ہیں۔

اسکے بعد فرماتے ہیں کہ میں نے اسے دھمکی دی کہ اگر تم نے اسلام یا بانئ اسلام پر کوئی گند اچھالنے کی کوشش کی جیسا کہ عموماً آریوں کا یہ طریق ہے، تو یاد رکھنا، میرے پاس بھی ستیارتھ پرکاش اور منوشاستر وغیرہ کے حوالے موجود ہیں۔ میں آریہ سماج کا سارا گند نکال کر پبلک کے سامنے رکھ دونگا۔

بہر حال فرماتے ہیں کہ میں نے اس آریہ سے کامیاب مناظرہ کیا۔ اس دوران یہ سارے دیو بندی، بریلوی اور دیگر مولوی مرحباً اور جزاک اللہ کہتے رہے۔ آریہ مناظر بڑا ہوشیار تھا مگر آخر تک حواس باختہ رہا۔ وہ اسلام کے خلاف کوئی گندی بات منہ سے نکالنے کی جرأت نہ کر سکا اور اس طرح جملہ مسلمانوں کے دل خوشی سے بھر گئے۔

ملنے کے پتہ جات

ادارہ نشرواشاعت ۔ بیت السبوح Genferstr-11

60437 Frankfurt, Germany

مبشر احمد طارق

Danzigerstr-8,63779 Obertshausen
Germany


زکریا اسمٰعیل انوری

Slettеløkka 21 A, 0597 Oslo-5, Norway

مبارک احمد لون

75, Beamsley Road, Shipley BD 18 2DS

Bradford-U.K.



Nasr Publications